وادیدہ

مرتبہ

سید برکات احمد

(علیگ)

طباعت اوّل سنہ ۱۹۵۱ء ایک ہزار

قیمت مجلد ثر

مطبوعہ کلیم پریس کراچی (پاکستان)

۷۸۶

میری نظر

سے

پردے پر ایسی مدلّل کتاب نہیں
گذری میری ناچیز رائے میں یہ کتاب
ایک بہت بڑی ضرورت کو پوری کرتی ہے
اور
اس قابل ہے کہ ہر پاکستانی مرد و عورت
اس کا مطالعہ کرے

(آنریبل) بیگم شائستہ سہروردی اکرام اللہ

منذرجہ ذیل کا انتظار فرمایئے

"تاریخ کا پہلا ورق"

"اے قوم ابھی آرام نہ کر"

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بابِ اوّل

معنی اور اقسام

ستّار باری تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک یہ نام بھی ہے اس کے معنی ہیں چھپانے والا، یا پردے میں رکھنے والا، انسان کی مجرمانہ نیت خیال فاسد اور مذموم ارادے کی اللہ تبارک تعالیٰ پردہ دری نہیں فرماتا بلکہ رحم وکرم سے موقع دیتا ہے کہ توبہ کرے اور افعال قبیحہ سے باز رہے۔ اسی صفت پردہ پوشی کی بنا پر اُسکو ستّار کہتے ہیں۔

ستر عربی لفظ ہے بمعنی چھپا ہوا، یا پردے میں، عام طور پر انسان کے اعضاء شرم وحیا سے مطلب لیا جاتا ہے۔

مستور بمعنی چھُپا ہوا، نیز چھُپانے والا جیسے حجاب مستور، اسی سے مستورات، عورتوں کے معنی میں مجازاً مستعمل ہے۔

عورت انسان کے اُن اعضاء جسم کو کہتے ہیں جن کو دیکھنے، دکھلانے یا ظاہر کرنے سے شرم آئے جیسے مقامات بول وبراز۔ عرفِ عام میں عورت، سے مطلب زن، لیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زن، کے واسطے لفظ عورت کہیں نہیں فرمایا ہے۔

پردہ کے معنی ہیں حجاب ۔ اور طنبورہ وستار وغیرہ میں وہ مقام ہوتا ہے جس سے آواز غنا گھٹتا بڑھتا ہے پردہ سرا سے مطلب خیمہ ہوتا ہے ۔

پردہ زنبور یا زنبوری وہ جالی ہوتی ہے جو برقع میں آنکھوں کے سامنے لگائی جاتی ہے ۔ جالی دار گھر کو بھی کہتے ہیں ۔

ستر پوشی سے ہر وہ مرد و عورت مراد ہوتی ہے جو اپنی شرم گاہ کسی لباس سے چھپائے رہے معیار ستر اقوام و مذاہب میں مختلف ہے مسلمانوں میں ستر پوشی کے شرعی احکام ہیں اس قسم کا قانون کسی اور قوم و مذہب میں نہیں پایا جاتا ۔

ستر مرد بعض اقوام میں جانگیہ یا لنگوٹ کافی ہوتا ہے مسلمانوں میں ناف سے گھٹنوں تک (یعنی گھٹنا چھپا رہنا) داخل ستر ہے دیگر اقوام و مذاہب میں ایسا کوئی قانون نہیں ہے ۔

ستر عورت مسلمانوں میں سینہ سے لے کر پیر کے گٹوں تک داخل ستر ہے اس کے متعلق بھی دیگر اقوام و مذاہب میں کوئی قانون نہیں ہے حتیٰ کہ بعض فرقوں کی عورتیں نیم برہنہ سی رہتی ہیں ۔

عریانی بعض وحشی فرقے برہنہ بھی رہتے ہیں غیر متمدن ہونے کی وجہ سے وہ خارج از بحث ہیں

باپردہ مرد اور باپردہ عورت وہ ہوتے ہیں جو یا تو مکان کے اندر مقید رہیں یا اگر باہر نکلیں تو اپنے جسم اور چہرے کو لباس سے چھپا کر

نکلیں دنیا میں اس قسم کے مرد بھی پائے جاتے ہیں۔

پردہ نشین پردے میں بیٹھنے والی یا وہ جو پس پردہ بیٹھے یا گوشہ نشینی میں رہے یہ خطاب اُن مشرقی عورتوں کا ہے خواہ ہندو ہوں یا مسلمان جن کے چہرے دیکھے نہیں جا سکتے اور جن کی آواز سوائے اُن کے شوہر اور چند مخصوص اعزا و ملازمین کے اور کوئی نہیں سن سکتا نہ کوئی مرد اُن کو دیکھ سکتا ہے نہ وہ کسی مرد کو دیکھ سکتی ہیں یہ عورتیں کسی چھوٹے احاطہ میں محصور یا گھروں کے اندر قید رہتی ہیں۔

حرم جو حرام سے متعلق ہے اس کے معنی ممانعت کے ہیں اور لفظ 'زنانہ' بھی اسی معنی میں مستعمل ہے ترکی زبان میں اسی کو 'حرم لق' کہتے ہیں۔ اطالوی زبان میں 'سرلیلیو' مستعمل ہے جس کے معنی 'سلاخ دار دروازے کے اندر بند رکھنے' کے ہیں، اسی سے فارسی لفظ 'سرائے' بمعنی 'محل' بھی استعمال ہوتا ہے۔

زنانہ۔ اندرون خانہ حرم لق سرلیلیو سے وہ مکان مراد ہوتے ہیں جہاں بی بی کی حکومت ہو اور سوائے شوہر کے کسی اجنبی کے آنے کی اجازت نہ ہو۔

حجاب کے معنی 'پردے' کے ہیں اور 'حجب' اس کی جمع ہے شرم وحیا کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

حُجّاب کے معنی پردہ داروں یا دربانوں کے ہیں یہ جمع ہے 'حاجب' کی یہ معنی دربان یا پردہ دار۔

ہندو باپردہ عورت جب کسی ضرورت سے باہر نکلتی ہے تو اپنے کل جسم کو لباس سے چھپا کر ایک بڑا دوپٹہ یا چادر اس طرح اوڑھتی ہے کہ چہرے کے سامنے اور پیشانی کے نیچے تھوڑا گھونگٹ نکال لیتی ہے جس سے پورا چہرہ بہ یک وقت وہ یک نظر دکھائی نہیں دیتا وہ اپنے راستہ پر بخوبی چلی جاتی ہے اس سے شدید طرز وہ ہوتی ہے جس میں گھونگٹ سونڈ کی طرح لٹکا ہوتا ہے ایسی صورت میں راستے کی زمین دیکھ دیکھ کر عورت کو احتیاط سے آہستہ آہستہ چلنا پڑتا ہے اس عورت کا کوئی حصہ جسم نظر نہیں آسکتا۔

مسلمان باپردہ عورت جس کو بہ ضرورت باہر نکلنا ہو تو برقع پوش ہوتی ہے اس کا سب جسم لباس سے چھپا ہونے کے علاوہ خود لباس بھی اندر سرتا پا برقع سے ڈھکا ہوتا ہے اس برقع میں آنکھوں کے سامنے جالی لگی ہوتی ہے جس سے نظر بخوبی کام کرتی رہتی ہے۔

بقول مسٹر کننگ لیک:۔ "مسلمان عورت جب باہر نکلتی ہے تو وہ سر سے پاؤں تک برقع میں لپٹی ہوتی ہے ایک اچھا خاصہ دبیز "پیٹی کوٹ" اس کے چہرے پہ ہوتا ہے یہ کل مجسمہ سفید کپڑے کے کفن کا ڈھیر ہوتا ہے جس سے خاتون سلطنت عثمانیہ مراد ہوتی ہے سوائے ان سیاہ چمکیلی آنکھوں کے جو تمہارے چہروں کو گھورتی ہوں گی اور سوائے اُن انگلیوں کے پوروں کے جو اپنی جانے محصوری سے مثل گلاب کی کلیوں کے باہر نکل آتے ہوں۔ تم کو اس کے جسم کا کوئی حصہ نظر نہیں آسکتا۔

پردہ شرم وحیا قواعد شرم اور پاسِ حیا کے علاوہ یہ وہ پردہ ہوتا ہے جس کی رُو سے کوئی ہندو یا مسلمان بالغ لڑکی کسی خواستگار شادی کی تحریک بذات خود موصول نہیں کر سکتی نہ شادی بیاہ کے معاملہ میں اپنی مرضی و رائے سے کام لے سکتی ہے حتیٰ کہ ایجاب و قبول کے مسئلہ میں محض اشاروں یا مروجہ ایموں، وہاں سے زیادہ اور کچھ نہیں کر سکتی۔

پردہ عصمت و عفت قریب قریب دنیا کی ہر قوم میں قابل پابندی ہے اور حفظ ناموس تمام مذاہب میں لازمی ہے طوائفوں کو کوئی مذہب عصمت فروشی کی اجازت نہیں دیتا بایں ہمہ معیار عفت میں اختلاف ہے مشرق کے قواعد بمقابلہ مغرب کے سخت تر ہیں۔ مشرق میں کسی شخص اجنبی سے عورت کا بات چیت کرنا بحث مباحثہ میں مردوں کے دوش بدوش شریک مجلس ہونا۔ مردوں سے مصافحہ کرنا ان کے ہاتھ پیر یا شانے وغیرہ سے کسی حصہ جسم کا مَس ہو جانا۔ تنہائی میں مردوں سے ملنا جلنا اور بات چیت کرنا۔ یہ سب باتیں قاعدہ عفت کے خلاف ہیں اس کے برعکس مغرب میں عورتیں غیر مردوں سے بے تکلف ملتی جلتی ہیں گفتگو کرتی ہیں ساتھ ساتھ کھیل کود گھوڑ دوڑ اور تماشوں میں حصہ لیتی ہیں۔ مردوں کے ساتھ اُن سے مل کر گاتی ناچتی ہیں اور ان باتوں میں کوئی عیب نہیں سمجھا جاتا حتیٰ کہ موقع رخصتی وغیرہ پر منظر عام میں خاوند اپنی زوجہ کا بوسہ لے سکتا ہے

پردہ نظر مرد اور عورت کا کسی شئے یا شخص ممنوعہ کو دیکھنا نظر کا پردہ ٹوٹ جانا ہوتا ہے۔ خواہش پر بالارادہ نظر ڈالنا عورتوں کو گھورنا گلی کوچہ ِل

میں حیوانات مطلق کی حرکات فسق کا تماشہ دیکھنا یہ سب باتیں پردہ نظر کے خلاف ہوتی ہیں برہنہ تصاویر یا تھیٹر اور سینما کے وہ مناظر جن میں عورتوں کو برہنہ یا نیم برہنہ پیش نظر کیا جاتا ہے ان جملہ فواحش کو دیکھنا اور اس سے محفوظ ہونا پردہ نظر کی قانون شکنی ہوتی ہے جہاں تک عورتوں کی نظر کا تعلق ہے ہندو پردہ نشیں تیوہاروں تیرتھ اور میلوں ، ٹھیلوں میں جاتی ہے ان مواقع پر وہ مردوں کو دیکھ سکتی ہے اس سے اس کا پردہ نہیں ٹوٹتا برخلاف اس کے مسلمان عورت کسی غیر مرد پر نظر نہیں ڈال سکتی اور نہ ہی مسلمان مرد کسی غیر عورت کو دیکھ سکتا ہے لہذا جو مسلمان پردہ نشیں کسی مجمع میں یا راہ چلتے اور سفر میں مردوں پر نظر اندازی کرے اس کا پردہ نظر قائم نہیں رہتا ۔ یہی نظر اگر کوئی مسلمان مرد یا عورت ایک دوسرے پر جذبۂ نفسانی کے تحت ڈالے تو نہ صرف پردہ نظر ٹوٹ جائے گا، بلکہ گناہ بھی ہوگا۔

پردہ آواز ہندو اور مسلمان دونوں قوموں میں آواز کا پردہ مانا جاتا ہے یعنی پردہ نشیں کے لیے جائز نہیں کہ غیر مرد اس کا آواز سنیں مسلمانوں میں پردہ آواز کی کوئی شرعی سند نہیں ہے یہ طریقہ انہوں نے بظاہر ہندو معاشرت سے اختیار کیا ہے ۔ ہندوستانی پردہ نشیں کی آواز کو پریوی کونسل نے اس طرح واضح کیا ہے کہ یہ بالعموم ایسی عورت ہوتی ہے جو صاحب رتبہ ہو خواہ ہندو ہو یا مسلمان ۔ زنانہ میں مقید ہو اور جس سے بجز پردہ کوئی سلسلہ گفت و شنید کسی مرد سے سوائے چند مخصوص

اعزا و ملازمین کے نہ ہونے بعض نادان مسلمان و پردہ آزادانہ، کی اس قدر حمایت کرتے ہیں کہ اگر کوئی غیر مرد کسی مسلمان پردہ نشین کا آواز سن لے تو ایسی عورت نکاح سے خارج ہو جاتی ہے یہ ایسا وہم باطل ہے جس کی تائید میں سند تو کجا کوئی غلط یا غیر معتبر روایت بھی موجود نہیں۔

پردہ بکارت جسم نسوانی میں یہ وہ قدرتی پردہ حکمت ہوتا ہے جو بغیر کسی حادثہ یا تعلق زن و شوی کے نہیں ٹوٹتا ہے۔ باکرہ اور عفیفہ کا یہ فطرتی پردہ بڑی آزمائش کی چیز ہوتی ہے۔

پردہ عقل یہ بھی ایک پردہ ہے جو کسی انسان کی عقل پر پڑ جاتا ہے تو کج فہمی سمجھی جاتی ہے قریب قریب ہر انسان اپنی ہی عقل و رائے کو دوسروں کی عقل سے برتر خیال کرنے کا عادی ہوتا ہے اسی لئے بسا اوقات اس کو دوسرے ہی کی عقل پہ پردہ پڑا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ مثلاً اکبر الہ آبادی فرماتے ہیں ؎

بے پردہ کل جو آئیں نظر چند بی بیاں
اکبر زمیں میں غیرت قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو ان سے آپ کا پردہ کدھر گیا
بولیں کہ وہ تو عقل پہ مردوں کی پڑ گیا

اس کے برعکس جو صاحب قید و پردے کے خلاف ہیں وہ حامیان پردہ کو کم عقل خیال کرتے ہیں۔ چنانچہ کسی شاعرہ کا یہ ارشاد ہے ؎

جہادوں میں پیاسے پیاسے شرکت بھی فرمائی بڑھ کے
احد کی جنگ میں پانی بھرا تھا ام سلمہ نے
لئے پھرتی تھیں خالد کو بھی سلمٰی لبن اطہر ہیں
مگر اک ہاتھ میں خنجر بھی تھا بخشش تھی خنجر میں
رسول پاک نے خوش ہو کے استفسار فرمایا
یہ خنجر کس لئے ہے سن کے یہ اظہار فرمایا
دل و جانم فدایت یا رسول اللہ یہ خنجر
کرے گا چاک سینہ گیا نزدیک اگر بت گر
احد کی جنگ میں خود عائشہؓ مشکیں اٹھاتی تھیں
پیاسوں کو چڑھائے پائینچے پانی پلاتی تھیں
نظر آتی تھیں ان شہزادیوں کی پنڈلیاں رن میں
تو پھر ہم حسا و ماؤں کے لگے ہیں بعل کیا تن میں

پردہ ہوش و حواس کسی شخص کے ہوش و حواس پراگندہ ہو جائیں تو اس پہ گویا پردہ پڑ جاتا ہے معمولی باتوں پہ طیش میں آجانا بھی ہوش و حواس کا مختل ہو جانا ہوتا ہے۔ اختلافی امور و مسائل میں اکثر یہ صورت پیش آتی رہتی ہے مثلاً حامیان پردہ سے تردید میں کچھ کہا جائے تو بجائے غور و فکر کے ان کو غصہ آجائے اور اسی طرح مخالفین پردہ سے تائید پردہ میں کچھ عرض کیا جائے۔ تو وہ آپے سے باہر ہو جائیں۔ الغرض کسی مسئلہ زیر بحث پہ اسباب و علل۔ سند و روایت پہ غور و خوض کئے

بغیر محض ذاتی اعتقاد کی بنا پر غضب ناک ہو جانا ہوش و حواس پر پردہ پڑ جانا ہوتا ہے۔ بسا اوقات اچانک حادثات یا خیالی خوف و ہراس سے بھی ہوش و حواس معطل ہو جاتے ہیں۔ گویا یہ بھی ایک قسم کا پردہ پڑ جاتا ہے۔

پردہ عقلی وہ ہوتا ہے کہ بر بنا مصلحت وقت تجویز کیا جائے۔ اس کے واسطے کسی سند و روایت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ مثلاً ہنود کہتے ہیں کہ اُن کے یہاں عورتوں کا پردہ کبھی نہیں ہوتا تھا۔ لیکن مسلمانوں کی آمد پر انہوں نے اپنی عورتوں کو حفظِ ناموس کی خاطر مقید اور پردہ نشیں کر دیا کہ یہ طریقہ قرینِ عقل تھا۔

پردہ نقلی جن لوگوں میں پردہ نہیں ہوتا۔ اور نہ اُن کی عورتوں کو کسی سے کوئی اندیشہ و احتمال دست درازی کا ہوتا ہے لیکن وہ اپنی عورتوں کو دوسروں کی دیکھا دیکھی میں اس لئے با پردہ کر دیتے ہیں کہ اس سے اُن کی عزت افزائی ہو جائے گی اور وہ مالدار ثابت ہوں گے۔ تو یہ پردہ نقلی اور فرضی ہوتا ہے۔ اکثر ہندو اور مسلمان جن کے یہاں کبھی پردہ نہیں ہوا مالدار ہو جانے پر اپنی عورتوں کے لئے نقلی پردہ اختیار کر لیتے ہیں کہ اس فعل سے اُن کو سوسائٹی میں اعلیٰ درجہ حاصل ہو جائے گا۔

پردہ اکتسابی یہ بھی ایک قسم کا نقلی پردہ ہوتا ہے مگر اس کی بنیاد عقل پر قائم ہوتی ہے۔ مثلاً کسی قوم یا مذہب میں کوئی رواج و قانون پردہ کا موجود نہ ہو لیکن وہ کسی دوسری ہمسایہ قوم سے اس کو حاصل کرنے

اہل ہنود کا کہنا ہے کہ اُن کو خود مسلمان قوم سے پردے کا نمونہ ہاتھ آگیا اور اسی کو انہوں نے اختیار کر لیا۔

پردہ رسمی وہ پردہ رسمی ہوتا ہے جس کو رسم و رواج کی خاطر اختیار کیا جاتا ہو مثلاً وہ مرد جس سے پردہ مذہباً در واجباً جائز نہیں اُن سے رسمی پردہ کر لیا جائے ہنود اور رافضیوں کی طرح مسلمانوں میں خُسر سے پردہ جائز نہیں یا سسرال کے اور بڑے بوڑھوں سے پردہ نہیں ہوتا لیکن رسم یہ ہوگئی ہے کہ ان کے سامنے گھونگھٹ نکالا رہتا ہے۔ اکثر لوگ بیرون وطن اپنی عورتوں کو بے پردہ اور آزاد رکھتے ہیں۔ مگر وطن پہنچتے ہی رسمی پردہ جائز کر لیتے ہیں۔ شادی بیاہ کے وقت دولہا کے سر پر اس طرح سہرا ڈالا جاتا ہے جس سے کل چہرہ چھپ جاتا ہے۔ یہ بھی رسمی اور وقتی پردہ ہوتا ہے۔

پردہ فخر و تمکنت ۔ یہ پردہ ایسے افراد سے متعلق ہوتا ہے جن کو موجب قانون و رواج قومی پردے کا حق حاصل نہیں ہوتا۔ اور جن کے فرقے میں عورتیں پردہ نشین نہیں رہا کرتیں۔ لیکن یہ افراد دولت مند ہو کر رتبہ اور اعزاز حاصل کرنے کے لئے اپنی عورتوں کو پردہ نشین کر دیتے ہیں۔ کیونکہ اُن کے نزدیک شرافت اور اعزاز کا انحصار اسی بات پر ہوتا ہے کہ وہ اپنی عورتوں اور لڑکیوں کو پردہ نشین رکھ سکیں۔ اس سے بھی زیادہ فخر و تکبر کی مثال وہ ہوتی ہے جہاں عورتیں ان عورتوں سے بھی پردہ کرتی ہیں جو پردہ نہیں کرتیں اور باہر چلتی پھرتی ہیں۔

پردہ قانونی باوجود صحت ذات و ثبات عقل پردہ نشین ذی ہوش و ذی عقل متصور نہیں ہوتی اسی لئے اس کو ان کے افعال سے محفوظ

رکھنے کے لیے قانون بنایا جاتا ہے اس قانون کی رُو سے پردہ نشیں سے معاملہ کرنے میں وہی قیود و پابندیاں عائد ہو جاتی ہیں جو کسی نابالغ یا فاتر العقل سے معاملہ کرنے میں ہوا کرتی ہیں۔ ہندوستان میں ایسا قانون نافذ ہے

پردہ شرعی سے وہ پردہ مراد ہوتا ہے جس کا حکم قرآن سے ثابت ہو۔ اگر قرآن سے پردہ نہ بھی ثابت ہوتا ہو اور خلفائے راشدین نے اس کا قانون مرتب کر کے وضع آئین کے ساتھ نافذ کیا ہو۔ تو وہ بھی پردہ شرعی ہوتا ہے اسی طرح اگر کوئی مسلمان بادشاہ بہ حیثیت الوالامر اپنی مملکت میں پردے کا قانون وضع کر کے جاری کرے تو وہ بھی پردہ شرعی میں داخل ہوگا۔

پردہ رواجی اُسے کہتے ہیں جو قرآن و حدیث سے ثابت نہ ہو۔ خواہ مذہباً قابل پابندی ہو لیکن اس کی بنیاد تمام تر روایات پر قائم ہو۔ یہ پردہ محض دستور اور رواج کی بنا پر بطور تقلید ہوا کرتا ہے

پردہ ایمان سے وہ پردہ مراد ہوتا ہے جو عقل و ہوش کی طرح ایمان پر پڑتا ہو۔ مسلمان عورت کو اس وجہ سے پردے میں قید کر دیا جائے کہ وہ باوجود مومنہ ہونے کے مبتلائے فواحش ہو جائے گی اور اس کے ایمان و ایقان پر پردہ پڑ جائے گا۔ تو یہ بات ایسی ہوگی۔ گویا اُس کے ایمان پر پردہ پڑا ہوتا ہے۔ اسی طرح مسلمان عورتیں اگر یہ کہیں کہ اُن کے مردوں کے ایمان پہ پردہ پڑ گیا ہے کہ وہ اُن کے ایمان کو اس قدر ضعیف و ناقابل اعتبار خیال کرتے ہیں کہ محض حفظ

ما تقدم کی خاطر اُن کو دوامی قید و حبس میں مبتلا کر کے خدا کی نعمتوں سے محروم کر دیا ہے۔ تو یہ بات بھی پردہ ایمان سے متعلق ہو گی۔ چنانچہ اسی موضوع پر مسٹر جسٹس امیر علی نے اپنی کتاب "تاریخ عرب" میں یہ تحریر کیا ہے کہ "بمقابلہ شرافت ذہنی و ایمانی و صفائی قلب کے غیر تعلیمیافتہ دماغ کو دیواریں اور حجاب ہی زیادہ موثر حفاظت معلوم ہوتی ہے"

پردہ انصاف

انصاف پر پردہ پڑجانا "نا انصافی" سے تعبیر کیا جاتا ہے حامیانِ پردہ کا عذر یہ ہے کہ عورت خلقی کمزوری کے باعث بکیس و مجبور ہوتی ہے لہذا اس کی حفاظت ناموس کی خاطر یہ ہی انصاف ہے کہ اس کو گھروں کے اندر قید و پردے میں رکھا جائے وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ دنیا میں فواحش کا چرچا روز افزوں ہے تھیٹروں اور سینماؤں میں بھی عریاں اور نیم عریاں منظر دکھلائے جاتے ہیں۔ پوسٹر اور اشتہارات میں حیا سوز تصویریں اور مضامین شائع کئے جاتے ہیں جن کو دیکھ کر عورتوں کے مبتلائے بدکاری ہونے کا زیادہ امکان اور اندیشہ ہے۔ مردوں میں بے حیائی زیادہ بڑھ گئی ہے اور اُن سے ہر وقت عورتوں کے دامنِ عصمت پر دھبہ آنے کا احتمال رہتا ہے مزید براں فضائے عالم اس قدر مکدر اور گرفتار فحش ہو چکی ہے کہ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہندوستان کے علاوہ بھی تمام دنیا کی عورتیں قید و پردے میں کر دی جائیں۔ مخالفین پردہ اس کی تردید کرتے ہیں کہ ایسی نا انصافی ہرگز جائز نہیں کہ مرد تو خدا کی نعمتوں سے فائدہ اٹھائیں۔ تازہ ہواؤں اور قدرتی روشنی سے مستفیض ہوں

سیر ارض سے فوائد اور صحت جسمانی حاصل کریں اور عورتوں کو بلا قصور محض حفظ ماتقدم کی خاطر حبس دوام میں ڈال دیا جائے جس سے نہ وہ خود کمزوری اور جہالت میں مبتلا ہو جائینگی بلکہ ان کی اولاد ضعیف و ناکارہ پیدا ہوگی جس سے قوموں کی قومیں برباد اور فنا ہو جائیں گی۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ تمام فواحش و حیا سوزی کا ایجاد کنندہ اور بانی تو مرد ہے مگر سزا کے لیے عورت کو انتخاب کر لیا گیا۔ اگر یہ ہی علاج انسداد فواحش کا ہے تو تقاضائے انصاف یہ ہی ہوگا کہ تمام دنیا کے مردوں کو گھروں کے اندر پردہ نشین کر دیا جائے کہ اس سے نہ صرف بے حیائی اور فواحش کا سدباب ہو جائے گا۔ بلکہ دنیا کی خونریزیوں کا بھی قلع قمع ہو جائے گا۔ انصاف پہ پردہ ڈال کر خود اصلی مجرم کو یہ حق ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا۔ کہ وہ قاضی اور جج کا فیصلہ صادر کر سکے۔ اس قسم کی نا انصافیوں سے تمام دنیا کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ مجرم کبھی جج یا قاضی نہیں بن سکتا۔

پردہ شرفاء و امراء اور پردہ فقراء و غرباء۔

یہ عجیب و غریب پردہ ہے ہنود میں مذہباً ذاتوں کی تقسیم ہے اور اونچ نیچ کی تفریق ہے اُن کے یہاں بعض اونچ ذاتوں میں پردہ اور قید مکان کی پابندی ہوتی ہے لیکن کچھ اُونچ ذاتیں اور سب کی سب نیچ ذاتیں پردے اور قید مکان سے مستثنیٰ اور آزاد ہیں۔ باوجود تقسیم و تفریق کے پردے کے معاملہ میں شرافت

کا معیار ہنود میں زیادہ تر مال وزر پر منحصر ہے اونچ ذات کی غریب عورتیں باہر نکلنے پہ مجبور ہوتی ہیں لہٰذا وہ اپنے سے کمتر ذات والوں کے یہاں کام کاج کرنے جاتی ہیں اور بازاروں سے سودا سلف بھی لاتی ہیں۔ اس کے برعکس اونچ ذات والے جن کو ثروت میسّر ہو جاتی ہے وہ اپنی عورتوں کو پردہ نشین بنا لیتے ہیں مسلمانوں میں ذات پات کی کوئی تفریق نہیں ہے سرخ کو سیاہ پر اور سیاہ کو سرخ پر کوئی ترجیح نہیں ہے۔ امارت اور ذات وجہ شرافت قرار نہیں دی گئی ہے بلکہ صاف وصریح حکم ہے کہ مسلمانوں میں وہی شریف ہے جو پرہیزگار ہے۔ اس کے علاوہ سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اور سب کو ہدایت کی گئی ہے کہ آپس میں متفق رہیں اور نا اتفاقی نہ کریں۔ تقویٰ اور پرہیزگاری اکثریت کے ساتھ غریب مسلمانوں میں ہے اور انہیں سے مسجدیں آباد ہیں۔ وہی موذن۔ حافظ۔ حاجی ہوتے ہیں انہیں میں جذبۂ جہاد اور تعمیل حکم الٰہی کا ذوق وشوق ہوتا ہے۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ (اللہ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو) کی تعبیر و تفسیر اگر کچھ اطلاق ہو سکتی ہے۔ تو انہیں غربا پر۔ پھر مسلمانوں میں تفریق و امتیاز کی مذمت کی گئی ہے اور مساوات کی تعلیم دی گئی ہے۔ دولت اور مال وزر کا جمع کرنا ممنوع کیا ہے۔ اور اس کا نتیجہ خراب بتایا گیا ہے ان سب ہدایات و احکام کے خلاف ہندوستان کے مسلمانوں میں جو پردہ رائج ہے وہ بالکل اور صحیح صحیح

نقل ہندوؤں کے پردے کی ہے اور تفریق و تقسیم بھی قطعی اور کامل طور پر ہندوؤں کے نمونہ پر قائم کر دی گئی ہے ہندوؤں میں چار ذاتیں ہیں تو مسلمانوں میں بھی چار ہیں ہنود میں معیار شرافت پردے کے معاملہ میں مال و زر ہے تو مسلمانوں میں بھی یہ ہی کسوٹی ہے ہندوؤں میں غربا کی عورتیں بے پردہ پھرتی ہیں۔ لہذا مسلمانوں میں بھی یہ ہی رواج ہے اور اس کی اجازت دی گئی ہے المختصر ہندوستان میں مساوات کا خاتمہ ہو چکا ہے اور پردے کے معاملہ میں امیر و غریب، شریف و رذیل کی بدعت جاری ہے امیر مسلمان کی عورت کے واسطے پردہ فرض کر دیا گیا ہے اور غریب مسلمان عورت مستثنیٰ ہے۔ اور شریف کی تعریف یہ ہے کہ جو صاحب ثروت ہو وہی شریف ہے۔

پردہ جہالت بے علمی یا کم علمی کا پردہ ہوتا ہے جو انسان کی عقل و فہم پر پڑا ہوتا ہے بے علم کا شمار حیوانوں میں ہوتا ہے۔ اور کم علم والے اگر کم علمی کا احساس کریں اور حصول علم کی طرف مائل رہیں تو بے ضرر ہو سکتے ہیں الا اگر صاحبان علم و فراست کی ہمسری کریں تو باعث خطر ہوتے ہیں۔

پردہ دل انسان کا دل مرکز انوار الہٰی کہا جاتا ہے نشو و نما اور گرد و پیش کے ماحول سے اس پر حجابات حائل ہو جاتے ہیں۔ طلب دنیا اور حرص و آز کی آلودگی سے کثیف ہو جاتا ہے۔ جو لوگ تلاش حق میں ریاضت اور مجاہدہ کرتے ہیں ان کے حجابات بتدریج

ہٹتے جاتے ہیں اور اُن کے دل خیال غیر حق سے پاک ہو جاتے ہیں۔ یہ
فقرا اور اولیاء اللہ کہلاتے ہیں۔ فی زمانہ یہ ریاضت اور مجاہدہ نایاب
ہو چکا ہے۔ اور حقیقی فقرا اور اولیا اللہ کا پتہ نہیں چلتا۔ بالعموم درجہ
فقر و ولائیت اتفاقیہ طور پر حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس کے حصول کے لئے
بھی علم و عمل کی ضرورت ہوتی ہے اور دنیا سے بہت کچھ دستکشی کرنا
پڑتی ہے تب کہیں پردہ ہائے دل ہٹتے ہیں۔

پردہ غفلت۔ یہ نہائیت حیرت انگیز اور عبرتناک پردہ ہے جو
باوجود فہم و فراست انسان کو ایسا جکڑے رہتا
ہے کہ تادم مرگ ہٹائے نہیں ہٹتا۔ اس کی تصریح و وضاحت کے
لئے ایک کتاب درکار ہوگی۔ یہاں صرف معدودے چند مثالیں پیش کی
جاسکتی ہیں۔ دُنیا میں انسان جس طرح اپنا عارضی سفر انجام دیتا ہے
اور ہمیشگی کے سامان مہیا کرنے میں منہمک رہتا ہے اُس کو ہر شخص جانتا
اور مانتا ہے سرمایہ داری کی ہوس ہے کہ ہر انسان کو گھیرے ہوئے
ہے۔ اس کے لیئے وہ جو کچھ کرتا ہے خود جانتا ہے اور دوسرے بھی
جانتے ہیں۔ کتنے فریب کیسی کیسی دغائیں۔ کیسے کیسے جھوٹ سے دولت
حاصل ہوتی ہے اور یہ سب کچھ اپنے ہی ہم جنس انسانوں پر ظلم و جبر سے
میسر آتی ہے پھر جب موت آتی ہے تو دولت دنیا کی دنیا میں رہ
جاتی ہے اور اپنا نامہ اعمال ساتھ جاتا ہے بغیر محنت مزدوری کے چاہا
جاتا ہے کہ دوسروں کا مال ہتے چڑھ جائے اس لیئے انسان چوری اور

ڈکیتی کرتا ہے۔ جذبۂ نفسانی کی خاطر آبرو ریزی پہ اتر آتا ہے انفرادی طور پر اگر انسان اپنا جائزہ لے اور انصاف سے غور کرے تو اس کو اپنا عذاب و ثواب اچھی طرح واضح ہو جائے گا اکثر اپنے افعال پہ انسان خود نادم ہوتا ہے لیکن جلدی ہی پردہ غفلت پڑ جاتا ہے اجتماعی زندگی میں انسان درندگی سے قریب تر ہوتا جاتا ہے۔ موحد ہو یا ملحد بت پرست ہو یا آتش پرست اخلاقی تعلیم قریب قریب ہر مذہب میں یکساں ہے کوئی مذہب نہیں کہتا کہ انسانی خون خود انسان کے ہاتھوں بے دریغ بہتا رہے لیکن ملک گیری کی حرص۔ کمزور کی ملکی پیداوار پر ہاتھ مارنے کی ہوس ایک قوم کو دوسری قوم پہ اور ایک مذہب کو دوسرے مذہب بلکہ خود اپنے ہی ہم مذہب پر قوت و اقتدار حاصل کرنے کی آرزو کسی قوم اور اہل مذہب کو چین سے بیٹھنے نہیں دیتی۔ تمدن میں ترقی اور انسانی ارتقاء کا صحیح مفہوم یہ ثابت ہوا ہے کہ انسان زیادہ سے زیادہ بربریت اور درندگی کا شکار ہوتا چلا جائے۔ درندگی اور بربریت کے لحاظ سے انسان حیوان سے بدتر ثابت ہو چکا ہے اس کی خونی داستان ایسی الم ناک اور دہشت انگیز ہے کہ وحوش و طیور بھی لرزہ براندام ہیں۔ اس کی اپنی تخلیق و ایجاد روزانہ ایک نیا آلۂ قتل مہیا کرتی رہتی ہے۔ توپیں محض اس وجہ سے بنائی گئیں کہ اس ذریعہ سے انسانوں کی کثیر سے کثیر تعداد بیک وقت ہلاک ہو جاتے۔ ان کا اور کوئی دوسرا مصرف نہیں ہے۔ مشین گنیں محض

اس لئے ایجاد کی گئیں کہ انسان سے لدے ہوئے جہاز پاش پاش ہو کر ڈوب جائیں۔ ایٹم بم کی تخلیق کی غرض صرف یہ ہی ہے کہ ملک کا ملک صفحۂ ہستی سے اڑا دیا جائے اور انسان کے ساتھ ساتھ تمام زندگیاں فنا ہو جائیں ریلیں اور ہوائی جہاز انسانی وسائل و ذرائع بہم پہنچانے کے لئے نہایت مفید چیزیں ہیں لیکن ان کے اصلی فوائد انسانی خونریزیوں میں مزید اضافہ اور ترقی کی شکل میں نمودار ہیں۔ کوئی جانور کوئی حیوان اور کوئی درندہ بلکہ تمام دنیا کے وحشی اور خونخوار مل کر بھی انسان کی بربریت اور خونریزی کا ذرا بھی مقابلہ نہیں کر سکتے۔ مجموعی طور پر دنیا میں سوائے ظلم و جبر، خونریزی اور غارت گری کے جماعت انسانی میں ذرہ برابر بھلائی باقی نہیں ہے اور نہ آئندہ کبھی ایسی امید کی جاسکتی ہے انسان کی تاریخ بہ حیثیت انسان نہایت نفرت انگیز اور بھیانک ہے خود انسان کی اپنی تحقیقات نے ظاہر کیا ہے کہ سنہ ۱۴۹۶ قبل مسیح سے سنہ ۱۹۳۰ عیسوی تک صرف دوسو ستاسی سال امن سے بسر ہوئے بقیہ تین ہزار ایک سو بارہ سال برابر جنگ رہی۔ مابین سنہ ۱۵۰۰ قبل مسیح و سنہ ۱۸۶۰ عیسوی کوئی آٹھ ہزار صلحنامے امن و دوام کے لئے مرتب ہوئے۔ مگر ان ناقابل شکست معاہدوں کی اوسط زندگی صرف دو سال سے زیادہ نہیں ہوئی۔ یونان ۔ روم وسط یورپ ۔ جرمنی ۔ اطالیہ ۔ فرانس ۔ برطانیہ ۔ ہالینڈ و بلجیم اندلس اور روس نے سنہ ۵۰۰ قبل مسیح سے سنہ ۱۹۲۵ تک نو سو دو لڑائیوں میں باقاعدہ طور پر حصہ لیا ۔ لطف یہ ہے کہ ان محاربات دیگر

سنہ ۱۹۱۴ء کی اول جنگ دنیا میں یہ معصوم اقوام صرف اس نیت
سے نبرد آزما ہوئی تھیں کہ آئندہ کے لئے قطعی طور پر جنگ کا خاتمہ ہو جائے
گا۔ تیس سالہ جنگ (سنہ ۱۶۱۸-۴۸ء) میں جرمنی کے ایک کروڑ بیس لاکھ باشندے
ضائع ہوئے تھے۔ سیکسنی میں نو لاکھ ہلاک ہوئے تھے اور ورٹمبرگ
کی آبادی ۹ لاکھ سے گھٹ کر پچاس ہزار رہ گئی تھی۔ نپولین کی لڑائیوں
میں ایک کروڑ فرانسیسیوں سے کم ہلاک نہیں ہوئے تھے۔ نپولین کی اس
ساڑھے لاکھ کی بہترین فوج میں سے جو روس کو فتح کرنے کے لئے روانہ ہوئی
تھی صرف بیس ہزار جانبر ہوئے تھے۔ امریکہ کی سول وار (جنگ رعایا)
میں شمالیوں کے تین لاکھ اور جنوبیوں کے پانچ لاکھ آدمی کام آئے تھے
اور منجملہ ڈیڑھ لاکھ برطانوی سپاہیوں کے بیس ہزار ہلاک ہوئے تھے
ہندوستان کے غدر (سنہ ۱۸۵۷ء) اور چین کی جنگ (سنہ ۱۸۵۷ء) میں
دس ہزار اتلاف جان ہوا تھا۔ فرانس اور اطالیہ کی جنگ (سنہ ۱۸۵۹ء)
میں پچاس ہزار مہلوک ہوئے تھے۔ آسٹریا اور پروشیا کی جنگ (سنہ ۱۸۶۶ء)
میں مہلوک و مجروح کی تعداد چار لاکھ تھی۔ روس اور ترکی کی جنگ (سنہ ۱۸۷۷ء) میں بارہ
پچاس ہزار جانیں ضائع ہوئی تھیں۔ فرانس اور پروشیا کی جنگ (سنہ ۱۸۷۰ء) میں دو لاکھ نوے
ہزار نذر اجل ہوئی تھی۔ اول جنگ دنیا (سنہ ۱۹۱۴ء) میں ایک کروڑ ہلاک اور ۲ کروڑ مجروح ہوئے
تھے اور انفلوئنزا کی وبا میں جو بعدہ بطور نتیجہ جنگ پھیل گئی تھی مزید ایک کروڑ
فوت ہوئے تھے۔ اس جنگ میں ان لوگوں کی تعداد جو براہ راست شریک یا
وابستہ جنگ تھے۔ سات کروڑ تھی۔ اطالیہ نے سنہ ۱۹۳۵ء میں ملک حبش

میں ساڑھے تین لاکھ آدمی پہنچاتے تھے۔ چودہ ہوائی اڈے دس ہزار نو سو پانچ پانی اور ایندھن کے ذخائر استعمال کئے چھ سو سینتیس ہوائی جہازوں سے ایک ہزار ٹن بم گرائے اور مشین گنوں سے ایک لاکھ پچپن ہزار سامان آتشیں کے فیر کئے تھے جاپان نے چین کے خلاف ۱۹۳۷ء میں جو جنگ چھیڑی تھی۔ اس میں جولائی ۱۹۳۸ء تک جاپان کی دس لاکھ مسلح فوج برسرپیکار تھی۔ اسی سال اس کے اتلاف جان کی تعداد نوے ہزار ہلاک اور ایک لاکھ مجروح تھی۔

دوسری جنگ دنیا جس کا آغاز ۱۹۳۹ء میں ہوا اس میں جو کچھ اتلاف جان و مال ہوا وہ بیرون از قیاس ہے مالی تباہی کے اعداد بھی کچھ کم عبرت ناک نہیں ہیں۔ نپولین کی لڑائیوں میں ایک ارب بیس ہزار پاونڈ صرف ہوئے تھے۔ امریکہ کی سول وار کے مصارف چوہتر کروڑ پاونڈ کے قریب تھے۔ جنگ کریمیا کا خرچ تیس کروڑ پچاس لاکھ پاونڈ تھا فرانس و پروشیا کی لڑائی میں بشمول تاوان جنگ پچاس کروڑ ساٹھ لاکھ پاونڈ صرف ہوئے تھے۔ اسپین (اندلس) اور امریکہ کی جنگ (۱۸۹۸ء) میں ممالک متحدہ امریکہ کے پانچ کروڑ پاونڈ اور اسپین کے پینتیس ہزار پاونڈ روپیہ خرچ ہو گئے تھے۔ اول جنگ دنیا میں تقریباً اسی ارب پاونڈ خرچ ہوئے۔ یہ رقم فرانس اور بلجیم کو معہ ان کی کل مکانات کے پانچ گنا زائد قیمت پر خرید لینے کے لئے کافی تھی۔ صلحنامہ پر دستخط ہو جانے کے پانچ سال بعد تا دار مرکزی حکومتیں تقریباً ستر لاکھ فوجی پنشنیں ادا

کر رہی تھیں۔ اسی اول جنگ دنیا کے اختتام پر حکومت برطانیہ نے بچا کھچا
سامان جنگ چھ یا سٹھ کروڑ پچاس لاکھ پاؤنڈ میں فروخت کیا تھا۔ اطالیہ
نے ۳۶-۱۹۳۵ء میں ملک حبش میں پانچ کروڑ تیس لاکھ فیٹ خیموں کی
لیے پانچ چھ کروڑ بیس لاکھ فیٹ مختلف قسم کا کپڑا استاسی ہزار گھوڑے
خچر تیرہ ہزار پانچ سو موٹر گاڑیاں گیارہ ہزار پانچ سو مشین گنیں چار لاکھ
پچاس ہزار رائفلیں آٹھ سو نو توپیں۔ تین سو فولادی گاڑیاں، دو سو بیڑہ
[illegible] پانچ ہزار پانچ سو ٹیلی فون (معہ دو ہزار میل تار) اور ایک ہزار اکیاسی
بے تار برقی کے سیٹ استعمال کیے تھے۔ ان تمام مصارف کے مقابلہ میں وہ
اخراجات جو دوسری جنگ دنیا میں ہوئے کہیں زیادہ ہوش ربا ہیں۔ اس
عظیم دولت کا کوئی حصہ اس بلیک ڈیتھ میں جو چودھویں صدی کے وسط
میں یورپ پر نازل ہوئی اور جس میں ڈھائی کروڑ نفوس نذر اجل ہو گئے
کچھ کام نہ آیا۔ ۱۷۱۱ء میں کوپن ہیگن میں تیئیس ہزار اشخاص طاعون
سے مرے اور اس سے کہیں زیادہ تعداد ان لوگوں کی تھی جو ۱۸۹۰ء میں
نم رنگ میں ہیضہ کا لقمہ بن گئے۔ جاڑے بخار میں بیس لاکھ نفوس سالانہ
مر جاتے ہیں۔ صرف پروشیا میں ۱۸۱۶ء سے ۱۸۶۵ء تک ہیضہ
اور چیچک میں ساٹھ لاکھ اموات ہوئی تھیں۔ کلکتہ کے سرکاری اعداد و
شمار سے واضح ہوا تھا کہ گیارہ لاکھ پچاس ہزار اموات کے اسباب جو صوبہ
بنگال میں ہوئیں ان میں چار لاکھ ساٹھ ہزار جاڑے بخار سے تین لاکھ ساٹھ
ہزار دیگر قسم کے بخار سے۔ ساٹھ ہزار ہیضہ سے پچیس ہزار چیچک سے

تیس ہزار دق سے۔ پچیس ہزار پیچش سے فوت ہوئے اور تقریباً پانچ ہزار انسان جنگلی درندوں کا شکار ہو گئے یہ بھی دریافت ہو چکا ہے کہ ہندوستان میں سانپ کے کاٹنے سے تقریباً چالیس ہزار سالانہ اموات واقع ہوا کرتی ہیں۔ اور وہ تعداد جو قحط اور بھوک کی نذر ہو جایا کرتی ہے کہیں زیادہ ہوتی ہے اس تذکرے سے بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ انسان کا مال و زر اور حکومتوں کی دولت خود انسان کے قتل و غارت میں کہاں تک کام میں لائی جاتی ہے اور حفظِ جان سے کیسی بے اعتنائی برتی جاتی ہے حفظ ناموس کا بھی عجیب انداز ہے جن ممالک میں لڑکیوں کی پیدائش زیادہ ہوتی ہے وہاں تعداد ازدواج میں اضافہ کر دینے کے بجائے ناجائز پیدائشوں کا سلسلہ روز افزوں ہونا مباح کر لیا گیا ہے۔ ان ناجائز پیدائشوں کا تناسب یہ ہے کہ سویڈن میں ہر سات میں ایک۔ ڈنمارک میں ہر دس میں ایک۔ جرمنی میں ہر گیارہ میں ایک انگلستان میں ہر تینتیس میں ایک۔ بلجیم میں ہر چھبیس میں ایک۔ اور جاپان میں ہر گیارہ میں چار ناجائز اولادوں کی پیدائش ہوا کرتی ہے۔

مسٹر تھر کیتھ کے بقول پچاس میں سے ایک شخص بھی خواہ مرد ہو یا عورت اپنا دماغ اصلی قوت سے نصف کے بقدر بھی کام میں نہیں لاتا ہے لیکن غور کیا جائے تو یہ سب کچھ "در پردہ غفلت" کے نتائج ہیں۔ مجموعی طور پر جنس انسان کو نظر غائر سے دیکھا جائے تو اس کی تصویر سب سے زیادہ وحشیانہ اور بھیانک معلوم ہو گی۔ تعلیمات کے لحاظ سے یہ تمام دنیا پہ

قابو یافتہ ہوتے ہوئے بھی کسی جاندار کو ہلاک کرنا ظلم سمجھتا ہے اپنا ہم جنس
ہاتھ اٹھانا بھی داخل گناہ خیال کرتا ہے۔ ایک دوسرے کی مصیبت میں کام
آنا۔ سچ بولنا۔ عبادت کرنا۔ چوری۔ زنا اور دیگر افعال قبیحہ سے پرہیز رکھ
ہر قسم کی خونریزی سے باز رہنا عین سعادت اور ذریعہ نجات قرار دیتا ہے
طرفہ یہ ہے کہ جو قوم جس قدر زیادہ حسن عمل اور ایثار نفسی کی تبلیغ کرتی ہے
وہی نسبتاً زیادہ خونخوار و مردم کش نظر آتی ہے دنیا کی تمام زندگیوں کو
ہلاک کرنے والی اور خود اپنی ہی جنس کو بے دریغ تہ تیغ کرنے والی۔ او
بے گناہوں کے خون سے ہاتھ رنگ کر فخر کرنے والی۔ روز و شب انسانی خو
سے ہولی کھیلنے کی آرزومند صفحۂ ہستی پر اگر کوئی جنس ہے تو وہ صرف
اور تنہا جنس انسانی ہے درندہ ایک جان لے کر اپنی سیری کر لیتا ہے فطرت
نے اس کی یہ ہی غذا بنائی ہے لیکن وہ بھی فطرت سے آگے نہیں بڑھتا اور نہ د
و رات دوسرے جانوروں کو بلا سبب ہلاک کرتا پھرتا ہے حضرت انسان
فطرت عجیب تر ہے ان کو انسانی گوشت و پوست کی ضرورت نہیں ان کی تعلی
اخلاق حمیدہ کی آئینہ دار ہے لیکن ظلم و شقاوت ان کی گھٹی میں پڑی ہے
انسانی خونریزی سے ان کا دل کسی طرح نہیں بھرتا۔ جب تک نئی طرز اور نئے طریق
کی داستان خونریزی سے اپنے کارنامے مرتب نہ کریں اس وقت تک کسی پہ
چین نہیں پڑتا۔ ہزارہا سال کی تاریخ کا لب لباب اور واحد نتیجہ یہ ہی نکلتا
کہ انسانی خون بہانے سے انسان کی پیاس بجھاتے نہیں بجھتی جوں جوں خون بہا
ہے اتنی ہی زیادہ اس کی تشنگی بڑھتی جاتی ہے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اس کی

خونریزی کی حد اور انجام کیا اور کہاں ہے یہ ہی پردہ غفلت ہے۔

پردہ اسلامی

مذہب اسلام میں مرد اور عورت دونوں کے واسطے ستر پوشی کے احکام ہیں۔ عورتوں کے لئے قید و پردے کا حکم نہیں ہے وہ اعمال و افعال میں آزاد و مختار کی گئی ہیں۔

مسلمان بادشاہوں نے جا بجا ایرانی رواج حرم اختیار کر لیا اور تعداد ازدواج کی کوئی حد مقرر نہیں کی۔ کثرت ازدواج کی بنا پر ان کے لئے لازمی ہو گیا کہ وہ اپنی عورتوں کو گھروں کے اندر قید رکھیں۔ کیونکہ اُن عورتوں کا بیشتر حصہ عمر تجرد میں گذرتا تھا۔ بادشاہوں کی دیکھا دیکھی وزراء نے بھی یہ ہی طریقہ اختیار کر لیا۔ پھر امرا کیوں پیچھے رہ جاتے۔ لہذا انہوں نے بھی عورتوں کو قید رکھنا شروع کر دیا۔ غریب طبقہ کی عورتیں بدستور آزاد و بے پردہ نکلتی رہیں۔ اس کے علاوہ مسلمانوں نے جب بہ حیثیت فاتح کسی ملک میں قیام کیا تو اپنی مستورات کو عوام کی نظر سے بچانے کے لئے باپردہ اور پردہ نشیں بنا لیا۔ باوجود اس کے اکثر ممالک اسلامی ایسے ہیں جہاں کبھی پردہ نہیں ہوا۔ چنانچہ پردہ اسلامی کی کوئی مجوزہ و معینہ صورت نہیں ہے۔ ہر ملک میں اپنا اپنا رسم و رواج ہے بعض بعض ملک میں یا تو اتنی سختی اور احتیاط نہیں ہے یا سرے سے پردہ ہوتا ہی نہیں ہے اس اختلاف احوال کی وجہ بھی یہ ہی ہے کہ اسلام نے عورتوں کو مقید رکھنا یا سوائے معینہ و مقررہ ستر پوشی کے باپردہ رکھنا جائز قرار نہیں دیا۔ ہندوستان میں اس مسئلہ میں اختلاف رائے ہے ایک گروہ حامیانِ پردہ کا اور دوسرا مخالفین پردہ کا۔ اول الذکر مروجہ پردے

کو فرض ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ لہذا جب فرض کے درجہ پہ پہنچتا ہے تو تمام دنیا کے مسلمانوں پہ اپنا سارسم و رواج اختیار کرنے کا فرض عائد کرتا ہے اور اس سعی میں ہر چہار جانب سے اس کو مایوسی ہوتی ہے دوسرا گروہ پردے کے قطعی خلاف ہے وہ آزادیٔ عمل کے ساتھ بعض قواعد حیا کو بھی پس پشت ڈال دیتا ہے۔ المختصر اسلام میں کوئی آئین و قانون پردے کا ایسا نہیں ہے جس کا اخلاق تمام دنیا کے مسلمانوں پہ ہو سکے۔ چنانچہ سوائے حدود ستر پوشی اور قیود حیا و شرم کے مسلمانوں میں کوئی چیز مثل پردہ اسلامی کے موجود نہیں ہے۔

پردہ غیب یا پردہ تقدیر ایسی آرزو کا پورا ہو جانا جس کی بظاہر کوئی امید و توقع باقی نہ رہے " پردہ غیب یا پردہ تقدیر " سے بار ور ہونا کہا جاتا ہے بعض دور از قیاس اور اتفاقیہ باتیں ایسی پیش آجاتی ہیں جن کو تقدیر سے منسوب کیا جاتا ہے گویا پردہ غیب سے ظہور میں آجاتی ہیں۔ انسان کی اکثر آرزوئیں باوجود سعی و عمل پوری نہیں ہوتیں الا جب ایسی کوئی تمنا خلاف امید پوری ہو جاتی ہے تو بجا طور پر کہا جاتا ہے کہ:۔

الحمدللہ ہر آں چیز کہ خاطر می خواست

آخر آمد ز پس پردہ تقدیر پدید

باب دوم

قبل القرآن

نزول قرآن سے قبل پچھلی امتوں اور انبیائے بنی اسرائیل کے متعلق قوم یہود میں کثرت سے ایسے قصے رائج ہو گئے تھے جو بعید از عقل اور بیرون از قیاس تھے یہودی جب داخل اسلام ہوئے تو انہوں نے وہ سب قصے تفسیر قرآن میں درج کر دیئے یہ قصے عجیب و غریب افسانوی کیفیت پر مشتمل ہونے کی وجہ سے مذاقِ عام کے لئے نہایت دلچسپ اور داعظین کے لئے موثر اور جاذب خیال ہو گئے۔ اور ایسی شہرت و فروغ حاصل کیا کہ تفسیریں ان کہانیوں سے بھر گئیں۔ مثلاً ابوجعفر محمد بن جریر کی تفسیر کو محدثین و فقہا بہت عمدہ و بہتر سمجھتے ہیں لیکن اس تفسیر میں بھی بعض خیالی قصے موجود ہیں یعنی اس میں مذکور ہے کہ بابل میں ایک بدکار عورت تھی جو اسم اعظم کے زور سے آسمان پر چلی گئی۔ اور وہاں ستارہ بن گئی پھر اس کے لئے نبوت و سند پیش کی گئی ہے قرآن پاک میں یہ قصے مختصر طور پر مذکور ہیں اور جس قدر مذکور ہے وہ بالکل صحیح اور قرین عقل ہے یہاں اختصار کے باوجود کچھ خلاف عقل افسانے بھی درج کر دئیے ہیں۔ لیکن استدلال اسی حصہ پر کرنا چاہیئے جس کی تائید میں آیات الہٰی تحریر کی گئی ہیں۔

حضرت آدمؑ و حوّاؑ بی بی حوّا کے پردے کا کوئی اہتمام حضرت آدمؑ سے نہیں تھا۔ البتہ دونوں کے ستر کا پردہ تھا۔ قصّہ مختصر یہ ہے کہ بی بی حوّاؑ نے جب ایک دانہ گندم کھا لیا اور حضرت آدمؑ کو کھلانے سے مایوس ہوئیں تو ایک پیالہ شراب کا بہشت سے لا کر پلایا آدمؑ نے بحالت بے ہوشی بی بی حوّا سے دو دانہ گندم لئے اور کھا گئے۔ یہ ہی لغزش واقع ہوئی۔ ہنوز وہ دانے حلق کے نیچے نہیں اترے تھے کہ تاج ان کے سر سے اڑ گیا۔ تخت سے گر پڑے اور دونوں ننگے ہو گئے۔

سورۃ الاعراف میں ارشاد ہوا ہے۔

فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ

پس اُن دونوں نے جو درخت کو چکھا دونوں کے پردے کا بدن ایک دوسرے کے روبرو بے پردہ ہو گیا اور دونوں اپنے اوپر جنت کے پتے جوڑ جوڑ کر رکھنے لگے۔

پہلی صورت جو لغزش سے پیش آئی وہ یہ تھی کہ دونوں ننگے ہو گئے یہ بات بھی ظاہر ہے کہ ننگا ہو جانا دونوں کو معیوب معلوم ہوا۔ اور احساس شرم و حیا کا پیدا ہوا جب ہی تو ستر پوشی کے لئے جنت کے پتے جوڑ جوڑ کر رکھنے لگے۔ ایک پتہ یہ بھی چلتا ہے کہ دونوں کی ستر پوشی کے لئے کوئی لباس تھا۔ چنانچہ اسی سورۃ اعراف میں فرمایا گیا ہے کہ:۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ — اے اولادِ آدم ہم نے تمہارے لئے

لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ؕ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ ؕ

لباس اتارا جو تمہاری پردہ داریوں کو چھپاتا ہے اور جو موجب زینت بھی ہے اور تقویٰ (پرہیزگاری) کا لباس یہ اس سے بڑھ کر ہے۔

اس آیت کو مذکورہ بالا آیت کے ساتھ غور کیا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت آدمؑ و بی بی حواؑ کی ستر پوشی کے لئے اللہ تعالیٰ نے لباس مہیا فرمایا تھا جو باعث زینت بھی تھا۔ جب حضرت آدمؑ سے لغزش واقع ہوئی۔ تو تخت و تاج کے علاوہ لباس و زینت سے بھی محروم کر دیئے گئے۔ پھر دونوں نے پہلی کوشش یہ کی کہ وہ اپنے اپنے ستر کو چھپالیں۔ چنانچہ باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ستر پوشی اور زینت کے لئے لباس ضرور اتارا گیا ہے لیکن سب لباسوں سے بڑھ کر لباس تقویٰ اور پرہیزگاری کا ہے اور اس میں کوئی شک و شبہ بھی نہیں کہ اعمال صالح اور اللہ و رسول کی فرمانبرداری کے مقابلہ میں لباس ظاہری کی کیا وقعت ہو سکتی ہے لہٰذا سب سے زیادہ ضروری فرض یہ ہوا کہ احکام و قانون الٰہی کی اطاعت و تعمیل کی جائے۔ ظاہر ہے کہ اس اطاعت و تعمیل کے ہوتے ہوئے کوئی مرد اور کوئی عورت فواحش و بدکاری کا خیال بھی نہیں لا سکتی لیکن اگر اطاعت و تعمیل احکام ہی کا خیال چھوڑ دیا جائے تو ظاہری مدافعت ہرگز کام نہیں آسکتی اور ہزار پردے اور قید مکان کی بند شیں کی جائیں بے حیائی اور بے شرمی جا نہیں سکتی۔ اصل چیز ہے کہ

احکامِ خداوندی کی تعمیل اور جزا و سزا کا خوف طاری رہے اگر یہ نہیں ہے تو دینوی قید و بند بیکار بلکہ تقویٰ کا ردِ عمل ہے اور احکامِ الٰہی کی خلاف ورزی کرنے کا کھلا ہوا چیلنج (اعلان) ہے۔

قابیل و اقلیما اور ہابیل و غازہ

مروی ہے کہ بی بی حوّا ایک سو بیس اور بروایتے دیگر ایک سو اسی مرتبہ جنیں۔ سوائے ایک مرتبہ کے ہر بار اُن کے ایک بیٹا اور ایک بیٹی پیدا ہوا کرتی تھی۔ پہلے بیٹے کا نام قابیل اور بیٹی کا نام اقلیما تھا۔ دوسرے بیٹے کا نام ہابیل اور بیٹی کا نام غازہ تھا۔ کسی بہن بھائی کا ایک دوسرے سے پردہ نہیں تھا۔ اقلیما خوبصورت تھی۔ لیکن غازہ خوبصورت نہیں تھی جب یہ اولاد بڑی ہوئی تو جبرئیل آئے اور آدمؑ سے کہا کہ دونوں بھائیوں کو ایک ایک بہن کے ساتھ اس طرح بیاہ دیں کہ قابیل کی بہن کا ہابیل کے ساتھ اور ہابیل کی بہن کا قابیل کے ساتھ نکاح کر دیں۔ قابیل نے اس سے انکار کیا۔ اور کہا کہ میری بہن اقلیما صاحبِ جمال ہے میں اس کو ہابیل کو نہیں دونگا۔ لیکن بالآخر حضرت آدمؑ نے بموجب حکمِ الٰہی قابیل کی بہن کی شادی ہابیل کے ساتھ اور ہابیل کی بہن کی شادی قابیل کے ساتھ کر دی۔ قابیل نے ہابیل پر زور دیا۔ کہ وہ اقلیما کو طلاق دے دے حضرت آدمؑ نے دونوں بھائیوں کو حکم دیا کہ کوہ منا پر جا کر قربانی کریں جس کی قربانی مقبول ہوگی۔ اقلیما اسی کی زوجیت میں دے دی جائے گی۔ اس قربانی کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہابیل کی قربانی مقبول ہوئی۔ قابیل اس پر بھی نہ مانا اور ہابیل سے کہا کہ میں تجھ کو مار ڈالوں گا۔ ایک دن جب ہابیل

سو رہا تھا۔ قابیل نے پتھر مار کر اس کو قتل کر دیا یہ ہی سب سے پہلا قتل انسان ہوا۔ جس پر وحوش و طیور نے گریہ کیا اور کہنے لگے کہ آدمی زاد سے بھاگنا چاہیئے کہ یہ ظالم ویسے دغا اپنے بھائی کو مار ڈالتے ہیں۔ اس قصہ میں شادی کا ایک اور نمونہ بھی مذکور ہے جس مرتبہ بی بی حوّا کے صرف ایک اولاد پیدا ہوئی تھی۔ تو وہ شیثؑ تھے۔ جب حضرت آدمؑ بیمار ہوئے تو انہوں نے شیثؑ کو حکم دیا۔ کہ وہ اُن کے واسطے میوے کے لیئے دعا کیا کریں۔ شیثؑ نے پہاڑ پر جا کر دعا کی۔ جبرئیلؑ میوے لائے اور ایک حور بھی لائے۔ اس حور سے شیثؑ کا نکاح ہوا۔ اور کہا جاتا ہے کہ انہیں کی نسل سے نبی اکرمؐ ہیں۔ اس کل قصہ سے واضح ہو جاتا ہے کہ مرد و زن میں کوئی مغائرت اور پردہ نہیں تھا۔ قصہ کوتاہ آدمؑ کے بعد شیثؑ اور شیثؑ کے بعد نوشؑ اور نوشؑ کے بعد قینان اور قینان کے بعد مہلائیل خلیفہ ہو کر دینِ پاک چلاتے رہے۔ بیان کیا گیا ہے کہ مہلائیل کے برابر تمام دنیا میں کوئی خوبصورت نہ تھا۔ ان کا بیٹا ایزد سب سے بزرگ گذرا۔ مہلائیل کی وفات کے بعد جو لوگ مہلائیل کی زیارت کو آتے تھے۔ وہ اُن کو نہ پا کر مع تحفہ تحائف واپس چلے جاتے تھے۔ اس پر شیطان نے یہ سجھائی کہ ایک صورت مہلائیل کے مشابہ بنانا چاہیئے تاکہ خلق زیارت سے محروم نہ جائے۔ اس پر لوگ راضی ہو گئے چنانچہ شیطان نے صورت بنا دی اور چہرے پر برقع ڈال دیا۔ اس قصہ کی اگر کوئی اصلیت اور حقیقت مانی جائے تو پردے اور برقع کی تخلیق و بدعت شیطانی قرار پاتی ہے کہ اطراف عالم سے خلق اللہ آتی اور برقع ہٹا کر

ورت کی زیارت کرائی جاتی اور پھر وہ لوگ واپس چلے جاتے۔ اس طرح
ب لوگ گمراہ ہو گئے اور شیطان نے ان کو بت پرستی میں ڈالدیا۔ اس
م گمراہ میں پھر ادریس پیغمبر پیدا ہوئے۔ انہوں نے دینِ پاک کی تعلیم دی
ب ادریس واصل جناں ہو گئے ان کے فرزند گریہ زاری میں مبتلا ہو گئے
یطان نے کہا کہ ان کی صورت بنائے دیتا ہوں تم اس کو دیکھا کرو۔ یہ ہی
یا۔ اور اس صورت کی پوجا شروع ہو گئی۔ رفتہ رفتہ تمام عالم میں بت
ستی پھیل گئی۔

حضرت نوحؑ اسی قوم میں سے بعدہٗ نوحؑ پیغمبر پیدا ہوئے آپ نوسو پچاس برس تک تبلیغ فرماتے رہے اور
روایتے صرف چالیس مرد اور چالیس عورتوں کے سوا اور کوئی ایمان نہ لایا
یہاں بھی عورتوں کا تلاش حق میں آزاد ہونا واضح ہے اگر ان کو اختیار فعل
ور آزادی عمل حاصل نہ ہوتی تو ایمان سے محروم رہتیں۔ یہ چالیس عورتیں
ایمان لائیں لیکن خود نوحؑ کی بی بی کفر پر قائم رہیں۔ اس نکتہ سے بھی عورت
ل آزادی اور اختیار عمل ثابت ہے ایک دن کافروں نے حضرت نوحؑ
و مار کر لہو لہان کر دیا۔ نوحؑ کی کافرہ بی بی نے اپنی قوم سے کہا۔ کہ اے
قوم تم اتنا مت مارو نوحؑ دیوانہ ہو گیا ہے جب اپنی بی بی کی یہ باتیں بے
ادبی کی سنیں۔ حضرت نوحؑ نے دعا کی جو مستجاب ہوئی اور طوفان آب
کا عذاب نازل ہوا۔ جس میں نوحؑ کا ایک مشرک بیٹا بھی ہلاک ہوا۔ سام
حام اور یافث اُن کی اولاد باقی رہی انہیں سے سب انسانی مخلوقات

سے ہے سام کی اولاد کوفہ۔ یمن۔ حجاز۔ شام اور مغرب میں متوطن ہوئی
حام کی اولاد دیگر اطراف میں آباد ہوئی۔ یافث نے ترکستان جاکر
سکونت اختیار کی۔ نوحؑ کے بعد حضرت ہودؑ دین پاک کے پیغمبر ہوئے
نئو برس تک مومن دنیا میں رہے۔ پھر ابلیس نے بت پرستی پر لگا دیا۔
ہودؑ کے زمانہ میں شداد تھا۔ شداد دوسرا بیٹا عاد کا تھا۔ اس نے تمام
رُوئے زمین کو مسخر و زیر فرمان کر لیا تھا۔ ہودؑ نے شداد کو ہدایت کی
اس نے قبول نہیں کی اور کفر سے باز نہ آیا۔ شداد نے پھر بہشت تعمیر
کی جس میں داخل ہوتے وقت ہلاک ہوا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے قوم ثمود پر
حضرت صالحؑ کو پیغمبر کر کے بھیجا۔ آپ نے ملک شام میں وفات پائی۔

حضرت ابراہیم

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ ماجدہ اور آپ
کی ازواج کا پردہ نہیں تھا۔ مروی ہے کہ نمرود بہت
وسیع ملک کا بادشاہ متکبر تھا۔ اس کو نجومیوں سے یہ معلوم ہوا کہ تین دن
کے اندر ایک لڑکا رحم مادر میں ایسا آئے گا جو نمرود کی بادشاہت کو
تباہ کر دیگا۔ نمرود نے ان ایام کے لئے تمام عورتوں کو اپنے شوہروں کے
ساتھ ہمبستر ہونا ممنوع کر دیا۔ نمرود کا چوبدار تارخ تھا۔ جو ایک ہاتھ
میں شمع اور دوسرے میں ننگی تلوار لے کر تمام رات نمرود کے سرہانے
پہرہ دیا کرتا تھا۔ جس روز حکم دیا گیا اسی شب تارخ کو عورت کی خواہش
پیدا ہوئی اور دوسری طرف تارخ کی بیوی کی بھی یہی کیفیت ہوئی۔ جو
دفور خواہش سے آدھی رات کو خوابگاہ نمرود میں پہنچگئی۔ ایک پری

نمودار ہوئی جس نے شمع و تلوار لے لی۔ اس طرح دونوں ہم بستر ہوتے اور ابراہیم نے بطن مادر میں قرار پایا۔ اس کی خبر کسی کو نہیں ہوئی۔ ابراہیم کی ولادت کے وقت آپ کی والدہ بوجہ خوف ایک میدان میں غار کے اندر جا بیٹھیں۔ وہیں حضرت ابراہیم پیدا ہوئے۔ آپ کو کپڑے میں لپیٹ کر آپ کی والدہ اسی مقام پر چھوڑ کر گھر چلی آئیں۔ آپ انگلیاں چوس کر زندہ رہے۔ ہر ہفتہ آپ کی والدہ آپ کے پاس آتی تھیں اور متعجب ہوتی تھیں کہ ایک پتھر غیب سے آکر غار کا منہ بند کر دیا کرتا تھا۔ اس طرح سات سال گذر گئے۔ پھر تارخ کو حال بتایا۔ اس نے کہا یہ لڑکا نمرود کا دشمن ہوگا۔ قصہ کوتاہ حضرت ابراہیم نے بتوں کو توڑا۔ بت پرستی اور نمرود پرستی کو روکا۔ آپ کو آگ میں ڈالا گیا جو گلزار بن گئی۔ نمرود کا وزیر ہامان تھا۔ ہامان کی بیٹی حضرت ابراہیمؑ پر ایمان لائی اور مومنہ ہوئی۔ ہامان نے لڑکی کو مار ڈالنا چاہا کہ ایک ابر آیا اور دوسرا قول ہے کہ ہوا آئی اور اس کو اٹھالے گئی۔ یہاں تک یہ بات واضح ہوگی کہ حضرت ابراہیمؑ کی والدہ اور ہامان وزیر کی لڑکی کا پردہ نہیں تھا، اور اختیار عمل حاصل تھا کہ حق و باطل میں جو چاہتیں قبول کرتیں۔ کہتے ہیں کہ آتش کدہ سے نکل کر ابراہیمؑ ملک شام کے شہر غزانتق میں وارد ہوتے دیکھا کہ خلقت ایک میدان کی طرف چلی جارہی ہے۔ دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ یہاں کے بادشاہ کی بیٹی صاحب جمال اور لاثانی ہے بادشاہ اور شہزادے اس کی آرزو میں آتے ہیں۔ وہ کسی کو قبول نہیں کرتی اور کہتی ہے کہ اپنی پسند سے شوہر کروں گی۔ سات راتیں اور دن گذر چکے ہیں وہ شاہزادی سب

کو نکل کر دیکھتی ہے مگر کسی کو پسند نہیں کرتی حضرت ابراہیمؑ بھی ہمراہ خلقت ہائے
اور ایک گوشہ میں جا بیٹھے۔ جب دوپہر ہوئی وہ شہزادی معہ منشتر خواصوں کے
آئی۔ جب حضرت ابراہیمؑ کے پاس پہنچی عاشق ہوئی۔ بادشاہ نے کہا۔ بیٹی تو نے
نیک شوہر پایا۔ مگر مرد غریب ہے کچھ فائدہ نہیں۔ چنانچہ اسی شہزادی سارہ
خاتونؓ کے ساتھ بڑی دھوم دھام سے حضرت ابراہیمؑ کی شادی ہو گئی انتخاب
شوہر کے لئے عورت کی کمال آزادی کا یہ نمونہ یاد رکھنے کے قابل ہے القصہ
ابراہیمؑ سارہ خاتونؓ کو صندوق میں رکھ کر لے چلے۔ نگہبان نے صندوق کھلوایا
اور سارہ خاتونؓ کو بادشاہ کے سامنے پیش کر دیا۔ حضرت ابراہیمؑ کو کہنا پڑا۔ کہ
یہ میری بہن ہے (از روئے اسلامیت بیوی کو بہن کہنا جائز ہے) بادشاہ نے
کہا اپنی بہن مجھ کو دیدے۔ حضرت نے فرمایا۔ وہ اپنی ذات کی مالک ہی بادشاہ
نے حمام میں بھجوا کر سارہ خاتونؓ کو لباس فاخرہ پہنوایا۔ جیسے ہی دست درازی
کا ارادہ کیا ہاتھ شل ہو گیا زیادہ بے ادبی کرنا چاہی تو زانو تک زمین میں دھس
گیا بالآخر بادشاہ نے کل سلطنت اور خزانہ حوالہ کیا تب عذاب الٰہی سے نجات
پائی حضرت ابراہیمؑ نے ایک حصہ ملک جانب کنعان خود لیا اور باقی ملک
بادشاہ کو واپس کر دیا۔ پھر بادشاہ نے اپنی لڑکی کو سارہ خاتونؓ کی خدمت کے
لیئے دیدیا۔ نام لڑکی کا بی بی ہاجرہؓ تھا۔ یہ ہی بی بی ہاجرہؓ رسول اللہ کی
دادی ہوتی ہیں۔ انہیں کے بطن سے حضرت کی نسل منسوب ہے الغرض
ابراہیمؑ معہ سارہ خاتونؓ و بی بی ہاجرہؓ کنعان گئے۔ بیت المقدس آباد کیا
پھر بابل گئے اور بحکم الٰہی نمرود کو اللہ کی تبلیغ پہنچائی وہ بدستور منکر رہا۔ کہ

مجبور ہوں نے اس کو اور اس کی قوم کو ہلاک کر ڈالا۔ وہاں سے ملک شام کا
ارادہ کیا۔ حلب ہوتے ہوئے ملک چین میں آئے وہ بادشاہ ایمان لایا۔
کنعان میں آئے وہاں ایک نہر دیکھی۔ حضرت نے فرمایا کہ وہاں کے لوگ مرتکب
فعل ردیت ہیں یعنی مرد کے ساتھ مرد اور عورت کے ساتھ عورت فعل بد کرتے
ہیں۔ چنانچہ یہ لوگ اس فعل سے باز نہ آئے اور اسی حال میں ہلاک کئے گئے
یہاں یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ قید مکان اور پردہ عورت و مرد کو فواحش
و بدکاری سے روک نہیں سکتے۔ بلکہ عورتیں قید و پردے میں رہ کر اور مرد
آزاد ہو کر ایک دوسرے سے بے نیاز اور مبتلائے فواحش ہو سکتے ہیں تاوقتیکہ
احکام الہٰی کا خوف اور پرہیزگاری اختیار نہ کریں۔ القصہ حضرت ابراہیم
کا نور ہاجرہؓ کی پیشانی پر ظاہر ہوا۔ حضرت سارہ خاتونؓ بولیں کہ مجھ کو برداشت
نہیں کہ ہاجرہؓ کے فرزند ہو اور میرے نہ ہو۔ چنانچہ سارہؓ خاتون نے بی بی ہاجرہؓ
کے کان چھید دیئے۔ الغرض جب حضرت اسمٰعیلؑ تولد ہوئے تو سارہ خاتونؓ
نے حضرت ابراہیمؑ سے کہا کہ ہاجرہؓ کو یہاں سے لیجا کر کسی ایسی جگہ رکھو جہاں میٹھے
اور آبادی نہ ہو تاکہ ہاجرہؓ آرام نہ پائیں اور میں انہیں نہ دیکھوں۔ حضرت
جبرئیل آئے اور کہا کہ جو سارہؓ کہتی ہیں وہ کرو۔ تب حضرت ابراہیمؑ نے خوشی
خوشی پہلوٹے بیٹے اور بی بی ہاجرہؓ کو اس سنسان بیابان میں آباد کیا جہاں
اب مکہ معظمہ ہے۔ اس زمانہ میں وہاں نہ کوئی جاندار تھا اور نہ پانی تھا
قرآن پاک میں ارشاد ہوا ہے
رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ — اے رب میں اپنی ذریت (کعبہ) کا ایک

بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ ؛

حصہ اس وادی میں جہاں کوئی روئیدگی نہیں آباد کرتا ہوں کہ یہ تیرے حرمت والے گھر کے پاس رہیں اور دنیا کے لئے نماز قائم کریں ۔

جب حضرت ابراہیمؑ حضرت ہاجرہؓ کو چھوڑ کر جانے لگے تو بی بی ہاجرہؓ نے کہا " اِلٰی مَنْ تَتْرُکُنَا " (ہم کو کس کے پاس چھوڑ چلے) حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا " اِلَی اللّٰہِ " (اللہ کے) بی بی ہاجرہؓ نے فرمایا " رَضِیْتُ اللّٰہ " (میں اللہ پر راضی ہوں) حضرت ابراہیمؑ کے تشریف لے جانے کے بعد بی بی ہاجرہؓ پانی کی جستجو میں صفا اور مروہ پہاڑیوں کے بیچ میں دوڑتی پھریں کہ اب یہ رکن حج ہو گیا ہے حضرت اسمٰعیلؑ کو جب جگہ لٹا گئیں تھیں وہاں پیاس سے بیقرار ہو کر حضرت اسمٰعیلؑ نے زمین پر ایڑیاں ماری تھیں جس سے پانی کا فوارہ جاری ہو گیا ہاجرہ واپس آئیں تو خدا کا شکر ادا کیا ۔ اور پانی پی کر سیر ہوئیں ۔ یہ جگہ اب چاہ زمزم سے موسوم ہے ایک دن سوداگروں کا قافلہ پانی کی تلاش میں ہو ہو تی کوہ صفا پر آیا ۔ دیکھا کہ ایک عورت پانی کے کنارے بیٹھی ہے ان لوگوں نے اس جگہ کبھی پانی نہ دیکھا تھا متعجب ہو کر ہاجرہ کے پاس آئے اور پوچھا تم کون ہو یہاں کیوں بیٹھی ہو ۔ ہاجرہؓ نے سرگزشت بیان فرمائی ۔ قافلہ والوں نے اجازت قیام چاہی اور کہا ہم تمہارے پاس بود و باش اختیار کریں تو پانی کے عوض میں تم کو سالانہ عشر دیا کریں گے ۔ بی بی ہاجرہؓ نے منظور فرما لیا ۔ اور وہ لوگ وہاں خیمہ زن ہو گئے بعد چندے حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسمٰعیلؑ اور بی بی ہاجرہؓ کو

بنے کے لئے سارہ خاتونؓ سے اجازت چاہی۔ سارہؓ نے اس شرط سے اجازت
ی کہ وہاں سواری سے نہ اترنا۔ ابراہیمؑ وہاں پہنچے تو اور کسی نے نہ پہچانا مگر
بی ہاجرہؓ نے دور سے دیکھا اور حضرت کا استقبال کر کے لے آئیں۔ آپ
رہ کے خیال سے اونٹ سے نہیں اترے۔ بی بی ہاجرہؓ نے پتھر لا کر اس پر
راہیمؑ کا پیر رکھا اور دُھلایا اور اسی طرح دوسرا پیر دُھلایا۔ وہ پتھر اب
سم خلائق کا مصلیٰ ہے اس قصہ میں سارہ خاتونؓ اور بی بی ہاجرہؓ کا پردے
مقید مکان سے کبھی کوئی واسطہ نہیں رہا۔ بی بی ہاجرہؓ اپنے نوزائیدہ بچہ
ے ساتھ بیابان میں تنہا قیام فرما رہیں۔ اہل قافلہ سے معاملہ کی گفتگو کی اور
ائے سکونت عطا فرمائی اور آزاد و بے پردہ رہتی رہیں۔

حضرت اسمٰعیلؑ کا واقعہ قربانی بالعموم مشہور ہے اس قصہ میں یہ ذکر
بل لحاظ ہے کہ شیطان نے ہاجرہؓ سے پوچھا کہ تمہارا اسمٰعیلؑ کہاں ہے، آپ نے
رمایا باپ کے ساتھ ضیافت میں گیا ہے شیطان نے کہا باپ اس کو ذبح
رنے لے گیا ہے حضرت ہاجرہؓ نے کہا معاذاللہ کبھی باپ نے بیٹے کو بے
ناہ مارا ہے۔ ابلیس بولا۔ خدا نے اس کو حکم دیا تھا۔ پھر تو ہاجرہ بی بیؓ نے
ف صاف فرمایا کہ خدا کا فرمان ہے تو میں بھی اس کی رضا پہ راضی ہوں۔
س گفتگو سے بے باکی اور جرأت نمایاں و بیّن ہے اجنبی سے بات کرنے میں
ورت کی آزادی ثابت ہوتی ہے۔

منقول ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے سات دن مسافر کی آمد و انتظار
میں کھانا نہیں کھایا تھا۔ چنانچہ حکم خدا سے بابہ نیک رُدعوان حضرت کے

پاس آئے۔ اور سلام کیا۔ حضرت نے جواب سلام دیا اور اُن کو گھر لے گئے
سارہ خاتونؓ نے ایک گائے کا بچہ اولاد کی طرح پالا تھا۔ وہ مہمانوں کے لئے پیش
کیا۔ اُس کو ذبح کر کے کھانا تیار کیا گیا اور مہمانوں کے سامنے رکھا گیا حضرت
ابراہیمؑ مہمانوں کے سامنے سر نیچا کئے باادب کھانے لگے۔ سارہ خاتونؓ
دیکھا کہ مہمان کھاتے نہیں ہیں لہذا حضرت ابراہیمؑ کو توجہ دلائی۔ مہمانوں
نے کہا بغیر قیمت ادا کئے ہم نہیں کھا سکتے۔ ابراہیمؑ نے کہا قیمت اس کی
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہے۔ اس بات سے اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوا۔ فرشتوں
نے کھانا کھایا اور کہا ہم شہرستان لوطؑ کو جائیں گے اور بشارت دیتے
ہیں کہ تمہارے یہاں فرزند تولد ہوگا۔ اس کا نام اسحاق اور ان کے بیٹے کا
نام یعقوب ہوگا۔ یہ سب گفتگو سارہ خاتونؓ کے مواجہ میں ہوئی۔

سورۃ ہود میں ارشاد ہوا ہے۔

وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ۔

اور اس گفتگو کے وقت ابراہیم کی بی بی (سارہؓ) بھی کھڑی ہوتی تھیں خوش ہو گئیں۔ تو ہم نے اُن کو بیٹے اسحٰق اور پھر اسحٰق کے بعد یعقوب کی خوشخبری دی۔

اس کے بعد قرآن پاک میں یہ تذکرہ بھی موجود ہے کہ سارہ خاتونؓ
نے اُن مہمانوں (یعنی فرشتوں) سے کہا "اے خرابی کیا میں جنوں گی۔ اور میں
بڑھیا ہوں اور یہ خاوند میرے بوڑھے ہیں" اس پر فرشتوں نے کہا

کیا تعجب کرتی ہے اللہ کے حکم سے اللہ کی مہر سے اور برکتیں تم پر اے گھر والو"
اس قصہ میں مہمانوں سے سارہ خاتونؑ کی بے پردگی اور گفتگو واضح ہے۔

حضرت لوطؑ

لوطؑ کی امت میں مردوں کے ساتھ مرد مرتکب بدفعلی ہوا کرتے تھے وہی فرشتے جو حضرت ابراہیمؑ کو خوشخبری دینے گئے تھے۔ شہرستان لوطؑ میں پہنچے حضرت لوطؑ عبادت میں تھے آپ کے بیٹیوں نے اپنے باپ کی طرف سے ان کو مہمان ہونا قبول کر لیا۔ لوطؑ نے جب عبادت سے فارغ ہو کر اُن بارہ صاحب جمال اور معطر کپڑے پہنے ہوئے کم سنوں کو دیکھا تو اندیشہ میں پڑ گئے کہ کہیں اُن کی قوم بدی نہ کرے۔ ناچار ان فرشتوں کو گھر کے اندر لے گئے لوطؑ کی بی بی کافرہ تھی اُس نے جا کر قوم کو خبر کر دی وہ قوم حضرت لوطؑ کے گھر میں داخل ہو گئی اور ان بارہ مہمانوں کو اپنے سامنے لانے کو کہا۔ حضرت لوطؑ نے فرمایا۔ سورہ ہود

قَالَ يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ ؕ اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ۝ قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِيْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ ۝	اے اپنی قوم یہ میری بیٹیاں ہیں ان سے نکاح کر لو یہ تمہارے لئے پاکیزہ تر ہیں تو خدا سے ڈرو اور میرے مہمانوں کے بارے میں میری آبرو ریزی نہ کرو کیا تم میں کوئی بھی بھلا آدمی نہیں انہوں نے جواب دیا کہ تم کو تو معلوم ہے کہ ہم کو تمہاری بیٹیوں سے کسی طرح کا سروکار نہیں اور ہمارے ارادے سے بھی تم بخوبی واقف ہو۔

قوم لوطؑ نہیں مانی اور آپ پر سختی کی حضرت جبرئیل تشریف لائے اور خبر دی کہ آپ اپنے عیال و اطفال کو لے کر اس شہر سے نکل جائیں چنانچہ حضرت جبرئیلؑ نے حضرت لوطؑ کو شہر سے نکال کر حضرت خلیل اللہ کے گھر تک پہونچا دیا۔ بعدہٗ عذاب نازل ہوا اور شہرستان لوط زیر و زبر کر دیا گیا اس قصّہ میں حضرت لوطؑ کی بی بی اور لڑکیوں کا پردہ نہیں تھا اور یہ بات بھی واضح ہوگی کہ عورتوں اور لڑکیوں کو ناکارہ یا قید کر دینے سے مردوں کی بیحیائی دور نہیں ہو سکتی اور جب تک حسنِ عمل اور احکام الٰہی کا خوف نہ ہو قید و بند سے کام نہیں چل سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ سب سے اول مردوں کی اصلاح ہونا چاہیئے۔

حضرت یوسفؑ قصّہ حضرت یوسفؑ کا مشہور ہے۔ عزیز مصر نے آپ کو مول لیا اور اپنی بی بی زلیخا کے سپرد کر دیا۔ سات برس اس طرح گذرے۔ زلیخا آپ پر عاشق تھی ایک تصویر خانہ میں آپ کو لے گئی اور اظہار عشق کیا۔ حضرت نے خوف خدا ظاہر کیا اور فرمایا کہ تیرے شوہر عزیز مصر کا مجھ پر حق ہے۔ بالآخر اس نے آپ پر تہمت لگائی لیکن خود ماخوذ ہوئی پانچ دیگر عورتوں نے زلیخا کو ملامت کی۔ زلیخا نے ان کی دعوت کی اور ہر ایک کو ایک ایک ترنج اور چاقو دیا پھر یوسفؑ کو ان کے سامنے سے نکلوایا اور حکم لیموں تراشنے کا دیا۔ وہ عورتیں حضرت کو دیکھ کر اس درجہ خود رفتہ ہو گئی تھیں کہ اپنی انگلیاں کاٹ لیں ہوش میں آئیں تو کہنے لگیں کہ یہ بشر نہیں ہے فرشتہ ہے۔ زلیخا نے یوسفؑ کو قید کرا دیا۔ زنداں میں دو ملزموں سے نے

خواب دیکھا آپ نے تعبیر بتائی اور ایک کو رہائی کی خبر دی۔ تعبیر صادق نکلی۔ ملک ریان شاہ مصر نے خواب دیکھا اس کی تعبیر کوئی نہ بتا سکا وہ ملازم جو رہا ہو چکا تھا اس نے ملک ریان کو تعبیر صحیح معلوم کرنے کے لئے حضرت یوسفؑ کا حوالہ دیا۔ آپ نے تعبیر بتائی۔ ملک ریان نے یوسفؑ کی رہائی کا حکم دیا۔ عزیز مصر نے شکایت کی کہ یوسفؑ نے خیانت کی تھی۔ یوسفؑ نے کہا کہ تحقیقات کرلی جائے۔ جب معاملہ کی تفتیش کی گئی تو برءیت یوسفؑ کی ثابت ہوئی عورتوں نے کہا:

حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْءٍ

پناہ بخدا ہم نے تو یوسفؑ پر کوئی برائی محسوس نہیں کی۔

اور خود زن عزیز نے کہا:

قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْئٰنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝

زن عزیز نے کہا اب تو سچ ثابت ہو گیا خود میں نے ہی یوسفؑ کو پھسلانا چاہا اور وہ سچا ہے۔

القصہ یوسفؑ وزیر مصر ہو گئے اور کل اختیار آپ کے سپرد ہوئے۔ زلیخا عشق میں بوڑھی اور اندھی ہو گئی تھی راہ میں یوسفؑ کے بیٹھی رہتی اور خاک پانکا کرتی تھی۔ ایک دن یوسفؑ کا گذر ہوا جب کہ زلیخا ایمان لا چکی تھی حضرت نے بھی اس کے لئے دعا کی۔ حسن و جوانی اس کی واپس آئی اور وہ باکرہ ہو گئی تب یوسفؑ نے اس سے نکاح کا قصد کیا۔ زلیخا کو اللہ سے لو لگ چکی تھی اس نے انکار کر دیا اب یوسفؑ کو نہایت بیقراری ہوئی چنانچہ

ملک ریان کی سفارش و سعی اور حکم خدا سے وہ راضی ہوئی اور باکرہ حالت میں اس سے حضرت یوسفؑ کا نکاح ہوا۔ اس تمام قصہ میں جو عورتیں مذکور ہیں وہ پردہ دار نہیں تھیں بلکہ آزاد و بے پردہ تھیں۔ یہ قصہ قرآن کی سورۃ یوسف میں بیان فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِيْ هُوَ فِيْ بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ؕ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّيْۤ اَحْسَنَ مَثْوَايَ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

اور (زلیخا) جس کے گھر میں یوسفؑ تھے اُس نے ان سے اپنا مطلب حاصل کرنا چاہا اور دروازے بند کر دیئے اور کہا کہ آؤ (یوسفؑ نے) کہا معاذ اللہ وہ (تیرا شوہر) میرا آقا ہے اس نے مجھ کو اچھی طرح رکھا ہے کیونکہ ظالموں کو کبھی فلاح نہیں ہو سکتی۔

یہاں عورت آمادہ گناہ دیکھنے میں آتی ہے اور مرد کی ثابت قدمی نظر آتی ہے۔ واضح ہو جاتا ہے کہ خشیت الٰہی پاکدامنی کی اصل و بنیاد ہے۔ حرم شاہی کی قید و بند میں بھی بدکاری ہو سکتی ہے۔ الغرض اسی حال میں جب عزیز مصر آ گیا تو زلیخا نے الزام یوسفؑ پر تھوپ دیا۔ ایک گواہ نے آزمائش یہ بتائی کہ اگر قمیص یوسفؑ کا آگے سے پھٹا ہو تو وہ خطاوار ہو سکتے ہیں اور اگر پیچھے سے پھٹا ہو تو زلیخا نے ضرور بھاگنے پر پکڑا ہے۔ قمیص دیکھا گیا تو پیچھے سے پھٹا تھا عزیز مصر نے زلیخا کا قصور پایا اور کہا:

وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ ۖۚ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕيْنَ ۝

(اے عورت) تو اپنے قصور کی معافی مانگ کیونکہ سرتاسر تیری ہی خطا تھی۔

حضرت یونسؑ حضرت یونسؑ کی بابت بیان کیا گیا ہے کہ آپ نے قوم گمراہ کے لئے بد دعا کی۔ ندا آئی اے یونسؑ جب وقت آئے گا اُن پر عذاب نازل ہو گا یونسؑ رنجیدہ ہو کر اپنی قوم کو چھوڑ کر بے رضائے الٰہی شہر سے چلدیئے اس وجہ سے مبتلائے مصیبت ہوئے جب آپ روانہ ہوئے تو آپ کے دو بیٹے اور بی بی ہمراہ تھے۔ راستہ میں ایک ندی ملی۔ ایک بیٹے کو کنارہ پر چھوڑا ایک کو کندھے پر لیا اور بی بی کا ہاتھ پکڑ کر ندی میں داخل ہوئے۔ پانی نے ایسا زور کیا کہ بی بی کا ہاتھ چھوٹ گیا اور لڑکا کندھے سے پھسل پڑا۔ کنارے پر آئے تو دوسرے لڑکے کو بھیڑیا لے جا چکا تھا۔ المختصر اس حکایت سے واضح ہے کہ حضرت کی بی بی کا پردہ نہیں تھا۔

حضرت ایوبؑ افرائیم بن یوسف کی بیٹی رحیمہؓ سے حضرت ایوبؑ کی شادی ہوئی تھی شیطان نے آپ کے ایمان کی آزمائش طلب کی۔ اللہ نے آزمائش بھیجی۔ مال و دولت آل و اولاد سب ضائع ہوئے پھر کوڑھ کے مرض میں مبتلا ہوئے۔ سوائے بی بی رحیمہؓ کے اور کوئی مونس و تیمار دار بھی نہ رہا۔ اٹھارہ سال اس طرح مبتلائے آزار رہے۔ بہ سبب تعفن و بدبو ایک بستی سے دوسری بستی کو نکال دیئے جاتے تھے۔ بالآخر رحیمہؓ نے میدان میں ایک سایہ کے نیچے لے جا کر رکھا۔ محنت شقت کر کے گاؤں سے لاتیں اور کھلاتی رہیں۔ ایک دن کچھ نہیں ملا۔ ایک کافرہ کے گھر جا کر قرض مانگا اس نے کہا تمہارے بال اچھے ہیں تھوڑے کاٹ دو تب کھانے کو دوں گی بی بی رحیمہؓ یہ سن کر رو پڑیں اور کہنے لگیں اس سے معاف رکھ کیونکہ

میرا شوہر بجائے عصا کے ان بالوں کو پکڑ کر نماز کے لئے اٹھتا بیٹھتا ہے۔ وہ کافرہ نہیں مانی۔ ناچار بال کاٹ کر دینا پڑے۔ تب شوہر کے لئے کھانے کو لائیں۔ شیطان بصورت پیر مرد حضرت ایوبؑ کے پاس پہونچا اور خبر دی کہ تیری بی بی کو چوری میں پکڑ کر سر کے بال کاٹے گئے ہیں۔ آپ بہت غمگین ہوئے اور قسم کھائی کہ اگر بیماری سے اچھا ہو جاؤنگا تو رحیمہؓ کو سو دُرے ماروں گا۔ القصہ اللہ تعالیٰ نے بعد آزمائش ایوبؑ کو شفا بخشی اور سو سینکوں کی جھاڑو سے ایک مرتبہ بی بی رحیمہؓ کو مارنے کی اجازت دی کہ اس طرح قسم پوری ہوگی

سورۃ انبیا میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ اَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ۝ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّ اٰتَیْنٰهُ اَهْلَهٗ وَ مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ ذِكْرٰى لِلْعٰبِدِیْنَ ۝	اور (اے نبیؐ) ایوب کی وہ حالت یاد کرو جب انھوں نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ مجھکو (یہ) بیماری لگ گئی ہے اور تو سب رحم کرنیوالوں سے زیادہ رحم کرنیوالا ہے تو ہم نے ان کی سُن لی اور جو دکھ ان کو تھا دور کر دیا اور ان کو ان کے اہل عطا فرمائے بلکہ ان کے ساتھ اتنے ہی اور یہ محض ہماری مہربانی تھی اور عبادت کرنے والوں کے لئے یادگار۔

سورۃ صٓ میں ارشاد ہوا ہے:

وَ خُذْ بِیَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَ لَا تَحْنَثْ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا	اور (ہم نے ایوب سے فرمایا کہ) سینکوں کا مٹھا اپنے ہاتھ میں لو اور (اپنی بی بی کو

يَعْمَ الْعَبْدُ ط اِنَّهٗ اَوَّابٌ ○ اس سے مار لو اور قسم نہ توڑو۔ بیشک ہم نے ایوبؑ کو صابر پایا اچھے بندے تھے کہ وہ رجوع تھے اللہ کی طرف

اس تمام قصہ میں بی بی رحیمہؓ کا پردہ نہیں تھا۔ کام کاج اور باہر نکل کر کسب معاش کی کامل آزادی تھی تقویٰ اور پرہیزگاری ہی قید و پردہ تھا۔

حضرت موسیٰؑ

فرعون بہ ہمراہی ہامان ملک مصر پہونچا اور شاہ مصر کو عرضی دے کر دار وغہ گورستان ہو گیا۔ اس میں زر کثیر جمع کیا اور مقربان شاہی کو رشوت دے کر کل شہر کی دار وغائی حاصل کر لی قضائے الہٰی سے وزیر مصر فوت ہو گیا۔ فرعون شاہ مصر کا وزیر مقرر ہو گیا روپیہ جمع کرتا رہا پھر ایک سال کا روپیہ شاہ مصر کو دے کر رعیت کے لئے معافی کرا لی اس طرح غریب غربا فرعون کے دعا گو اور حامی ہو گئے بعدہ دو سال کے لئے اور معافی دلائی۔ سب رعیت خیرخواہ ہو گئی بعد چندے مصر کا بادشاہ مرگیا کوئی وارث نہیں چھوڑا سب لوگوں نے فرعون کو تخت پر بٹھایا۔ فرعون نے ہامان کو وزیر بنایا ہامان کے کہنے سے علم و تعلیم کا چرچا بند کرا دیا گیا۔ کچھ عرصہ میں سب لوگ جاہل ہو گئے اور خدا کو بھی بھول گئے تب فرعون نے دعویٰ خدائی کیا اور اپنے لئے سجدے کا حکم دیا۔ قوم قبطی نے فرعون کو پوجنا شروع کیا لیکن بنی اسرائیل ایمان پر قائم رہے۔ فرعون بنی اسرائیل سے ذلیل ترین کام و خدمت قبطیوں کی کراتا تھا اور بنی اسرائیل کی عورتوں سے قبطیوں کی عورتوں کی خدمت کراتا تھا فی زمانہ یہاں کے مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ امیر عورتیں نہ صرف غریب عورتوں سے کام

خدمت لیتی ہیں بلکہ غریب عورتوں کے لیئے جائز کردیا گیا ہے کہ وہ بے پردہ رہکر باہر نکلا کریں امراء و علماء نے اس تفریق کو واجب کر لیا ہے۔ عصمت و عفت کے مسئلہ میں مساوات کہاں بظاہر یہ نمونہ قبطیوں اور بنی اسرائیل جیسا قائم ہوگیا ہے۔ الغرض صرف ایک عورت بنی اسرائیل کی حضرت آسیہؓ تھیں جو فرعون کے نکاح میں تھیں اور دین حق پر قائم تھیں۔ ایک شب فرعون نے خواب دیکھا جس کی تعبیر یہ بتائی گئی کہ تین دن کے اندر ایک لڑکا رحم مادر میں ایسا آئے گا جو مملکت فرعون کو خراب کر دیگا چنانچہ فرعون نے اُن ایام کے لیئے سب ہی کچھ احکام جاری کیئے لیکن خود فرعون کے ندیم عمران کا نطفہ قرار پا ہی گیا۔ اُس وقت عمران کا ایک بیٹا ہارون اور ایک بیٹی مریم موجود تھی پھر موسیٰؑ پیدا ہوئے اور بموجب مشیت الہٰی ان کو صندوق میں رکھکر ماں نے دریائے نیل میں ڈالدیا پھر مریم سے کہا کہ پیچھے پیچھے چلی جائے۔ فرعون اور آسیہؓ اپنے محل میں لب دریا بیٹھے تھے کہ صندوق کو آتے ہوئے دیکھا۔ قریب آیا تو فرعون نے پکڑنا چاہا۔ اُس کو نہیں ملا۔ لیکن بی بی آسیہؓ کو مل گیا۔ کھولا تو اس میں بچہ نظر آیا۔ فرعون اور آسیہؓ نے پرورش کیا۔ موسیٰؑ کی بہن کو جو پیچھے پیچھے آرہی تھی سب حال معلوم تھا۔ موسیٰؑ نے کسی عورت کا دودھ نہیں پیا۔ تب مریم نے کہا اجازت ہو تو میں تم کو دایہ لادوں۔ بعد اجازت اس سبیل سے موسیٰؑ کی والدہ بطور دایہ پہنچ گئیں اور انہیں نے دودھ پلایا۔

سورۃ طٰہٰ میں ارشاد ہوا ہے۔

إِذْ تَمْشِي أُخْتُكَ فَتَقُولُ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ مَن يَكْفُلُهُ ۖ فَرَجَعْنَاكَ إِلَىٰ أُمِّكَ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ۚ

جب کہ تمہاری (موسیٰؑ کی) بہن کہتی چلی جا رہی تھی کہ (کہو تو) میں تم کو ایک ایسی دایہ بتادوں جو اس کو پال لے اور (اسی طرح) ہم نے تم (موسیٰؑ) کو پھر تمہاری ماں کے پاس پہنچایا تاکہ انکھیں ٹھنڈی رہیں اور رنج نہ کریں۔

اس تذکرے سے واضح ہے کہ موسیٰ کی والدہ اور آپ کی بہن مریم کا پردہ نہیں تھا اور اپنے افعال و اعمال میں آزاد و مختار تھیں۔

حضرت موسیٰ کے نکاح کا قصہ اس طرح منقول ہے کہ جب آپ شہر مدین کے کنوئیں پر پہنچے۔ تو دیکھا ایک مقام پر لوگوں کی بھیڑ ہے جو مویشیوں کو پانی پلا رہے تھے۔ اُن سے علیحدہ دو عورتیں اپنی بکریوں کو روکے کھڑی تھیں۔ حضرت موسیٰ نے دریافت کیا تو اُن عورتوں نے کہا کہ جب تک چرواہے پانی پلا کر مویشی ہٹا نہ لے جائیں ہم پانی نہیں پلا سکتے۔ اور ہمارے والد بہت بوڑھے ہیں یہ سنکر موسیٰ نے پانی کھینچا اور اُن کی بکریوں کو پلا دیا۔ تب وہ عورتیں چلی گئیں۔ موسیٰؑ بھوکے تھے آپ نے دعا کی اتنے میں ان دو عورتوں میں سے ایک کو دیکھا کہ اُن کی طرف شرماتی چلی آرہی ہے اور کہا کہ میرے والد آپ کو بلا رہے ہیں۔ المختصر اس طرح موسیٰ تشریف لے جاتے ہیں۔ اور حضرت شعیبؑ جن کی یہ لڑکیاں تھیں ایک لڑکی کا نکاح حضرت موسیٰؑ کے ساتھ کر دیتے ہیں۔ پھر یہ قرار پایا کہ آٹھ سال تک

موسیٰؑ ان کی نوکری کریں۔ سورۃ القصص میں یہ سب تذکرہ درج ہے جس سے ظاہر ہے کہ حضرت شعیبؑ کی لڑکیوں کا پردہ نہیں تھا۔ اور وہ اپنے کام کاج کے لئے آزاد تھیں۔ چنانچہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَاءُ وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ ٥	اور ان سے الگ دو عورتیں دیکھیں کہ روکے کھڑی ہیں (موسیٰؑ نے) پوچھا کہ تمہارا کیا مطلب ہے وہ بولیں جب تک چرواہے ہٹا نہ لے جائیں ہم پلا نہیں سکتے اور ہمارے والد بہت بوڑھے ہیں۔

اس کے بعد یہ بھی مذکور ہے۔

فَجَاءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِيْ عَلَى اسْتِحْيَاءٍ قَالَتْ اِنَّ اَبِيْ يَدْعُوْكَ۔	اتنے میں دو عورتوں میں سے ایک ان (موسیٰؑ) کی طرف شرماتی چلی آرہی ہے اس نے کہا کہ میرے والد تم کو بلا رہے ہیں۔

پھر لڑکی نے اپنے والد سے یہ کہا:

قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ ٥	پھر ان میں سے ایک نے کہا کہ ابا جان! ان کو نوکر رکھ لیجئے کیونکہ بہتر سے بہتر آدمی جو آپ نوکر رکھنا چاہیں مضبوط امانتدار ہونا چاہئے۔

چنانچہ لڑکی کے والد یعنی شعیبؑ نے موسیٰؑ سے کہا:

قَالَ اِنِّيْ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰى اَنْ	کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کو اس پر تمہارے نکاح میں

تَاْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِکَ وَمَا اُرِیْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَیْکَ ط

دوں کہ تم آٹھ برس میری نوکری کرو اور اگر تم دس پورے کر دو تو تمہارا احسان ہے اور مجکو تم پر (زیادہ) مشقت ڈالنی منظور نہیں ہے۔

موسیٰؑ نے یہ مدت پوری کی اور بی بی کے ساتھ روانہ ہوئے۔

فَلَمَّا قَضٰی مُوْسَی الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖٓ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ج

پھر جب موسیٰ نے مدت پوری کی اور اپنی بی بی کو لیکر روانہ ہوئے تو طور (پہاڑ) کی طرف سے ان کو آگ دکھائی دی

پھر موسیٰؑ اس آگ کی طرف چنگاری لینے کو جاتے ہیں اور وہیں آپ کو پیغمبری عطا ہوتی ہے۔ بعدہٗ بموجب حکم خداوندی موسیٰؑ اپنی بی بی صفورا کو وہیں میدان میں چھوڑ کر فرعون کی ہدایت کے لئے مصر روانہ ہوئے جو آپ کا مولد ومسکن تھا۔ عشا کا وقت تھا کہ گھر پر پہنچ کر دستک دی آپ کی بہن مریم نے نکل کر پوچھا آپ نے فرمایا مسافر ہوں مریم نے ماں کو اطلاع کی ماں نے کھانا لاکر سے کھانا کھلا۔ حضرت موسیٰؑ اجنبی بنے ہوئے بچھونے کے کنارے پر جا بیٹھے پھر آپ کے بھائی ہارون اور آپ کے والد عمران نے آکر دیکھا اور گفتگو کی موسیٰؑ نے ہارون سے کہا کہ تم کو میری پیغمبری میں اللہ نے شریک کیا ہے چلو فرعون کو خدا کی دعوت دیں۔ پھر اس دعوت کا قصہ ہے اور یہ کہ فرعون نے اپنی بی بی حضرت آسیہؓ کو سخت اذیتیں دیں مگر آپ ایمان پر قائم رہ کر شہید ہوگئیں۔

قارون مفسرین نے بیان کیا ہے کہ قارون نے ایک عورت کو زرد مال دے کر اس سے یہ وعدہ لیا کہ وہ درمیان وعظ موسیٰؑ پر اپنے ساتھ زنا کی تہمت کا اعلان کر دے جب ایسا موقعہ آیا اور حضرت موسیٰؑ وعظ کہہ رہے تھے تو حسب قرار داد لوگوں نے عورت کو اعلان مذکور پر مجبور کیا لیکن نتیجہ یہ نکلا کہ عورت نے موسیٰؑ کی پاکی بیان کی۔ اس قصہ سے بھی یہ امر واضح ہوا کہ موسیٰؑ کے عہد میں پردہ نہیں تھا۔

یوشع علیہ السلام حکم خدا کے مطابق یوشعؑ ملک شام کو گئے وہاں سے شہر ایلیا میں آئے جہاں اکثر گمراہوں کو قتل کیا پھر شاہ بالق کے شہر بلقا میں آئے اس بادشاہ نے مقابلہ کیا مگر ہزیمت اٹھائی یوشعؑ نے محاصرہ کر لیا۔ بلقا میں ایک عابد صاحب ایمان بلعم بن باعور تھا ان کے پاس جاکر قوم نے کہا کہ یوشعؑ کے خلاف دعا کریں کہ وہ لوگ اُن پر فتح پائیں عابد نے انکار کیا اور کہا کہ وہ پیغمبر خدا ہیں بلعم کی عورت بہت خوبصورت تھی اور وہ اس پر فریفتہ و عاشق تھے بادشاہ نے عورت کو روپیہ دے کر راضی کیا اس گمراہ و راہزن ایمان نے بلعم سے سفارش کی بلعم نے حیلہ کیا اور کہا اچھی اچھی جوان و خوبصورت عورتیں یوشعؑ کے لشکر گاہ میں بھیج دی جائیں اغلب ہے کہ وہ مرتکب زنا ہوں تو اس کی شومی سے ہزیمت پائیں بادشاہ نے ایسا ہی کیا مگر وہ نیک کردار خدا کے فضل سے اس فعلِ بد سے محفوظ رہے۔ اب یہ امر قابل غور رہتا ہے کہ اصل شئے خوف خدا ہوتا ہے نہ پردہ اور قید۔ اگر تقویٰ ہے تو نہ مردوں کی ترغیب و جسارت نہ عورتوں کے

فریب و غمازیاں کام آسکتی ہیں۔

حضرت الیاسؑ آپ کے زمانہ نبوت میں قوم بنی اسرائیل میں ایک عورت تھی جس کا نام تبعل تھا وہ انتہا درجہ حسین و خوبصورت تھی۔ حضرت الیاسؑ کی ممانعت کے باوجود لوگ اس کی پرستش میں مبتلا ہوگئے یہاں بھی عورتوں کی کامل آزادی ظاہر و واضح ہوتی ہے پھر اگرچہ عورت کی باقاعدہ پوجا بھی ہونے لگی تاہم اس کی آزادی برقرار رکھی گئی اور کوئی احکام عورتوں کے قید و پردے کے صادر نہیں ہوئے

حضرت داؤدؑ طالوت نے وعدہ کیا تھا کہ وہ اپنی بیٹی قاتلِ جالوت سے بیاہ دے گا۔ داؤدؑ نے جالوت کو قتل کیا لیکن طالوت نے عہد شکنی کی اور وعدہ پورا نہیں کیا۔ لڑائی ہوئی طالوت مارا گیا۔ داؤد کو اس کی بادشاہت ملی اور اسکی لڑکی سے نکاح کیا۔ آپ کا ایک قصّہ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ آپ نے ایک مُرغ دیکھا اس کو پکڑنا چاہا وہ اڑ گیا تعاقب کیا دوران تعاقب بلتشا نامی ایک عورت پر نظر پڑ گئی جو حوض میں برہنہ نہا رہی تھی آپ کو دیکھکر بلتشا نے اپنا جسم بالوں سے چھپا لیا یہ عورت اوریا کی منسوبہ تھی حضرت داؤدؑ نے اوریا کو جہاد پر بھیجدیا جہاں وہ شہید ہوگئے پھر بلتشا سے آپ نے نکاح کر لیا اس سے حضرت سلیمانؑ پیدا ہوئے حضرت داؤد اس بات پر بعدہٗ بہت روئے اور توبہ و استغفار کی۔ اوریا سے معافی چاہی مگر ہر مرتبہ خواب میں اوریا نے معاف کرنے سے انکار کیا پھر اللہ تعالیٰ نے توبہ منظور فرمائی اوریا کو حوروں پر فریفتہ کیا گیا ان کے عیوض میں

اور بانے داؤدؑ کو معاف کیا اور داؤدؑ نے خواب میں دیکھ لیا۔

حضرت ہودؑ کے زمانہ کا ایک قصّہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک عورت عابدہ اور اس کا بیٹا صالح دونوں صحرا میں عبادت کیا کرتے تھے۔ ایک درخت انار سے ان کو دو انار یومیہ ملا کرتے تھے یہ ہی دونوں کا ذریعہ قوت و بسر تھا ستّر برس اس طرح گذر گئے کہ ایک دن بیٹے نے کہا جی چاہتا ہے کہ بازار کی چیزوں میں سے کوئی چیز لاکر کھاؤں ماں نے منع کیا اور کہا کہ اللہ کے دیئے ہوئے انار پر قناعت کرو لالچ سے باز رہو دوسرے دن سے وہ انار نظر نہ آئے ایک رات اور ایک دن دونوں بھوکے رہے ایک گائے اجنبی آئی اور بولی کہ مجھکو ذبح کر کے کھاؤ میں تمھاری حلال روزی ہوں ماں نے کہا یہ ہم کو گنہگار کرنا چاہتی ہے اس کو ہانک دیا گائے پھر آموجود ہوئی ہاتھ پاؤں چھوڑ کر زمین پر لیٹ گئی اور حلق سامنے رکھکر بولی مجھکو ذبح کر کے کھاؤ میں تمہارا رزق حلال ہوں اُن دونوں نے پھر بھی اس کو ہانک دیا تیسرے دن وہ پھر آگئی ناچار ذبح کر کے کباب بناکر کھائے ایک عورت دلالہ نے یہ واقعہ دیکھا تھا اُس نے صاحب بقر کو خبر کی اس نے داؤد کے پاس نالش کی دونوں ماں بیٹے حاضر آئے اور گائے کا بہ ضد ہونا بیان کیا صاحب بقر نے کہا کہ گائے نے کیسے بات چیت کی یہ بالکل غلط ہے الغرض عید کے دن داؤد نے نہایت خوش الحانی سے زبور پڑھی گائے نے زندہ ہو کر کہا کہ صاحب بقر ایک سوداگر کا نوکر تھا جس کو قتل کر کے مال و مویشی چھین لئے تھے اور اُسی سے خود مالدار ہوگیا اور وہ سوداگر عورت عابد کا شوہر تھا۔

ان سب قصوں میں جن عورتوں کا ذکر ہے وہ بے پردہ تھیں۔ لیکن یہ قصّے تمام طور پہ قابل اعتماد نہیں ہیں کیونکہ قرآن سے تفصیل کی تائید نہیں ہوتی ہے۔

حضرت سلیمانؑ آپ تخت پر اڑا کرتے تھے ایک دن ہُدہُد نے آپ سے دیر میں آنے کی یہ وجہ بیان کی کہ وہ شہر سبا کی ملکہ کو دیکھنے گیا تھا جس کا نام بلقیس تھا اور وہ شراجیل دیو کی دختر تھی حسین و باکرہ تھی لیکن بیدین تھی اور آفتاب کی پرستش کرتی تھی پھر ہُدہُد سلیمانؑ کا خط لے کر گیا اور بلقیس کے سینہ پہ جو سو رہی تھی رکھکر چلا آیا بلقیس نے خط پڑھا اور ایمان لائی۔ بعدہٗ وزیر آصف بن برخیا بلقیس کا تخت لے آئے بلقیس نے جب سلیمانؑ کا محل دیکھا تو شیشوں کو پانی سمجھ کر اپنی پنڈلیاں کھول دیں یعنی پائنچے چڑھا لئے تب حضرت سلیمانؑ نے دیکھا جیسا کہ سنا تھا کہ بلقیس کی پنڈلیوں پہ بکری کی طرح بال تھے چنانچہ دوا سے وہ بال دور ہو گئے اور سلیمانؑ بلقیس کو نکاح میں لے آئے۔

صیدون بادشاہ عنکبود سے سلیمانؑ کی لڑائی ہوئی عنکبود مارا گیا اس کی دختر مقید ہوئی وہ ایمان لائی آپ نے اُس سے نکاح کر لیا وہ لڑکی شیطان کے اغوا سے پھر گمراہ ہو گئی اور اپنے باپ کی صورت بنا کر مخفی طور پر پوجنے لگی اس کی وجہ سے سلیمانؑ چند روز بلا میں مبتلا رہے یعنی آپ کی انگوٹھی صخرہ دیو نے فریب سے حاصل کر لی اور تخت پر جا بیٹھا سلیمانؑ کو پھر کسی نے نہیں تسلیم کیا آپ محروم ہو کر تبلاش رزق نکلے ایک ماہی گیر کی نوکری کی ایک دن آپ دریا کے کنارے سو رہے تھے کہ ماہی گیر کی لڑکی جو کنواری اور حسین و دولتمند

تھی وہاں آئی اور دیکھا کہ ایک سانپ شاخ سبز منہ میں لئے سلیمانؑ پر ہوا دے رہا تھا لڑکی نے اپنے باپ سے کہا کہ مجکو اس شخص سے بیاہ دیجئے اس نے کہا یہ نوکر ہے لڑکی بہ ضد ہوئی آخر کار برضا مندی سلیمانؑ ماہی گیر نے نکاح کر دیا بعدہٗ مچھلی کے پیٹ سے سلیمانؑ کو انگوٹھی دستیاب ہوئی اور اُسی کے ساتھ تخت و تاج بھی واپس مل گیا اس تمام قصہ میں جن عورتوں کا ذکر ہے وہ بے پردہ واضح وثابت ہیں۔

حضرت یحییٰؑ

آپ حضرت زکریا علیہ السلام کے فرزند تھے اور بڑھاپے میں پیدا ہوئے تھے حضرت زکریاؑ کا وعظ سن کر آپ پہاڑوں کی طرف چلے گئے سات رات و دن آپ پہاڑوں پر روتے پھرے اور ماں آپ کی برابر پہاڑوں پہ ڈھونڈتی پھریں ایک چرواہے کے ذریعہ ماں کو پتہ لگا کہ غار میں آکر رات کو رہا کرتے تھے الغرض ماں غار کے پاس پہونچکر انتظار میں بیٹھی رہیں اور جب شام ہوئی تو سمجھا بجھا کر گھر کو لائیں اس قصہ میں والدہ حضرت یحییٰؑ کا جو حضرت زکریاؑ پیغمبر کی زوجہ محترمہ تھیں پردہ نہیں تھا۔

حضرت شمعونؑ

بعض نے شمعون کو ولی اور بزرگ لکھا ہے آپ کی بی بی نیک بخت پارسا تھیں کافروں نے ان کو یہ فریب دیا کہ تم شمعون کو جو نہایت طاقتور تھے باندھ دو تو بادشاہ شمعون یہ اس کو قتل کرکے تم سے نکاح کرلے گا یہ بی بی باتوں میں آگئیں پہلی مرتبہ رسی سے باندھا وہ شمعون نے توڑ دی حتیٰ کہ آخر مرتبہ لوہے کی زنجیر سے باندھا وہ بھی توڑ دی

بی بی نے ہر مرتبہ یہ بہانہ کیا کہ وہ قوت آزماتی تھیں بالآخر خود شمعون سے دریافت کر کے کہ آپ کس چیز سے باندھے جا سکتے ہیں حضرت کو انھیں کے بالوں سے باندھ دیا بادشاہ عموزیہ نے آپ کے ٹکڑے کرا کے دریا میں ڈلوا دیئے بحکم خدا وہ سب ٹکڑے یکجا ہو گئے اور شمعونؑ نے تمام مکانات و زمین شہر کی کھود کر مع کنارہ دریا میں ڈال دی گھر پہونچکر بی بی کے قتل کا ارادہ کیا تو خدا کا حکم ممانعت پہونچا کہ بی بی کو مت مارو اس نے نادانی کی اور بادشاہ عموزیہ کے کہنے میں آگئی عورت کی تقصیر معاف کرو اس قصہ میں حضرت شمعونؑ کی بی بی کا پردہ نہیں تھا۔

بی بی مریم علیہ السلام

قصہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ زکریاؑ کے زمانہ میں حنّہ نامی ایک عورت بڑی زاہدہ تھی اس کے شوہر کا نام عمران تھا بعض کہتے ہیں کہ زکریاؑ سے حنّہ کی بڑی لڑکی اور بعض کے بقول حنّہ کی بہن بیاہی تھی آخری حمل کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ حنّہ بیت المقدس میں جاکر یاد خدا میں مشغول ہوئیں اور یہ دعا کی اور منت مانی کہ یارب میرے پیٹ میں جو لڑکا ہوگا وہ میں نے بیت المقدس کی خدمت کے لئے تیری نذر کیا سورۃ آل عمران میں ارشاد ہوا ہے:

اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَکَ مَا فِیْ بَطْنِیْ......

ایک وقت تھا کہ عمران کی بی بی نے عرض کی کہ اے میرے پروردگار میرے پیٹ میں جو ہے اس کو میں

آزاد کر کے تیری نذر کرتی ہوں۔

ایسی اولاد کو حسب دستور کسی اور کام پر نہیں لگایا کرتے تھے بعد انقضاء نو ماہ حنہ لڑکی جنی اور شکستہ دل ہوئی کیونکہ لڑکی کی نذر کا دستور نہیں تھا یہ بھی رنج کیا کہ میری نذر پوری نہ ہوئی سورۃ آل عمران میں ہے:

فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰیؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْؕ وَلَیْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰیۚ وَاِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ وَاِنِّیْۤ اُعِیْذُهَا بِكَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○

پھر جب انھوں نے بیٹی جنی اور اللہ کو خوب معلوم تھا کہ انھوں نے کس رتبہ کی جنی ہے تو لگیں کہنے کہ اے میرے پروردگار میں نے تو یہ لڑکی جنی اور لڑکا لڑکی کی طرح نہیں ہوتا اور میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے اور میں اس کو اور اس کی نسل کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں

الغرض اللہ تعالیٰ نے بی بی مریم کو قبول فرمایا اُن کو حضرت زکریا کی سپردگی میں دیدیا گیا اس طرح انھوں نے پرورش پائی اور اللہ تعالیٰ نے اُن کو دنیا جہان کی عورتوں میں انتخاب فرمایا جیسا کہ سورۃ آل عمران میں فرمایا ہے:

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰىكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِیْنَ ○

اور جب فرشتوں نے کہا اے مریم تم کو اللہ نے برگزیدہ فرمایا اور تم کو پاک و صاف رکھا اور تم کو دنیا جہان کی عورتوں پر انتخاب فرمایا۔

معلوم ہوا کہ بی بی مریم کی والدہ حنّہؑ کا پردہ نہیں تھا اور بی بی مریم بیت المقدس میں بے پردہ پرورش پاتی رہیں جب عمر آپ کی چودہ برس کی ہوئی اور غسل حیض کے لیے عین السلوی کے چشمے پر گئیں تو بعد فراغت ایک جوان خوبصورت اجنبی پیچھے کھڑا دیکھا وہ جبرئیلؑ تھے چنانچہ سورۃ مریم میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

فَاَرْسَلْنَا اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ۝ قَالَتْ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ۝ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ۝ قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا ۝

تو ہم نے اپنی روح کو اُن کی طرف بھیجا تو وہ اچھے خاصے آدمی کی شکل بن کر ان کے روبرو کھڑے ہوئے وہ (مریم) لگیں کہنے کہ اگر تم پرہیزگار ہو تو میں تم کو خدا کا واسطہ دیتی ہوں (جبرئیل) بولے کہ میں تو بس تمہارے پروردگار کا بھیجا ہوا ہوں اس لئے کہ تم کو پاک طینت لڑکا دوں وہ (مریمؑ) بولیں میرے (یہاں) کیسے لڑکا ہو سکتا ہے حالانکہ نہ تو مجھکو کسی مرد نے چھوا اور نہ میں کبھی بدکار رہی۔

یہاں تک حاملہ ہونے کا ذکر ہے اس کے بعد دردِ زہ آپ کو ایک درخت کھجور کی جڑ میں لے پہونچا وہاں بشارت ہوئی کہ کھجور کو ہلاؤ اور چشمے کا پانی پیو اور بیٹے کو دیکھکر جو پیدا ہو گیا تھا آنکھیں ٹھنڈی کرو۔ پھر حکم ہوا کہ لڑکے کو لیکر یہاں سے جاؤ اور راستہ میں اگر کوئی تم سے پوچھے

تو خاموش رہو اور کہدو کہ میں نے رحمن کے لئے روزے کی منت مان رکھی ہے کہ میں آج کسی آدمی سے بات نہیں کر سکتی جیسا کہ سورۂ مریم میں فرمایا گیا ہے :

فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ؕ قَالُوْا یٰمَرْیَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَیْـًٔا فَرِیًّا ۝ یٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّ مَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِیًّا ۝

پھر (مریم) لڑکے کو گود میں لے اپنی قوم کے پاس لائیں وہ لگے کہنے کہ مریم! یہ تو تو نے بہت نالائق کام کیا اے ہارون کی بہن نہ تو تیرا باپ ہی برا آدمی تھا اور نہ تیری ماں ہی بدکار تھی

بی بی مریمؑ نے بموجب ہدایت باری تعالیٰ اشارہ کر دیا کہ جو کچھ پوچھنا ہے اس بچہ سے پوچھو چنانچہ حضرت عیسیٰؑ نے گواہی دی اور اپنی پیغمبری کا اظہار فرمایا بی بی مریمؑ کی عصمت و عفت تمام خلائق پر ثابت ہو گئی۔ اس قصہ میں بی بی مریمؑ کا بے پردہ ہونا تو حق فطری تھا جو تمام دیگر عورتوں کو ازل سے حاصل ہونا ثابت ہوتا چلا آیا ہے البتہ ایک صورت یہ نمایاں کی گئی ہے کہ بے علم ذاتی و مشاہدہ عینی کسی عورت پر الزام نہ لگانا چاہیئے۔

بے شرمی بےحیائی سرور کائناتؐ کی ولادت سے قبل اہل عرب کی یہ کیفیت تھی کہ عورتوں کو جائداد منقولہ قرار دے کر قمار بازی میں داؤں پر لگا دیا جاتا تھا باپ کی منکوحہ بطور وراثت بیٹے کو ملا کرتی تھی حقیقی بہنوں سے بیک وقت شادی جائز تھی تعداد

ازدواج مقرر نہیں تھی زناکاری کا عام رواج تھا بے حیائی بیرون از وہم وگمان تھی امراء القیس جو شاہزادہ بھی تھا اور شاعر بھی اُس نے قصیدے میں اپنی پھوپھی زاد بہن کے ساتھ زناکاری بڑے لطف سے بیان کی اور قصیدے کو کعبہ پر آویزاں کیا اس سے بھی زیادہ حیا سوز یہ بات تھی کہ عام مرد وزن برہنہ ہوکر کعبہ کا طواف کرتے تھے حدود حرم میں پہونچکر سب لوگ کپڑے اتار دیتے تھے اور ننگے ہوکر کعبہ کے گرد گھومتے تھے عورتوں کا بھی یہ ہی حال تھا برہنہ ہوکر طواف کرتی تھیں اور گاتی جاتی تھیں کہ "آج اس کا کچھ یا پورا حصہ کھلا رہیگا۔ اور جو کھلا ہے اس کو میں حلال نہیں کرتی" عام لباس ان عورتوں کا ایسا تھا جس میں کچھ حصہ سینہ کا کھلا رہتا تھا اور بازو وکمر اور پنڈلیوں کے بھی بعض حصے کھلے رہتے تھے۔

ہاشم کا نکاح

ایک مرتبہ ہاشم بغرض تجارت ملک شام کو گئے راستہ میں مدینہ منورہ پڑا وہاں قیام کیا مدینہ میں سالانہ بازار لگا کرتا تھا یہ اُس بازار میں گئے وہاں ایک عورت کو دیکھا جو اپنی سیرت اور مزاج سے شریف وہوشمند معلوم ہوتی تھی اور حسین وخوبرو بھی تھی دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ بنی نجار سے تھی اور نام اس کا سلمیٰ تھا۔ ہاشم نے اس سے شادی کا پیام کیا اُس نے منظور کرلیا لہذا نکاح ہوگیا بعدہٗ ہاشم ملک شام کو چلے گئے مقام غزّہ پر پہونچ کر اُن کا انتقال ہوگیا سلمیٰ حاملہ ہوچکی تھیں لڑکا پیدا ہوا اُس کا نام

شیبہ رکھا لڑکے نے قریب آٹھ سال تک مدینہ میں پرورش پائی ہاشم کے بھائی مطلب کو جب یہ حالات معلوم ہوئے تو مدینہ پہونچکر برادرزاد کی جستجو کی سلمیٰ کو معلوم ہوا توان کو بلوالیا تین دن مہمان رکھا چوتھے دن شیبہ کو لیکر جن کی عمر آٹھ سال تھی مطلب مکہ معظمہ کو روانہ ہو گئے یہاں پہونچکر شیبہ کا نام عبد المطلب ہو گیا یعنی مطلب کا غلام کیونکہ انھیں نے پرورش کیا تھا۔ اس روایت میں سلمیٰ کی آزادی اور اختیار مناکحت بیّن و واضح ہے۔

عبد اللہ اور انکی بہنیں عبد المطلب نے یہ نذر مانی تھی کہ اگر دس بیٹوں کو اپنے سامنے جوان دیکھ لوں تو ایک کو راہ خدا میں قربان کر دوں گا اُن کی آرزو پوری ہو گئی کعبہ کے پرستار سے قرعہ اندازی کرائی گئی اُس میں عبد اللہ (پدر بزرگوار نبی اکرمؐ) کا نام نکلا عبد المطلب اُن کو ہمراہ لے کر قربان گاہ کو چلد یئے عبد اللہ کی بہنیں ساتھ ساتھ تھیں وہ رونے لگیں اور کہا عبد اللہ کے عیوض دس اونٹ قربان کر دیجئے اور ان کو چھوڑ دیجئے چنانچہ اونٹوں پر قرعہ اندازی کی گئی اور دس اونٹوں سے لے کر سّو اونٹوں تک قرعہ ڈالا گیا تب کہیں سّو اونٹوں کا قرعہ نکلا اس طرح سّو اونٹ قربانی کر کے عبد اللہ کی جان بچی۔ واضح ہے کہ عبد اللہ کی بہنوں کا بھی پردہ نہیں تھا۔

سردار عبد اللہ کی عفت نفس سردار عبد اللہ (پدر بزرگوار رسول اللہؐ) کا ایک واقعہ ابو نعیم و خرائطی و ابن عساکر

نے ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ فاطمہ بنت الخثعمیہ نے اُن سے اظہار محبت کیا اور اپنی جانب متوجہ کرنے کے لیے سَو اونٹوں کا عطیہ بھی دینا چاہا لیکن انھوں نے اس درخواست کے جواب میں یہ قطعہ پڑھکر سنایا: "فعل حرام کے ارتکاب سے تو مر جانا ہی اچھا ہے تو بیشک میں پسند کرتا ہوں مگر اس کے لیے اعلان ضروری ہے تو تم مجھے بہکاتی اور پھسلاتی ہو تو مگر شریف انسان کو لازم ہے کہ اپنی عزت اور دین کی حفاظت کرے"

ایک روایت یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ عبداللہ بن عبدالمطلب ایک دن کسی کام کو کہیں جا رہے تھے راہ میں خواہر رقیہ بنت نوفل سے ملاقات ہوئی وہ عورت کُتب سماوی سے خوب واقف تھی۔ خوبصورت۔ صاحب عصمت۔ ناکتخدا اور مالدار ہوتے ہوئے مکہ میں مشہور و معروف تھی اُس نے عبداللہ کو دیکھکر اُن کی پیشانی میں نور محمدی کو پہچان لیا بیقرار ہو گئی اور عبداللہ سے وصال جسمانی کی خواہاں ہوئی بولی اگر مجھ سے نکاح کرو تو سَو شتر اور مال و خزانہ دوں گی اُس کو یہ علم نہیں تھا کہ عبداللہ کا بیاہ ہو چکا ہے یا نہیں عبداللہ نے جواب دیا کہ اپنے باپ سے پوچھ لوں تو اذن دوں گا۔ گھر پر پہنچے اور بی بی آمنہ سے ہم بستر ہوئے تو وہ نور محمدی منتقل ہو کر بی بی آمنہ کے رحم مبارک میں آیا دوسرے دن آپ نکاح کے لیے گئے لیکن عورت نے دیکھکر یہ معلوم کر لیا کہ وہ نور محمدی منتقل ہو چکا ہے تو اُس

نے نکاح کرنے سے انکار کر دیا۔

حضرت آمنہ رضہ عرب میں دستور تھا کہ سال میں دو مرتبہ دیہات سے شہر میں عورتیں آیا کرتی تھیں اور شرفاء شہر اپنے شیر خوار بچوں کو اُن کے حوالہ کر دیتے تھے آنحضرتؐ کو حلیمہ دائی کے حوالہ کیا گیا تھا حلیمہ دائی نے بعد پرورش آنحضرتؐ کو عبدالمطلب کے سپرد کر دیا بی بی آمنہ رضہ آنحضرت کو ہمراہ لے کر اپنے بھائی کے یہاں سفر کر کے پہونچیں ایک ماہ تک دارالنابعہ میں قیام کیا دو اونٹ اور اُم ایمن لونڈی ہمراہ تھی پھر بی بی آمنہؓ اپنے بھائی کے گھر سے مکہ کے سفر پر روانہ ہوئیں اثنائے راہ میں بیمار ہوئیں اور بمقام ابوا پہونچکر انتقال فرما گئیں اُس وقت آنحضرتؐ کی عمر شریف پانچ اور بروایت دیگر سات برس کی تھی۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضہ آنحضرتؐ کے چچا حضرت ابوطالب آپؐ کو اپنے ہمراہ لیکر خدیجہ رضہ کے دروازہ پر گئے اور کہلا بھیجا کہ ابوطالب کچھ عرض کرنا چاہتا ہے وہ بولیں اُن کو یہیں لے آؤ تب ابوطالب رسول اللہ کو لئے ہوئے گئے خدیجہؓ اس وقت تخت پر بیٹھی ہوئی تھیں اور ستر کنیزیں کمربستہ خدمت میں کھڑی تھیں ابوطالب نے کہا یہ میرا برادر زادہ ہے نام ان کا محمدؐ بن عبداللہ ہے آپ ان کو نوکر رکھ لیجئے تو آپ کے فیض عام سے یہ بھی بہرہ مند ہوں اور دعا کریں حضرت خدیجہؓ نے اُسی وقت سے نوکر رکھ لیا یہ بیوہ تھیں مگر بڑی تاجرہ تھیں۔ خدیجہ رضہ نے آنحضرتؐ کو اپنے غلام میسرہ کے ساتھ

تجارت شام کو روانہ کیا وہاں منافعہ کثیر ہوا میسرہ غلام سے خدیجہؓ کو آنحضرتؐ کے حالات سفر سے آگاہی ہوئی تو حضورؐ کے کمالات معلوم ہو کر بہت متاثر ہوئیں حضرت خدیجہؓ نے خود نکاح کا پیغام دیا رسول اللہؐ نے فرمایا کہ میرے چچا سے کہیے چنانچہ خدیجہؓ نے معہ ہدایا و تحائف پیغام آپ کے چچا سے کیا بالآخر یہ پیغام منظور ہوا اور نکاح ہو گیا۔

روایات بالا میں جن خواتین کا تذکرہ درج ہوا وہ سب قیود پردہ سے آزاد اور سلسلہ مناکحت قائم کرنے میں با اختیار ثابت ہیں۔

باب سوم

احکام القرآن

سورۃ آلِ عمران میں باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

تاویل

هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ وَ مَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ وَ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَ مَا یَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝

وہی (قادر مطلق) ہے جس نے تم پر یہ کتاب اتاری جس میں سے بعض آیتیں محکم (صاف و صریح) ہیں کہ وہی اصل کتاب ہیں اور دوسری مبہم (مشتبہ المراد) تو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ تو انھیں مبہم آیتوں کے پیچھے پڑے رہتے ہیں تاکہ فساد پیدا کریں اور تاکہ اُن کے (اصل) مطلب کی توجیہ لگائیں حالانکہ اللہ کے سوا اُن کا (اصلی) مطلب کسی کو معلوم نہیں اور جو لوگ علم میں پختہ کار ہیں وہ یوں کہتے ہیں کہ اس پر ہمارا ایمان ہے یہ سب ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے اور نصیحت وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو کہ اہلِ عقل ہیں۔

کسی لفظ کے ظاہری و لغوی معنی چھوڑ کر کوئی اور معنی لینا تاویل کہا جاتا ہے

اسلام کے سب فرقے سوائے حشویہ کے تاویل کو جائز رکھتے ہیں ارباب ظاہر کے نزدیک تاویل کہیں جائز نہیں مثلاً قرآن مجید میں ہے کہ خدا کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں۔ امام ابوالحسن اشعری کا قول ہے کہ ان الفاظ کے اصلی معنی مراد ہیں کوئی مجاز یا استعارہ نہیں ہے۔ المختصر یہ وہ مسئلہ ہے جس میں ارباب ظاہر اور ارباب باطن میں اختلاف ہے اور نوبت افراط تفریط تک پہونچ چکی ہے بعض اس درجہ بڑھ جاتے ہیں کہ سرے سے ظاہر کو اڑا دیتے یا ظواہر کو تقریباً کل بدل دیتے ہیں اور بعض اس قدر مبالغہ کرتے ہیں کہ "کن فیکون" کی تاویل سے بھی منع کرتے ہیں اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ تاویل کو بطور حفظ ماتقدم نفع عام کی خاطر روکا گیا کہ جب ایک مرتبہ دروازہ کھُل جاتا ہے تو بات قابو سے باہر ہو کر سدّ باب محال ہو جاتا ہے اور اعتدال قائم نہیں رہتا جب اعتدال سے قدم آگے بڑھتا ہے تو کوئی حد معیّن نہیں رہتی۔ قابل تاویل مضامین میں زیادہ تر خدا کے صفات۔ حشر۔ قیامت۔ معراج۔ عذاب قبر۔ میزان پُل صراط۔ دوزخ۔ جنّت وغیرہ ہیں امر و نواہی میں تاویل کی گنجائش بہت کم ہے۔ امام احمدؒ بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ جس چیز کا ذکر قرآن و حدیث میں ہو پہلے اس کا وجود ذاتی ماننا چاہئے اگر وجود ذاتی ثابت نہ ہو سکتا ہو تو حسّی پھر خیالی پھر عقلی اور پھر شبہی تاویل سے کام لینا چاہئے یہ فیصلہ مسئلہ تاویل کا قطعی مانا گیا ہے اور متاخرین نے بھی اسی بنا پر تاویل کا فیصلہ کیا ہے ایک اصول یہ بھی قرار دیا گیا ہے کہ دلیل قطعی اس بات کی موجود ہو کہ ظاہری معنی مراد نہیں ہو سکتے تب اور معانی کی طرف رجوع کرنا چاہئے یہ اصول بھی صحیح

سے ہے یعنی جب وجود ذاتی یا بالفاظ دیگر ظاہری معنی مراد لینے میں کوئی محال لازم آتا ہو تو تاویل کرنی چاہیئے۔ یہ معاملہ زیادہ تر دقیق مسائل میں پیش آتا ہے پردے کے مسئلہ میں جن آیات پر استدلال کیا جاتا ہے وہ بیّن وصریح ہیں تاویل کی بہت کم گنجائش ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرما دیا ہے کہ قرآن زبان عربی میں ضرور ہے لیکن اس میں کوئی پیچیدگی یا کجی نہیں ہے چنانچہ حسب ذیل آیات پیش نظر رکھنا چاہیئے۔ "سورۃ الزمر" میں ارشاد ہوا ہے:

قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝

یہ قرآن (صاف اور سلیس) عربی (زبان) ہے اس میں کسی طرح کی کجی نہیں تاکہ (لوگ) ڈریں۔

"سورۃ البقرہ" میں فرمایا جاتا ہے:

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ۝

اور (اے پیغمبر) ہم نے تمہارے پاس آیتیں بھیجی ہیں صاف (اور واضح) اور ان سے انکار نہیں کرتے مگر وہی جو نافرمان ہیں۔

اسی سورۃ میں مزید ارشاد ہوا۔

هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ط

(قرآن) لوگوں کا رہنما ہے اور (اس میں) ہدایت اور تمیز کے کھلے کھلے حکم (موجود) ہیں

سورۃ روم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ

ہم اسی طرح آیات کو کھول کھول کر عقل والوں کیلئے بیان کیا کرتے ہیں ۔

لباس کی تعریف حق تعالیٰ نے سورۃ الاعراف میں لباس کے متعلق فرمایا ہے:

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۭ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ۭ

اے بنی آدم ہم نے تمہارے لئے لباس اُتارا ہے جو تمہارے پردے کی چیزوں کو چھپائے اور (موجب) زینت (بھی) ہو اور پرہیزگاری کا لباس یہ (سب لباسوں سے) بہتر ہے۔

لباس ظاہری و باطنی کی اس سے بہتر کوئی تعریف نہیں ہو سکتی لباس کی غایت و غرض یہ ہوئی کہ وہ مرد و زن کے اُن اعضائے جسمانی کو پوشیدہ رکھے جن کا کھلا رہنا باعث ننگ و عار ہوتا ہے۔ پھر یہی لباس نہ صرف حیوان مطلق اور انسان میں نمایاں امتیاز ظاہر کرتا ہے بلکہ خوشنما اور بھلا بھی معلوم ہوتا ہے لیکن جملہ ظاہری لباسوں سے بڑھ کر تقویٰ اور پرہیزگاری کا لباس قرار دیا گیا ہے کون نہیں سمجھ سکتا کہ اعمال حسنہ کے سامنے قیمتی سے قیمتی لباس ظاہری کی وقعت نہیں ہوتی یہ بات ذہن نشین رہے کہ اس آیت میں مرد و زن یکساں مخاطب ہوئے ہیں۔

لباس اور نماز سورۃ الاعراف میں باری تعالیٰ فرماتا ہے:

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَ

اے بنی آدم ہر ایک نماز کے وقت (لباس سے) اپنے تئیں آراستہ کر لیا کرو (پا۔ ۱۰۔ ہے)

وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ إِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝

اولاد آدم کی تم مسجد کی ہر حاضری کے وقت اپنا لباس پہن لیا کرو) اور کھاؤ اور پیو اور فضول خرچیاں نہ کیا کرو کیونکہ اللہ فضول خرچ کرنیوالوں کو پسند نہیں فرماتا۔

یہ حکم بھی اولاد آدم یعنی مرد و عورت دونوں کے لئے صادر ہوا ہے کہ ہر نماز کے وقت یا مسجد میں ہر نماز کی حاضری کے وقت لباس پہن لیا کریں کھانے پینے کی اجازت کے ساتھ ساتھ فضول خرچی کی ممانعت فرمائی گئی ہے ہر نماز کے وقت لباس پہننے کا یہ مطلب ہوگا کہ نماز خواہ مسجد میں خواہ گھر کے اندر ادا کی جائے لیکن مسجد کی نماز باجماعت اور گھروں میں تنہائی کی نماز اس میں بیّن فرق ہوتا ہے اور لباس میں بھی تفاوت ہو سکتا ہے۔ مولانا اشرف علی صاحب نے مسجد کی حاضری کے وقت کا جو ترجمہ کیا ہے وہ بہ لحاظ الفاظ زیادہ مناسب اور صحیح معلوم ہوتا ہے۔ نماز باجماعت کی فضیلت مسلّمہ ہے اور ایسی نماز مساجد ہی میں ادا کی جاتی ہے اب یہ بات قابل غور ہوگی کہ یہ حکم مسجد میں نماز کی حاضری کے لئے مرد و زن کو یکساں دیا گیا ہے اس حکم کے ہوتے ہوئے یہ کس طرح مانا جا سکتا ہے کہ عورتیں مسجد کی حاضری نماز باجماعت سے ممنوع یا محروم کردی گئی ہیں۔

سورۃ البقرہ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ أَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا

اور اس سے بڑھکر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں میں خدا کے نام لئے جانے کو

اِسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا — منع کرے اور ان کی خرابی (بے رونقی) کے درپے ہو۔

اس حکم کے پیش نظر اگر عورتوں کو مسجدوں میں خدا کا نام لئے جانے یعنی نماز پڑھنے سے منع کیا جائے تو ممانعت کرنیوالوں کو صریح طور پر ظالم قرار دیا گیا ہے۔

سورۃ التوبہ میں باری تعالیٰ مزید ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ .... — اللہ کی مسجدوں کو وہی آباد رکھتا ہے جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان لایا اور نماز پڑھتا اور زکوٰۃ دیتا رہا۔

اس حکم میں بھی مردوں اور عورتوں کی کوئی تفریق و تخصیص نہیں ہے اللہ اور روز آخرت پر ایمان لانا اور نماز پڑھنا اور زکوٰۃ دینا اسی طرح عورتوں پر فرض ہے جس طرح مردوں پر۔ مسجدوں کو آباد رکھنے میں عورتوں کا بھی حصّہ ہے اور مردوں کا بھی۔ اس فرض سے کسی ایک جنس کو مستثنیٰ یا ممتنع نہیں کیا گیا ہے۔

جہاد

سورۃ التوبہ میں ارشاد باری ہوتا ہے:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَ — (اے پیغمبرؐ ایمان والوں سے) کہدو کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور

وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝

تمہاری بیبیاں اور تمہارے کنبہ دار اور مال جو تم نے کمائے ہیں اور سوداگری جس کے مندا پڑ جانے کا تم کو اندیشہ ہو اور مکانات جو تم کو پسند ہیں اللہ اور اس کے رسول اور اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے سے تم کو زیادہ عزیز ہوں تو انتظار کرو یہانتک کہ جو کچھ خدا کو کرنا ہی وہ لا موجود کرے اور اللہ ان لوگوں کو جو سرتابی کریں ہدایت نہیں کرتا۔

اس حکم کے مخاطب تمام مسلمان مرد اور عورتیں ہیں عورتوں کو شرکت جہاد سے مستثنیٰ رہنے کی کوئی سند نہیں یہ امر مسلّمہ ہے کہ جہادوں میں عورتوں نے مسلسل شرکت کی اور اموال غنیمت سے اُن کو حصہ ملا اس حکم میں سرتابی کرنے والوں کو ہدایت الٰہی سے محروم ہو جانے کا اعلان فرمایا گیا ہے مزید برآں عذاب سے بھی متنبہ کیا گیا ہے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ بغیر حکم استثنا کسی فرقہ یا گروہ کا حدود جہاد سے باہر نکل جانا حکم مذکور کی خلاف ورزی متصور ہوگی۔

سورۃ النساء میں باری تعالیٰ فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ

اے ایمان والو اپنی احتیاط رکھو اور

فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا ۝ — (دشمنوں کے مقابلہ میں نکلا کرو تو) دستے دستے بنکر نکلا کرو یا (سب کے سب) ایک ساتھ نکل کھڑے ہوا کرو۔

یہ بھی ایک صورت جنگ و جہاد کی ہے جس کے لئے صریح ہدایت کی گئی ہے کہ دستے کے دستے بن کر نکلنا چاہیے یا سب کے سب ایک ساتھ نکل آیا کریں اس مسئلہ میں بھی مرد و زن کی کوئی تفریق نہیں ہے اور نہ کوئی استثنا کیا گیا ہے۔

مجاہدین کی فضیلت

اسی سورہ النسار میں حق تعالیٰ فرماتا ہے:

فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ط — اللہ نے مال و جان سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر درجہ کے اعتبار سے بڑی فضیلت دی ہے۔

اِس حکم کی فضیلت حاصل کرنے کے لئے عورتیں ممنوع و محروم نہیں کی گئی ہیں بیٹھ رہنے کے بجائے اگر وہ جان و مال سے جہاد کریں تو کوئی ممانعت نہیں ہے بلکہ بڑی فضیلت ہو گی۔

جہاد سے مستثنیات

سورۃ التوبہ میں باری تعالیٰ فرماتا ہے:

لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ — (اے نبیؐ) کمزوروں پر کچھ سختی نہیں اور نہ اُن لوگوں پر جن کو خرچ میسر

لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ط

نہیں بشرطیکہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے دل سے صاف اور مخلص ہوں (ان) نکوکاروں پر کوئی الزام نہیں۔

مذکورہ بالا حکم میں جو لوگ جہاد سے مستثنیٰ کیے گئے ہیں اُن میں عورتیں شامل نہیں ہیں نادار اور کمزوروں پر سختی نہیں رکھی گئی ہے وہ لوگ خواہ مرد ہوں یا عورتیں جو جہاد میں شریک نہ ہوسکیں اُن کے واسطے یہ حکم دیا گیا ہے کہ مخلصانہ طور پر دعاگو اور خیر طلب رہیں۔

ہجرت

یہ مسئلہ بھی جہاد سے کچھ کم درجہ نہیں رکھتا اِس کی بھی بڑی فضیلت اور اہمیت ظاہر فرمائی گئی ہے۔ باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ٥

جن لوگوں نے ہجرت کی اللہ کیلئے ظلم اٹھانے کے بعد ہم اُن کو بہتر اور پسندیدہ ٹھکانے اور مقامات پاکیزہ دیں گے اور آخرت کا اجر تو بہت بڑا ہے کاش دوسرے لوگ بھی اسے جان لیں۔

اس حکم میں مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں دونوں شامل ہیں پس جو کوئی مظلوم و مجبور مسلمان مرد یا عورت اللہ کی راہ میں ہجرت کرے اس کے لئے نہ صرف بہتر اور مرغوب مقامات کا وعدہ فرمایا گیا ہے

بلکہ آخرت میں بڑے اجر کا مستحق قرار دیا گیا ہے یہ امر بھی مسلّمہ ہے کہ ہجرت کے مواقع پر مسلمان عورتوں نے اُسی دلیری اور خلوص سے حصہ لیا جس طرح مردوں نے اس میں بھی شک و شبہ نہیں کہ مسلمان عورتیں ہجرت سے مستثنیٰ یا ممتنع نہیں کی گئی ہیں۔

سورۃ البقرہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللَّهِ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝	جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اللہ کی راہ میں ہجرتیں کیں اور جہاد (بھی) کیئے یہ ہی ہیں جو خدا کی رحمت کی آس لگائے ہیں اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

یہاں بھی مرد و عورت میں کوئی تفریق نہیں ہے اور ہجرت و جہاد کا یکساں حکم ہے جس طرح ہجرت میں عورتوں کا حصہ ہے اُسی طرح جہاد میں بھی چنانچہ ہجرت اور جہاد میں حصہ لینے والے مرد اور عورتیں بلاتفریق جنس رحمت الٰہی کے خواستگار ہو سکتے ہیں اور بارگاہ الٰہی سے دونوں کے لیئے رحمت و بخشش کا وعدہ ہے یہ بھی واضح ہے کہ مرد اور عورت ہجرت و جہاد میں برابر کے شریک ہیں۔ عورتیں مستثنیٰ یا ممتنع نہیں کی گئی ہیں۔ اور عملی کارناموں کے تذکرے سے آیندہ یہ بات بھی ثابت ہو جائے گی کہ ہجرت و جہاد میں عورتوں نے واقعی شاندار خدمات انجام دی ہیں۔

بےحیائی اور زیادتی

سورۃ الاعراف میں حق تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ وَ الْاِثْمَ وَ الْبَغْیَ بِغَیْرِ الْحَقِّ ......

(اے نبیؐ لوگوں سے) کہو کہ میرے پروردگار نے تو بے حیائی کے کاموں کو منع فرمایا ہے وہ ظاہر ہوں تو اور پوشیدہ ہوں تو اور ناحق زیادتی کرنے کو۔

اس حکم کی رُو سے ہر علانیہ اور خفیہ بے حیائی کے کام کی ممانعت فرمائی گئی ہے اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی ممتنع قرار دیا گیا ہے کہ کسی پر ناحق زیادتی کی جائے یہاں بھی مرد و زن کی کوئی تفریق و تخصیص نہیں ہے۔ فواحش میں ہر قسم کی بے شرمی اور بے حیائی اور بدکاری شامل ہے جو کوئی مرد یا عورت مرتکب فواحش ہو وہ حکم الٰہی کی قانون شکنی کرتا ہے اور مستوجب سزا ہوگا بایں ہمہ یہ بھی ممنوع ہے کہ انسداد بے حیائی کی خاطر کسی گروہ مسلم کو بطور حفظ ماتقدم مقید کر دیا جائے کہ یہ سزا داخل زیادتی ہوگی ہر جرم کے لئے سزا معین ہوتے ہوئے یہ جائز نہیں ہو سکتا کہ مسلمان مردوں یا مسلمان عورتوں کو قید کر دیا جائے۔

قربت زنا

سورۃ بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ یہ حکم صادر فرماتا ہے:

اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِیْرًا ۝ اولاد کا جان سے مارنا بڑا بھاری

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰىٓ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيْلًا ○

گناہ ہے اور زنا کے پاس (ہو کر بھی) نہ پھٹکنا کیونکہ وہ بے حیائی اور بُرا چلن ہے۔

لوگ بوجہ افلاس اولاد کو قتل کر دیتے تھے جس کو حق تعالیٰ نے گناہ عظیم قرار دیا ہے یہ حرکت ایسی ظالمانہ ہے کہ کوئی مذہب اس کو جائز نہیں رکھتا۔ زنا کی بھی کوئی مذہب اجازت نہیں دیتا البتہ بعض اقوام میں اگر یہ فعل باہم رضامندی سے ہو تو حد جُرم کو نہیں پہنچتا لیکن اسلام میں بغیر قید نکاح وادائے مہر اس قسم کی مباشرت اگرچہ باہمی رضامندی کے ساتھ کیوں نہ ہو شدید بے حیائی اور سخت گناہ قرار دیا گیا ہے اور سزائیں مقرر کی گئی ہیں بعض اصحاب نے لَا تَقْرَبُوْا (پاس نہ پھٹکنا) کی تاویل فرمائی ہے اور یہ مطلب نکالا ہے کہ نظر، چہرہ، آواز زیب و زینت اور خوش رنگ لباس وغیرہ کا عورت کو پردہ رکھنا چاہئے کیونکہ یہ سب چیزیں محرک زنا ہو سکتی ہیں مردوں کو ان سب باتوں کے لئے آزاد چھوڑ دیا ہے اُن کے خلاف کوئی پابندی نہیں عائد کی ہے یہ باتیں تو محض رائے اور قیاس پر مبنی ہیں لیکن آیت کے معنی صاف و صریح یہ ہیں کہ زنا سے سخت احتراز چاہیئے حتّٰی کہ اس کی نیت اور ارادہ بھی گناہ ہے اس لئے اور بھی کہ خدائے بزرگ و برتر نے شادی کے معاملہ میں مرد کو نہایت فیاضانہ حقوق عطا فرمائے ہیں اور اس پر کوئی تنگی و سختی نہیں رکھی ہے اِسی طرح عورت کو بھی انتخاب شوہر کیلئے خود مختار

کیا ہے اصل مطلب پاس نہ پھٹکنے سے یہ ہے کہ اگر کوئی عورت ایسے فعل کی رغبت دلائے تو مرد اس کے قریب نہ جائے اسی طرح اگر کوئی مرد اس فعل قبیح کی طرف مائل کرنا چاہے تو عورت اس کے پاس نہ پھٹکے اس آیت کا پردے کے مسئلہ سے دور دراز کا بھی تعلق نہیں معلوم ہوتا بالفرض بطور حفظ ماتقدم عورت پر قیود عائد کی جائیں تو کوئی وجہ نہیں ہو سکتی کہ مرد پر بجنسہ وہی قیود کیوں نہ عائد کی جائیں کہ یہ فعل دونوں کی شرکت سے ہوتا ہے اور دونوں ایک دوسرے کے لئے مساوی طور پر محرک ہوتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں پر ایسے تعلقات نفرت انگیز اور حیا سوز قرار دے کر حرام کر دیئے گئے ہیں پھر بھی وہ مرتکب ہوں تو مستوجب عذاب و سزا کے ہوں گے۔ عورتوں کی قید اور پردہ کا حکم اس آیت سے کسی طرح نہیں نکلتا آیت کا منشا مسلمانوں کو زنا سے سخت متنفر و محترز کرنے کا ہے۔ چنانچہ اسی کے متعلق سورۃ النور میں حق تعالیٰ مزید ارشاد فرماتا ہے:

اَلزَّانِیْ لَا یَنْکِحُ اِلَّا زَانِیَۃً اَوْ مُشْرِکَۃً وَّالزَّانِیَۃُ لَا یَنْکِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِکٌ وَحُرِّمَ ذٰلِکَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ ۝

زنا کرنے والا (بدکار) مرد زنا کرنیوالی (بدکار) عورت یا مشرکہ عورت ہی سے نکاح کرے گا اور زانیہ عورت کو زانی اور مشرک کے سوا اور کوئی نکاح میں نہیں لائے گا اور ایمان والوں (مسلمانوں) پر تو ایسے تعلقات حرام ہیں۔

اس آیت میں زناکار مرد اور زناکار عورتوں کی یہ خصوصیت ظاہر کی گئی ہے کہ وہی ایک دوسرے کے ساتھ نکاح کریں گے وجہ ظاہر ہے کہ مسلمانوں میں زنا حرام ہے لہذا مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں زناکار سے نکاح گوارا ہی نہ کر سکیں گے ایسی صورت حال میں مسلمان زنا کے قریب نہ پھٹکے گا اسی منشا کے تحت ہر دو آیات مذکورہ میں زنا کو حرام اور نفرت انگیز بے حیائی قرار دیا ہے۔ لیکن اُن آیات سے عورتوں کے پردے اور قید کا نتیجہ نکالنا کسی طرح صحیح نہیں یہاں بھی مرد اور عورتیں دونوں مخاطب ہیں اور کوئی تفریق و تخصیص جنسی موجود نہیں ہے۔

سزا اسی سورۃ النور میں باری تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ص	عورت اور مرد زنا کریں تو اُن دونوں میں سے ہر ایک کو سو دُرّے مارو......

چونکہ اس فعل میں مرد و زن کی شرکت مساوی ہوتی ہے اور دونوں کی نوعیت جرم ایک ہی ہوتی ہے لہذا دونوں کی سزا میں کوئی فرق نہیں ہے اس حکم سے صاف ظاہر ہے کہ عورت کو مرد سے زیادہ سزا نہیں دی جا سکتی انسداد زنا کی خاطر اگر صرف عورتوں کو قید و پردے کی سزا دی جائے تو نہ صرف خلاف عدل بلکہ صریح زیادتی ہوگی اس حکم کی رُو سے مردوں کی بھی وہی سزا ہونی چاہیئے جو عورت کو دینا ہے۔

خداوند تعالیٰ نے ظاہر فرمادیا کہ ذمہ داری واحد ہوتے ہوئے دونوں کو ایک ہی سزا دینی لازمی ہے کوئی تفریق نہیں کی جاسکتی۔ واضح رہے کہ یہ سزا بغیر شادی شدہ مرد اور عورت کی رضامندی باہمی کی صورت میں معین ہوئی ہے۔ جبر و تشدد وغیرہ کی حالت میں نوعیت جرم تبدیل ہوکر ذمہ داری میں فرق ہو جائے گا۔ پھر اگر عورتوں پر تہمت ہی تہمت مدنظر ہو تو اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ فرمان بیّن موجود ہے۔

تہمت لگانے والوں کی سزا:۔

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ......

اور جو لوگ پاکدامن عورتوں پر (زنا کی) تہمت لگائیں اور چار گواہ نہ لاسکیں تو اُن کو اسّی دُرّے مارو اور (آئندہ) کبھی اُن کی گواہی قبول نہ کرو اور یہ لوگ خود فاسق (بدکار) ہیں۔

عورتوں کی کمزوری کا فائدہ اٹھا کر اُن پر بدکاری کی تہمت لگائی جائے اور تائید میں چار گواہ پیش نہ کئے جائیں تو ایسے تہمت لگانے والوں کی سزا اسّی دُرّے معین ہوئے ہیں اور مزید سزا یہ مقرر فرمائی گئی ہے کہ ایسے لوگوں کی آئندہ کبھی شہادت مقبول نہیں ہوسکتی اور اس قسم کے لوگوں کو فاسق قرار دیا گیا ہے۔ زانی مرد و عورت کی سزا سَو دُرّے اور تہمت

لگانے والوں کی سزا اسی درّے معین ہوئے عورتوں کے حقوق کی حفاظت اور ہتہمتوں سے بری رکھنے کے لیے اس عادل مطلق نے صرف اسّی دُرّوں کی سزا پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اُن کو ابدی طور پر کاذب قرار دیا اور اُن کا شمار فاسقوں میں کر دیا۔ عورتوں کو محض انسداد بدکاری یا بے حیائی کی خاطر اگر سزائے قید و پردہ دی جائے تو سوال غور طلب یہ ہوگا کہ آیا یہ محض تہمت ہوئی یا نہیں ؟ بہر حال اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ عورت پر تہمت لگانا یا اس کو مشتبہ چال چلن کا سمجھنا اور اس بنا پر اس کے لئے کوئی دوامی سزا یا پابندی تجویز کر دینا اللہ کے حکم کے پیش نظر بڑی ذمہ داری کی بات ہے۔

منافق مرد اور منافق عورتیں

سورۃ التوبہ میں حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ	منافق مرد اور منافق عورتیں ایک کے ہم جنس ایک (کہ) بُرے کام کرنے کی صلاح دیں اور بھلے کاموں سے منع کریں۔

اس آیت میں بلا تفریق جنس منافق مرد اور عورتوں کا ایک گروہ قرار دیا گیا ہے اور ان کا کام یہ بتایا گیا ہے کہ بدی کی ترغیب اور نیکی سے باز رہنے کی صلاح دیتے ہیں اِن کے مرد و زن بالاتفاق اسی کام پر متفق رہتے ہیں یہ امر قابل لحاظ ہے کہ خود منافق مرد اور منافق عورتوں

کے کام اور عمل میں باعتبار جنس کوئی فرق و امتیاز ظاہر نہیں کیا گیا ہے۔
اسی طرح اہل ایمان کے متعلق اسی سورۃ النور میں یہ ارشاد ہوا ہے :

مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں :۔

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ......

ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں ایک کے رفیق ایک (کہ) نیک کام کرنے کی ہدایت کرتے اور بُرے کام سے روکتے ہیں ......

اس حکم میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے مسلمان مرد و زن کو ایک دوسرے کا اور باہم دگر رفیق قرار دیا ہے اور دونوں سے یہ توقع اور امید کی گئی ہے کہ نیکی کی ہدایت اور برائی کی ممانعت کرینگے یہ امر قابل لحاظ ہے کہ اشاعت حق اور رفاقت باہمی میں کوئی تفریق و تخصیص مابین مرد و زن نہیں کی گئی ہے عورتوں کو قید و پردے میں کر دینے کے بعد وہ اشاعت حق اور رفاقت باہمی سے محروم ہو جاتی ہیں اور یہ امر حکم الہٰی کے صریح خلاف ہو گا جس کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ امت اسلامیہ اپنی نصف آبادی کی خدمات اور رفاقت سے بے بہرہ رہے گی اور عورتوں کی کیفیت اجنبی اور غیر کی ہو گی کوئی سوال رفاقت باہمی کا باقی نہیں رہے گا اور منشا الہٰی کی حکم عدولی مزید براں۔ ایسی صورت میں مسلمان اگر من حیث القوم ابتری اور تنزل میں پڑ جائیں تو تعجب اور شکایت بے سود۔

آیاتِ براءت حضرت عائشہ رضہ

سورۃ النور میں حضرت عائشہ رضہ کی براءت کے ساتھ عام ہدایات صادر ہوئی ہیں اِس قصّہ کا خلاصہ یہ ہے کہ جب رسول اللہؐ سفر کو تشریف لے جاتے تھے تو ازواجِ مطہرات میں قرعہ اندازی سے جن بی بی کا نام نکلتا اُن ہی کو بالعموم شرف ہمراہی عطا فرمایا جاتا تھا غزوہ بنی مصطلق جو ہجرت کے پانچویں سال واقع ہوا اس میں ہمراہی کے لیئے حضرت عائشہ رضہ کے نام کا قرعہ نکلا تھا وہ معیت رسول اللہ میں گئیں واپسی پہ مدینہ منوّرہ سے کچھ ہی فاصلہ پہ ایک جگہ مقام ہوا۔ تھوڑی رات باقی رہے وہاں سے کوچ ہوا حضرت عائشہ رضہ قضائے حاجت کے لیئے جائے قیام سے باہر گئی ہوئی تھیں وہاں اُن کا ہار ٹوٹ کر گر پڑا اس کی تلاش میں اُن کو کچھ دیر لگی لوٹ کر آئیں تو لشکر کوچ کر چکا تھا آپ کے ساربان نے یہ سمجھکر اونٹ پہ کجاوہ لاد لیا تھا کہ آپ اس میں موجود ہیں چنانچہ حضرت عائشہ رضہ اپنی جگہ پہ اس خیال سے بیٹھ گئیں کہ کوئی نہ کوئی ڈھونڈنے آئے گا صفوان بن معطل لشکر کے پیچھے لوگوں کی گری پڑی چیز کو اٹھانے کے لیئے تعینات تھا وہ جو آیا تو پرچھائیں دیکھکر اس نے آواز دی اور معلوم کیا کہ اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضہ ہیں وہ اپنے اونٹ سے اتر پڑا اور حضرت عائشہ رضہ کو سوار کر کے خود مہار ہاتھ میں لے کر آگے آگے چل دیا منافقوں نے اس بات کا چرچا کیا جس سے رسول اللہؐ متاثر ہوئے حضرت عائشہ رضہ اس صدمہ سے بیمار ہو کر میکے چلی گئیں۔ یہ چرچا کرنے

والے مسلمانوں ہی میں سے تھے لیکن کسی نے کچھ دیکھا نہیں تھا اور جو کچھ دیکھا وہ قطعی بے ضرر بات تھی جس کو وہم وقیاس نے تہمت اور طوفان تک پہونچادیا۔ منافقین نے حاشیہ چڑھانا شروع کیا اللہ تعالیٰ کو یہ فعل لوگوں کا ناپسند ہوا اور سورۃ النور میں حضرت عائشہؓ کی براءت میں آیات نازل فرمائیں جن کی صورت حکم وہدایات عام کی ہے:۔ فرمایا گیا:

اِنَّ الَّذِیۡنَ جَآءُوۡ بِالۡاِفۡکِ عُصۡبَۃٌ مِّنۡکُمۡ ؕ لَا تَحۡسَبُوۡہُ شَرًّا لَّکُمۡ ؕ بَلۡ ہُوَ خَیۡرٌ لَّکُمۡ ؕ لِکُلِّ امۡرِیًٔ مِّنۡہُمۡ مَّا اکۡتَسَبَ مِنَ الۡاِثۡمِ ۚ وَ الَّذِیۡ تَوَلّٰی کِبۡرَہٗ مِنۡہُمۡ لَہٗ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ ۝

(مسلمانو!) جن لوگوں نے (حضرت عائشہؓ کی نسبت) طوفان اٹھا کھڑا کیا تم ہی میں کا ایک گروہ ہے۔ اس کو اپنے حق میں برا نہ سمجھو بلکہ یہ تمہارے حق میں بہتر ہوا کہ طوفان اٹھانے والوں میں سے جتنا گناہ جس نے سمیٹا بھگتے گا اور جس نے اُن میں سے طوفان کا بڑا حصہ لیا اس کو بڑی سزا ہوگی۔

یہ حکم اُن اشخاص سے متعلق ہے جنھوں نے جھوٹ کا طومار باندھا تھا اللہ تعالیٰ نے ان کو ملزم قرار دے کر سزا دہی کا اعلان فرمادیا لیکن اس معاملہ کو مسلمانوں کے حق میں برا نہیں تصوّر کیا گیا کہ اس کی بنا پر صریح احکام نافذ فرمائے گئے۔ چنانچہ باری تعالیٰ فرماتا ہے:

لَوۡ لَاۤ اِذۡ سَمِعۡتُمُوۡہُ ظَنَّ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ وَ الۡمُؤۡمِنٰتُ بِاَنۡفُسِہِمۡ خَیۡرًا

جب تم نے ایسی بات سنی تھی ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں نے

وَقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ○ — اپنے (مسلمانوں کے) حق میں نیک گمان کیوں نہ کیا اور کیوں نہ بول اٹھے کہ صریح بہتان ہے۔

اگر کوئی بات ایسی پیش آجائے جس میں وہم وقیاس کرنے کی گنجائش ہو تو اللہ تبارک وتعالیٰ صاف وصریح حکم فرماتا ہے کہ مسلمان اپنے بھائی بہن کے حق میں ہمیشہ اچھا قیاس وگمان کیا کریں اور اگر کوئی شخص تہمت لگا کر بُری افواہ پھیلانا چاہے تو مسلمان اُس کی پرزور تردید کریں اس حکم سے صاف مطلب برآمد ہوتا ہے کہ مسلمان عورتوں کی بابت اگر بالعموم مبتلائے فواحش ہوجانے کا گمان وقیاس کرکے ان کو قید وپردے میں کردیا جائے تو یہ فعل قطعی ناجائز اور حکم الٰہی کی صریح خلاف ورزی ہوگی۔ اہل ایمان کے لئے یہ بات یہی ضروری اور لازمی قرار دی گئی ہے کہ جب وہ ایسی بات سُنیں یا ایسا چرچا ہوتے ہوئے دیکھیں تو اُس کی ضرور اور سخت تردید کریں لہٰذا مسلمانوں کا فرض ہے کہ جب وہ مسلمان عورتوں پر محض گمان وقیاس کی بنا پر ظلم ہوتے ہوئے دیکھیں یا اُن کی عصمت و عفت پر قیاس بد کیا جائے تو اُس کے خلاف پرزور صدائے احتجاج بلند کریں اس لئے کہ یہ بدگمانیاں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اہم ہیں اور نزول قہر الٰہی کا سبب ہوسکتی ہیں جیسا کہ باری تعالیٰ مزید ارشاد فرماتا ہے:

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِىْ مَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ — اور اگر تم (مسلمانوں) پر دنیا اور آخرت میں خدا کا فضل اور اس کا کرم نہ ہوتا تو جیسا تم نے ایسی بات کا چرچا کیا تھا

عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ إِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُولُونَ بِأَفْوَاهِكُم مَّا لَيْسَ لَكُم بِهِ عِلْمٌ وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا وَهُوَ عِندَ اللَّهِ عَظِيمٌ ۝

اس میں تم پر کوئی بڑی آفت نازل ہوگئی ہوتی کہ تم لگے اپنی زبانوں سے اس کی نقل در نقل کرنے اور اپنے منہ سے ایسی بات بکنے جس کی تم کو مطلق خبر نہیں اور تم نے اس کو ایسی ہلکی بات سمجھا حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بہت بڑی ہے

اس حکم میں واضح فرمادیا گیا کہ عورتوں کے متعلق بربنار قیاس بدگمانی کرنا اللہ کے نزدیک بڑی بات ہے اور اس قسم کا چرچا کرنے سے قہر و آفت نازل ہو جاتی ہے جہانتک حضرت عائشہؓ کے معاملہ کا تعلق تھا اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے آفت کو ٹال دیا اور مسلمانوں کو اس وجہ سے چھوڑ دیا کہ پہلے اُن کو متنبہ کر دیا جائے۔ صریح ہدایت اور واضح حکم کے بعد بھی اگر مسلمان عورتوں کے حق میں قیاس بدگمانی قائم کر کے ان پر حدود و قیود جاری کی جائیں اور مسلمان من حیث القوم پستی اور عذاب تنزل میں مبتلا ہو جائیں تو کوئی تعجب نہیں ہونا چاہئے کیونکہ عدول حکمی اور نافرمانی کے جو نتائج ہو سکتے ہیں وہ بھگتنا پڑیں گے۔ پھر مسلمانوں کے نزدیک یہ معاملہ خواہ کتنا ہی چھوٹا اور کم اہمیت کا کیوں نہ ہو اللہ کے نزدیک بیّن طور پر بڑی بات ہے مزید وضاحت کے لئے یہ بھی فرمایا جاتا ہے:

وَلَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُم

اور جب تم نے بات سُنی تھی کیوں

لَمَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ○ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖۤ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○

نہیں بول اٹھے کہ ہم کو ایسی بات منہ سے نکالنا زیبا نہیں حاشا وکلاً یہ تو بڑا بہتان ہے (مسلمانو!) خدا تم کو نصیحت کرتا ہے کہ اگر ایمان رکھتے ہو تو پھر کبھی ایسا نہ کرنا۔

حضرت عائشہؓ کے حوالہ سے فرمایا گیا ہے کہ جب مسلمانوں نے افواہ سنی تو لازم تھا کہ وہ اُس کی پرزور اور فوری تردید کرتے اور اعلان کرتے کہ یہ بالکل جھوٹ اور سراسر بہتان ہے اس کے بعد واضح نصیحت کی گئی اور آئندہ کے واسطے یہ عام ہدایت کی گئی کہ اگر مسلمان باایمان ہوں گے تو پھر کبھی ایسا چرچا اور افواہ نہیں پھیلنے دیں گے اس بات سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی عورتوں کے متعلق کوئی قیاس وگمان برائی کا کرنا کسی طرح جائز نہیں اور یہ ہی آیت کا صاف و صریح مطلب ومنشا ہے۔

تہمت لگانیوالوں کو مزید سزا

جو لوگ مسلمان عورتوں پر تہمت لگائیں ان کی سزا اسّی دُرّے مقرر ہو چکی ہے اور ان کی شہادت آئندہ کے لئے غیر مقبول قرار دیدی گئی ہے۔ یہ حکم مذکور ہو چکا ہے۔ اسی پر اکتفا نہیں ہوا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کا معاملہ اور اُن پر بہتان بندی اللہ تعالیٰ کی بڑی ناراضی کا سبب ہے اور اسی لئے اللہ تعالیٰ مزید سزا کا اعلان فرماتا ہے:

إِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝

جو لوگ پاکدامن عورتوں پر (زنا کی) تہمت لگاتے ہیں جو بے خبر ہیں اور اور ایمان رکھتی ہیں (ایسے لوگ) دنیا اور آخرت میں ملعون ہیں اور اُن کو بڑا عذاب ہوگا

عورتوں کے حق میں یہ محض تہمت ہوگی کہ وہ آزاد رہ کر مبتلائے فواحش ہو جائیں گی یہ قیاس و بدگمانی اللہ نے کسی طرح جائز نہیں فرمائی ہے پھر مسلمان عورتیں جو فواحش کا خواب وخیال بھی نہیں رکھتیں اُن کے متعلق بدگمانی کرنا نہایت درجہ نازیبا قرار دیا گیا ہے اور مذکورہ بالا سزاؤں کے علاوہ ایسے تہمت لگانیوالوں کے لئے یہ سزا بھی صادر فرمائی گئی ہے کہ وہ دونوں جہان میں پھٹکارے ہوئے رہیں گے اور سخت عذاب میں مبتلا کئے جائیں گے۔ اس کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ مسلمان عورتوں کے حق میں فیصلہ قطعی صادر فرماتا ہے:

اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝

گندی عورتیں گندے مردوں کے لئے ہوتی ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لئے اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لئے ہوتی ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں کے لئے بہتان باندھنے والے جو بکتے پھرتے ہیں یہ اُنکی تہمتوں سے بری ہیں ان کیلئے بخشش ہے اور عزت کی روزی

یہاں عام عورتوں اور عام مردوں کو مخاطب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ گندی عورتیں اور گندے مرد ہی ایک دوسرے کے لیئے موزوں ہوا کرتے ہیں اور رہیں مسلمان عورتیں اور مسلمان مرد تو یہ پاک مرد اور پاک عورتیں ایک دوسرے کے لئے مناسب ہوتی ہیں مسلمان عورتیں جو صاحب ایمان ہیں ان کے لئے گندگی اور فواحش کا قیاس ہی ناجائز و نازیبا ہے جو لوگ ان مسلمان عورتوں پر تہمت لگائیں تو یہ ان تہمتوں اور بدگمانیوں سے بری ہیں اور اس فیصلہ بر بینا کے ساتھ اللہ تعالیٰ ان مسلمان عورتوں کو بخشش اور عزت کی روزی کی خوش خبری عطا فرماتا ہے اِس فیصلہ سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ مسلمان عورتوں پر گندی عورتوں کی طرح اشتباہ اور قیاس بدگمانی کرنا اور اس بنا پر ان کو قید و پردے میں ڈال دینا قطعی ناجائز، قابل سزا اور مستوجب لعن و عذاب ہوگا۔

آداب معاشرت اور پاس شرم و حیا کے متعلق اسی سورۃ نور میں خدائے عزّوجل فرماتا ہے:

گھروں کے اندر داخل ہونے کا ادب:۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰۤى	اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا گھروں میں گھر والوں سے پوچھے اور اُن سے سلام علیک کئے بدون نہ

اَهْلِهَا ط ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ — جایا کرو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے کہ تم خیال رکھو۔

اجازت اور اطلاع کا یہ دستور فی زمانہ قریب قریب ہر متمدن قوم میں رائج ہے لیکن جاہلیت کا ایک وہ زمانہ تھا جب لوگ بغیر اطلاع و اجازت گھروں کے اندر داخل ہو جاتے تھے اسلام نے اذن و اطلاع کا یہ مہذب طریقہ تعلیم فرمایا بغیر اجازت کسی کے گھر میں وقت و ناوقت داخل ہو جانا نہ صرف بے ادبی بلکہ باہم بدمزگی اور بنیاد فساد ہو سکتی ہے لہٰذا صاف طور پر واضح حکم ہوا ہے کہ بغیر اجازت و سلام علیک کوئی مسلمان کسی اور کے گھر میں داخل نہ ہوا کرے یہ حکم عام مرد و زن کے لئے یکساں ہے کوئی تفریق و تخصیص جنسی نہیں ہے۔

مرد کی ستر پوشی

سورۃ نور میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ط ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ط — (اے نبیؐ) مسلمانوں سے کہو کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں (مقامات بول و براز) کی حفاظت کریں اس میں اُن کی زیادہ پاکی ہے۔

اس حکم کا تعلق پردے سے ہے کیونکہ ستر پوشی سب سے زیادہ ضروری پردہ ہوتا ہے مانی ہوئی بات ہے کہ مقامات بول و براز جائے شرم و حیا ہوتے ہیں اُن کا کھلا رہنا عین بے شرمی اور بے حیائی ہے

چنانچہ واضح اور صریح حکم ہوا کہ ان مقامات کی حفاظت رکھی جائے اور حفاظت میں یہ بات داخل ہے کہ ان کو چھپا رکھنا چاہیے۔ نظریں نیچی رکھنے سے ظاہر ہے کہ اگر بالتصریح کے مقامات شرم پر نظر ڈالنے کی ممانعت کی گئی ہے یہ مطلب بھی نکل سکتا ہے کہ ان شرمگاہوں کو بطور ناجائز استعمال کرنے سے محفوظ رکھا جائے۔

عورتوں کی ستر پوشی اسی سورۂ نور میں ارشاد فرمایا جاتا ہے:

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ	اور (اے نبیؐ) مسلمان عورتوں سے کہو کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں (مقامات بول و براز) کی حفاظت کریں۔

یہ وہی حکم الٰہی الفاظ میں مسلمان مردوں کے لئے صادر ہو چکا ہے جس طرح مردوں کو ستر پوشی اور پاس شرم و حیا کا حکم دیا گیا وہی حکم بجنسہ عورتوں کو دیا گیا ہے۔ ستر پوشی اور شرم و حیا کے معاملہ میں مردوں اور عورتوں میں کوئی تفریق و تخصیص نہیں ہوئی اب تک احکام مذکورہ کی رو سے یہی کیفیت اور صورت حال مطالعہ کی گئی ہے حتیٰ کہ اب ستر پوشی اور قواعد شرم و حیا میں مرد و زن کو یکساں مخاطب فرما کر یکساں حکم دیا گیا ہے لیکن یہ نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا ہے کہ مردوں کے مقابلہ میں عورتوں کو کسی قدر زیادہ ستر پوشی کی ضرورت ہوتی ہے مثلاً مرد کا وہ حصہ جسم جو ٹخنوں سے نیچے ہوتا ہے جاذب نظر متصور نہیں کیا جاتا برخلاف اس کے عورت کی پنڈلیاں اور بالائی ران پیٹ۔ سینہ اور پیٹھ کی کچھ اور ہی کیفیت ہوا کرتی ہے اس

بدیہی چیز کے پیشِ نظر سورۃ نور میں عورت کے مزید حصص جسم کو مستور رکھنے کی بابت اللہ تبارک و تعالیٰ یہ حکم صادر فرماتا ہے:

وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ .....

اور اپنی زینت کو ظاہر نہ ہونے دیں مگر جو اس میں سے کھلا رہتا ہے اور اپنے سینوں پر دوپٹوں کے پلو ڈالے رہیں۔

کوئی شک و شبہ نہیں ہو سکتا کہ یہاں زینت کے معنی و منشا اعضاء جسمانی سے ہے۔ سینہ پر دوپٹہ ڈال لینے سے ظاہر ہے کہ پیٹ اور پیٹھ بھی چھپ جائے گی انھیں مقامات کو ظاہر نہ کرنے کی ہدایت کی گئی ہے جس کی فوری صراحت اس طرح ہوئی کہ سینوں پر دوپٹوں کے پلو ڈالے رہیں اس طرح بمقابلہ مرد کے عورت کو سینہ۔ پیٹ اور پیٹھ کے کھلا رکھنے سے ممانعت کی گئی ہے اتنی سہولت اور اجازت عطا ہوئی ہے کہ اس طرح دوپٹہ اوڑھنے کے بعد جو حصہ جسم بالائے ناف لازمی طور سے کھلا رہ جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اس آیت کا سلسلہ مذکورہ بالا آیات کے ساتھ ہے۔ کوئی علیحدہ یا جداگانہ حکم نہیں ہے۔ باوجود ان سب باتوں کے آیت کے اس ٹکڑے کو پردہ مروجہ کی بنیاد قرار دینے میں دور از خیال و قیاس تاویلات سے کام لیا گیا ہے جس کا تذکرہ اشد ضروری ہو جاتا ہے۔ حامیانِ پردہ نے زینت کے معنی و منشا زیور یا دیگر حسن اکتسابی کے لئے ہیں مثلاً جھومر۔ تعویذ۔ گلوبند۔ نتھنی۔ ٹیکا۔ بالیاں وغیرہ زیور اور مہندی۔ سرمہ۔ تیل اور سیندور وغیرہ لوازماتِ حسن بھی قرار دیئے ہیں اور نتیجہ یہ نکالا ہے کہ مہندی

ہاتھ پیروں میں لگائی جاتی ہے۔ سرمہ آنکھوں کی زینت ہوتا ہے مسّی دانتوں کی رونق ہوتی ہے۔ تیل اور سیندور بالوں میں لگایا جاتا ہے۔ زیورات پیروں۔ ہاتھوں۔ گلوں اور سروں کی زینت ہوا کرتے ہیں اس لئے عورت کیلئے لازم آتا ہے کہ از سرتا پا مستور رہے۔ ایک قدم آگے بڑھ کر یہ بھی کہہ دیا گیا کہ "مَا ظَهَرَ مِنْهَا" سے وہ کپڑے اور لباس بھی مراد ہیں جن سے مذکورہ بالا زیورات اور اسباب زینت کو چھپایا جاتا ہے اس لئے عورتوں کیلئے برقعہ بھی لازم آتا ہے حقیقت یہ ہے کہ زینت کے معنی زیور اور سامان حسن مراد لینے میں بڑی مشکل اور محال واقع ہوتا ہے اگر زیورات اور مسّی سرمہ وغیرہ کو پردے کی چیزیں مانا جائے تو وہ عورتیں جو مسی سرمہ سے ناواقف اور زیورات سے ناآشنا ہیں ان پر حکم مذکور کا اطلاق نہیں ہوتا یہ محال ہے کیونکہ حکم عام ہے جو ہر زمانہ کی امیر وغریب مسلمان عورتوں کیلئے صادر ہوا ہے زیور وغیرہ اکتسابی چیزیں ہوتی ہیں لازمی اور قدرتی چیزیں نہیں ہوتیں یہ ہی زیور اور مہندی سرمہ ایک گروہ پسند کرتا ہے اور دوسرا گروہ ان سے نفرت کرتا ہے۔ ایسی آزاد ہندو عورتیں دیکھی جاتی ہیں جو کئی بالشت کی نتھنی اور بہت بڑا ناک کا پھول پہنتی ہیں یا کانوں میں وزنی لکڑی کے کرن پھول پہنتی ہیں جس کی وجہ سے پورا کان سوائے خفیف رشتہ کے کٹ جاتا ہے اس قسم کے زیور مسلمانوں کے نزدیک عین مضحکہ خیز اور نفرت انگیز ہوتے ہیں لیکن جو عورتیں اُن کو استعمال کرتی ہیں اُن کے لئے بالیقین داخل حُسن ہوا کرتے ہیں بعینہ وہ زیورات جو اہل مشرق استعمال کرتے ہیں اور جن کے لئے اپنے ناک کان چھدواتے ہیں اہل مغرب کے نزدیک مضحکہ خیز اور نفرت انگیز ہوتے ہیں اور ان اقوام مغرب میں ترکی

مصری افریقی وغیرہ مسلمان عورتیں شامل ہوتی ہیں۔ ان باتوں پر غور کرنے سے پورے طور پر واضح ہوجاتا ہے کہ لفظ زینت سے زیورات اور اشیاء حسن کی تاویل کرنا بیّن اور صریح غلطی ہے۔ اس سورۃ نور میں پہلے حیاداری کی بھر فروج یعنی مقامات بول و براز کو مستور رکھنے کی ہدایت کی گئی اور اسی سلسلہ میں سینوں پر دوپٹے ڈالنے کا حکم دیا گیا جس سے صاف و نمایاں طور پر مخصوص جسم کا مستور رکھنا مقصود ہے نہ کہ زیورات وغیرہ کا چنانچہ مشاہیر آئمہ کا یہی فیصلہ ہے کہ یہاں پر اعضاء جسم مراد ہیں نہ کہ زیور اور سرمہ۔ حنفیہ میں جو چہرے اور ہاتھ پیر کا چھپانا عورت کے لئے لازمی نہیں قرار دیا گیا وہ بہ منشائے حکم مذکور بالکل صحیح و درست ہے لفظ زینت کی جو تاویل کی گئی ہے اس میں محال لازم آجاتا ہے اس لئے بھی تاویل غلط اور بے محل ثابت ہوتی ہے۔ واضح رہے کہ لفظ "جوبن" کے معنی حسن کے ہیں لیکن یہی لفظ شاعری میں اور اکثر نثر میں بھی سینہ کے ابھار میں مستعمل ہوتا ہے غور کیا جائے تو لفظ زینت سے اس آیت میں مطلب سینہ کے ابھار سے ہے جس کی تائید اس فقرے سے ہوجاتی ہے "اور اپنے سینوں پر ڈوپٹوں کے پلو ڈالے رہیں" عورت کے سینہ کا ابھار ایسی زینت ہے جو ہر کہ ومہ کے سامنے کھلا رہنا فطرتاً معیوب سمجھا جاتا ہے لیکن زیور ہرگز ایسی شے نہیں ہوسکتی کہ اس کے ظاہر ہونے میں قیود عائد کی جائیں اس بات کو ملحوظ رکھتے ہوئے اسی سلسلہ کی آئندہ آیات پر غور کیا جائے تو قطعی طور پر ثابت ہوجاتا ہے کہ زینت سے مراد ابھار سینہ کا ہے اور زیورات

ومہندی سرمہ سے ہرگز مطلب نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ اسی سورۂ نور میں اور اسی سلسلہ میں ارشاد ہوتا ہے:

وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِينَ غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَىٰ عَوْرَاتِ النِّسَاءِ......

اور اپنی زینت کو نہ ظاہر ہونے دیں مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے باپ پر یا اپنی خاوند کے باپ پر یا اپنے بیٹوں پر یا اپنے شوہر کے بیٹوں پر یا اپنے بھائیوں پر یا اپنی بھتیجوں پر یا اپنے بھانجوں پر یا اپنی عورتوں یا اپنے ملا ہتھ کے مال (لونڈی غلام) پر یا (ایسے) خدمتیوں پر کہ مرد ہیں (مگر) غرض نہیں رکھتے (جیسے خواجہ سرا) یا لڑکوں پر جو عورتوں کے مقام شرم سے آگاہ نہیں۔

اس آیت کے پیش نظر ذرا بھی شک نہیں رہتا کہ زینت سے مراد حصہ جسم ہے اور یہاں پر بالخصوص سینہ کا اُبھار مقصود ہے ورنہ کون نہیں سمجھ سکتا کہ زیور اور مسی سرمہ سے اور عورتوں کے مقام شرم سے زمین آسمان کا تفاوت ہے سینہ اور اس کا ابھار عورتوں کی مخصوص شے ہوتی ہے اور جائے شرم و لحاظ یہی ہے لہٰذا اس کو پوشیدہ رکھنے کا حکم دیا گیا اور مستثنیات میں عورتوں کے شوہر۔ باپ۔ خسر۔ بیٹے۔ سوتیلے بیٹے۔ بھائی۔ بھائی کے بیٹے بہن کے بیٹے۔ اپنی ہم جنس عورتیں۔ لونڈی غلام۔ خواجہ سرا ملازم یا ایسے لڑکے

داخل کئے گئے ہیں جن کو عورتوں کے مقامِ شرم کی تمیز نہ ہوئی ہو۔ اپنی ہم جنس عورتوں اور نادان لڑکوں سے زیورات اور مسی سرمہ کا نہ چھپانا کوئی معنی نہیں رکھتا بلکہ صاف اور واضح معنی یہ ہی ہیں کہ ابھار سینہ مقصود ہے۔ یہ بات بھی قابل غور و لحاظ ہے کہ اس فہرست مستثنیات میں بعض محرمات مثل چچا، ماموں، بہنوئی وغیرہ شامل نہیں ہیں۔ کیا کسی قرینے اور قیاس سے زیور اور سامان حُسن ان محرمات سے قابل خفا ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ البتہ سینہ کا ابھار ہو سکتا ہے کہ ان محرمات سے بھی مخفی رہے تو مناسب و بہتر ہوگا۔ یہ وہ محرمات ہیں جن سے مسلمہ طور پر عورت کا پردہ جائز نہیں اور جب پردہ نہیں تو زیور اور مسی سرمہ کیسے پردے میں رہ سکتا ہے البتہ سینہ پر دوپٹہ ڈالے رہنے سے ان محرمات سے سینہ کے ابھار کا پردہ کیا جا سکتا ہے اور یہ ہی صاف و صریح معنی و منشاء حکم مذکور کا ہے۔ زیورات اور سامانِ آرائش سے کوئی واسطہ و تعلق نہیں۔ اسی سورۃ نور اور اسی سلسلہ میں باری تعالیٰ کا مزید حکم یہ ہے :✓

وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ط ۔۔ اور اپنے پیر (چلنے میں) اپنے زور سے نہ ماریں کہ اُن کے اندرونی زینت کا علم ہو جائے۔

اس موقع پر بعض مترجمین نے زینت کا ترجمہ بھی "زیور" کر دیا ہے یہ "زیورات" کا ترجمہ صحیح نہیں۔ اس میں بھی صاف و صریح محال لازم آتا ہے یعنی اگر کوئی عورت زیور نہ پہنے ہو تو وہ زور سے پیر مار سکتی ہے گویا جن عورت

کے پیر میں زیور نہ ہو اُس کے لئے آیت کا اطلاق نہیں رہتا اور اُس کے واسطے یہ حکم بیکار ہو جاتا ہے۔ یہ محال ہے۔ کیونکہ ایسی کوئی تفریق و تخصیص حکم میں موجود نہیں ہے بلکہ حکم عام ہے جو ہر زمانہ اور دنیا کی ہر عورت کے لئے واجب التعمیل ہے۔ ایک اور محال یہ بھی واقع ہوتا ہے کہ "زیور" کو جھنکار دار" مانا گیا ہے اور معنی یہ نکالے گئے ہیں کہ زور سے پیر مارنے میں زیور کی جھنکار ہو گی اور پیر میں زیور ہونے کی خبر ہو جائے گی اس لئے زیور کی جھنکار کی خاطر یہ حکم صادر ہوا۔ یہ مطلب و تاویل بھی صحیح نہیں۔ زیور اور بالخصوص پیر کا زیور ایسا بھی ہوتا ہے جس میں کوئی آواز نہیں ہوتی۔ لیسے زیور کی کوئی صراحت یا تخصیص آیت میں موجود نہیں ہے اور حکم عام ہے جو ٹل نہیں سکتا۔ لہٰذا یہ تاویل بھی غلط اور بے معنی ہو جاتی ہے۔ ایک اور محال یہ لازم آتا ہے کہ حکم ہر امیر غریب۔ مفلس اور نادار عورت کو یکساں دیا گیا ہے مفلس اور نادار عورت کے پاس زیور کہاں سے آیا؟ لہٰذا یہ حکم صرف امرا کی اُن عورتوں سے متعلق رہ گیا جو لازمی طور سے پیر میں جھنکار دار زیور بھی پہنے ہوں۔ آیت میں اس قسم کی کوئی تفریق و تخصیص ہر گز موجود نہیں بلکہ حکم کی مخاطب مسلمانوں کی تمام عورتیں ہیں۔ اس لئے یہ بھی تاویل زیور بیّن طور پر غلط ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہاں بھی زینت سے مراد حصہ جسم ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ زور سے پیر مارنے یا دھمک کر چلنے سے بر لحاظ نوعیت پوشش پنڈلی بلکہ اس سے بھی اوپر حصہ جسم کا کھل جانا ممکن بلکہ اغلب ہوتا ہے چنانچہ عورت کے اس حصہ جسم

یعنی پنڈلی کو ستر قرار دیکر اس کو مخفی رکھنے کا حکم ہے علاوہ برایں عام تجربہ کی بات یہ بھی ہے کہ زور سے چلنے اور دھمک کر پیر ڈالنے سے دوپٹہ سرکنے اور ہٹ جانے کا یقینی احتمال رہتا ہے۔ لہذا اس ستر کی حفاظت کے لئے بھی زور سے چلنے کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔

شانِ نزول

"تاریخی اعتبار سے یہ وہ زمانہ تھا کہ زیور کا تو ذکر ہی کیا افلاس و عسرت کی کیفیت ہندوستانی دیہات سے بھی بد تر تھی حضرت عمرو بن سلمہؓ کمسن صحابی تھے جن کو حفظ قرآن کی بنا پر رسول اللہؐ نے ان کے قبیلہ کا امام بنا دیا تھا لیکن اُن کا تہہ بند اس قدر چھوٹا تھا کہ جب سجدے میں جاتے تھے تو کشف عورت ہو جاتا تھا ایک صحابیہ نے یہ حالت دیکھکر کہا کہ "اپنے قاری کی ستر عورت کرو" اس پر لوگوں نے اُن کو ایک قمیص خرید دی قمیص کوئی بڑی چیز نہیں لیکن اُن کو اس پر اس قدر خوشی ہوئی کہ اسلام لانے کے بعد انھیں کبھی ایسی مسرت حاصل نہیں ہوئی۔ مہاجرین کو کپڑے کی اس درجہ تکلیف تھی کہ جب قرآن مجید کے حلقہ درس میں شامل ہوتے تھے تو ایک دوسرے سے مل جل کر بیٹھتے تھے تاکہ ایک کا جسم دوسرے کے جسم کی پردہ پوشی کر سکے۔ رومال تک صحابہؓ کرام کو میسر نہیں تھا کھانا کھا کر تلووں سے ہاتھ پونچھ لیتے تھے ایک کپڑا بھی بہ مشکل میسر ہوتا تھا عورتوں کو اوڑھنی میسر ہوتی تو کرتا کرتی نصیب نہ ہوتا۔ ابن جریر نے عدی بن ثابت سے روایت کی ہے کہ ایک انصاریہ عورت نے آنحضرتؐ کے پاس حاضر ہو کر عرض کی کہ یا رسول اللہ بسا اوقات

میں اپنے گھر میں ایسی حالت سے رہتی ہوں کہ میں نہیں چاہتی کوئی اور شخص ایسی حالت میں مجھے دیکھے اور لوگ ہیں کہ ہمارے مردوں کے پاس اسی حالت میں گھسے چلے آتے ہیں ارشاد فرمائیں کہ ایسی صورت میں مجھے کیا کرنا چاہیئے اس پر حق تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ ایک مرتبہ حضور اکرمؐ نے حضرت عمر فاروق رضؓ کو بلانے کے لئے ایک انصاری غلام مدلج بن عمر کو ٹھیک دوپہر کے وقت بھیجا وہ بلا اذن لئے گھر میں چلا گیا اُس وقت حضرت عمر رضؓ اپنی بیوی سے ملاعبت کر رہے تھے لہذا غلام کا یکایک اس طرح اندر آجانا آپ کو سخت ناگوار ہوا آپ نے فرمایا کاش اللہ تعالیٰ اس امر کی ممانعت فرمائے چنانچہ یہ آیات نازل ہوئیں۔

نیز جابر بن عبداللہ سے روایت پہونچی ہے کہ اسمار بنت مرشد اپنے باغ میں آیا کرتی تھیں اور عورتیں ان کے باغ میں ان سے ملنے جایا کرتی تھیں جو کچھ اوڑھے لپیٹے نہیں ہوتی تھیں بسا اوقات ان کی اوڑھنی اڑ جاتی تھی تو وہ بالکل بے پردہ ہو جاتی تھیں اسمار نے کہا کہ عورتیں جو بلے حجابانہ پھرتی ہیں یہ کیسا بُرا رواج ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

ان روایات سے یہی معلوم ہو جاتا ہے کہ مقصود بالذات اعضاء جسمانی کا پردہ تھا نہ زیورات ومفروضہ سامان آرائش کا پردہ متصور ہو سکتا تھا کہ یہ چیزیں اس زمانہ میں میسر بھی نہیں تھیں تاہم شان نزول

یا تاریخی کیفیت و معاشرت سے احکام قرآنی کا فیصلہ نہیں ہوا کرتا ہے کیونکہ احکام بذات خود ہر زمانہ اور ہر ملک کے مسلمانوں کے لئے ناطق اور کامل ہوتے ہیں جن میں کوئی پیچیدگی یا کجی نہیں ہوتی انسان چاہے تو اس میں تاویل و قیاس آرائی سے کجی پیدا کر دے۔

بعض علماء کا قیاس و گمان

ان آیات کے متعلق بعض بزرگوں نے جو تاویلات کی ہیں اور پردہ ثابت کرنے کے لئے جو کاوشش فرمائی ہے اُس کا تذکرہ نہایت ضروری ہے۔ ایک صاحب فرماتے ہیں: "اس آیت میں صاف صاف اجنبی پر نظر ڈالنے کی ممانعت ہے" نظریں نیچی رکھنے کی یہ تاویل بھی صحیح نہیں ہے آیت میں اجنبی اور غیر اجنبی کا ذکر نہیں ہے ستر پوشی اور پاس حیاو شرم کی ہدایت ہے اور ایک دوسرے کے ستر پر نظر ڈالنا ممنوع کیا گیا ہے اس آیت کا یہ منشا نہیں ہے کہ علاوہ ستر کے کوئی کسی کو نہ دیکھے نہ نظر ڈالے البتہ ستر کا دیکھنا ناجائز قرار دیا گیا ہے پردے کی خاطر جو قیاس آرائی کی گئی ہے وہ درست نہیں۔ یہ ہی صاحب مزید فرماتے ہیں کہ "ما ظہر منہا" کی کئی توجیہیں کی گئی ہیں لیکن اصل بات یہ ہے کہ ہر ایک کے لئے "ما ظہر منہا" کا معیار جدا گانہ ہے ہر ایک عورت اپنے لئے آپ تجویز کر لے کہ پاس شرم و حیا کے ساتھ دنیا کے کاروبار کے لئے اس کو کون سی چیز بجبوری کھلی رکھنی ضرور ہے" اس تنقید کا صاف مطلب یہ ہوا کہ حکم مبہم اور نامکمل ہے اور خود عورت کو اختیار

ہے کہ وہ جس طرح چاہے اپنی ستر پوشی کرے۔ اگر عورت کو ایسا کوئی اختیار حاصل رہے تو حکم ناقابل عمل اور معطل ہو جائیگا۔ ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ صاف و صریح حکم دیا گیا ہے کہ سینوں پر دوپٹوں کے پلو ڈالے رہیں اس کے علاوہ جو حصہ جسم کا کھلا رہے اس کی کوئی ممانعت نہیں ہے۔ حکم مکمل ہے اور کسی طرح محتاج تاویل نہیں۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ "ما ظہر منہا" سے وہ کپڑے مراد ہیں جن میں زینت کو چھپایا جاتا ہے مثلاً برقع یا چادر وغیرہ" یعنی برقع یا چادر کھلا رہے باقی کل لباس مستور رہے۔ یہ تاویل اور معنی خیزی اسی وجہ سے پیدا ہوئی کہ زینت کے معنی زیور، سامان آرائش اور لباس متصور کئے گئے اور اعضاء جسمانی کو نظر انداز کر دیا گیا۔ یہ واضح کیا جا چکا ہے کہ زینت کے معنی و مطلب عضو جسمانی سے ہیں زیور کی تاویل بے محل و بے رابطہ ہے یہی بزرگوار مزید ارشاد فرماتے ہیں کہ "بعض کے نزدیک اس سے مراد چہرہ اور ہاتھ ہیں اور وہ اسباب زینت بھی اس استثناء میں داخل تھیں جو چہرے اور ہاتھ میں عادتاً ہوتے ہیں مثلاً ہاتھ کی حنا اور انگوٹھی اور آنکھوں کا سرمہ وغیرہ یا ہاتھ اور چوڑیاں، کنگن اور انگوٹھیاں" ان فقرات میں جہاں تک اعضاء جسمانی کا تذکرہ ہے وہ صحیح ہے لیکن حنا اور انگوٹھی وغیرہ کی تعبیر غیر ضروری ہے کہ یہ چیزیں ہر عورت اور ہر ملک میں نہیں ہوا کرتیں۔ جب ہاتھ اور چہرے کا پردہ نہیں ہوا اور یہ اعضاء جسمانی

مستثنیات میں داخل ہو گئے تو وہ ہر کیفیت کے ساتھ افشا رہ سکتے ہیں خواہ حنا یا زیور کے ساتھ ہوں یا حنا اور زیور سے مبرا ہوں محترم موصوف یہ بھی فرماتے ہیں کہ "بعض ہاتھوں کو ان کی زینت کے ساتھ کھولنے کی اجازت دیتے ہیں مگر چہرے کے بارے میں وہ بجائے پورے چہرے کے صرف آنکھیں کھولنے کو جائز رکھتے ہیں" آیت میں اس تاویل کی بھی گنجائش نہیں ہے حکم یہ ہے کہ سینوں پر دوپٹے ڈالے رہیں اس کے بعد جو حصہ جسم کھلا رہ جائے وہ مستثنیٰ رہے گا یا بالفاظ دیگر اس کے چھپانے کا حکم نہیں ہے۔ چونکہ اس سے قبل مقامات بول و براز کو مستور رکھنے کا حکم ہوا اور اس حکم میں سینوں پر دوپٹے ڈالنے کی ہدایت ہوئی اور اسی کے بعد عورت کی پنڈلیاں کھلنے کے احتمال کو رفع کیا گیا لہٰذا اس جملہ وضاحت و صراحت کے بعد جو حصۂ جسم باقی رہتے ہیں وہ سب مستثنیات میں داخل ہیں یہ قیاس کہ صرف آنکھیں کھلی رہیں یا پورا چہرہ کھلا رہے دور از کار باتیں ہیں۔ انسان کو برہنہ پیدا کیا گیا لہٰذا وہ برہنہ بھی رہ سکتا تھا دنیا میں ایسی قوم اب بھی موجود ہے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کا برہنہ رہنا بے حیائی اور بے شرمی تجویز فرمائی۔ مرد اور عورت دونوں کو حکم دیا کہ اپنی اپنی شرمگاہوں کی حفاظت رکھیں اور ایک دوسرے کے مقامات شرم پر نظر نہ ڈالیں بلکہ نظریں نیچی رکھیں اس کے بعد عورت کو سینہ اور پنڈلی کے مستور رکھنے کا مزید حکم دیا۔

ظاہر ہے کہ اگر یہ حکم صریح ستر پوشی کے نہ ہوتے تو ہر مسلمان کیلئے شرعاً برہنہ رہنا بھی جائز ہوتا اسی طرح جن اعضاء کی مخصوص ستر پوشی کا حکم نہیں ہے وہ فطرتاً اور قدرتاً کھلے رہ سکتے ہیں کوئی انسانی قانون اُن کے متعلق پابندی اور حدود جاری نہیں کر سکتا نہ تاویلات خام اور قیاس کام آسکتے ہیں۔ آگے چل کر یہی بزرگوار فرماتے ہیں کہ "اس باب میں قطعی احکام نہ شارع نے دیے ہیں نہ اختلاف احوال و ضروریات کو دیکھتے ہوئے یہ مقتضائے حکمت ہے کہ قطعی احکام وضع کئے جائیں جو عورت اپنی حاجات کے لئے باہر جانے اور کام کاج کرنے پر مجبور ہے اس کو کسی وقت ہاتھ بھی کھولنے کی ضرورت پیش آئے گی اور چہرہ بھی ایسی عورت کے لئے بلحاظ ضرورت اجازت ہے اور جس عورت کا یہ حال نہیں ہے اُس کے لئے بلا ضرورت قصداً کھولنا درست نہیں" یہ قیاس و رائے بھی غلط ہے۔ یہ کہنا کہ احکام ناقص و نامکمل ہیں خدا کی شان میں بے ادبی ہے اور یہ بھی لے جا ہے کہ شارع نے قطعی احکام نہیں دیئے ہیں حالانکہ احکام مکمل اور قطعی ہیں کسی قسم کی تاویل اور قیاس کی بھی گنجائش نہیں ہے۔ فی زمانہ حال یہ ہوگیا ہے کہ لوگ پہلے اپنی منشاء و غرض کے مطابق احکام تلاش کرتے ہیں اور جب اس غرض و مقصد میں ناکامیابی ہوتی ہے تو خود خواستہ تاویلات اور قیاس آرائی سے من مانی بات کو ثابت اور جائز کرنا چاہتے ہیں اس عمل میں محالات واقع ہونا لازمی ہو جاتا ہے اور

لامحالہ خود احکام الٰہی کو ناقص یا نامکمل کہنا پڑتا ہے۔ جہاں تک آیات مذکورہ کا تعلق ہے نہ اُن میں کوئی پیچیدگی ہے نہ کمی ہے نہ اس امر کا موقع ہے کہ عورت مجبور ہو تو ہاتھ اور چہرہ کھولے اور اگر مجبور نہ ہو تو ہاتھ اور چہرہ کھولنا درست نہیں۔ نہ ہی ان آیات میں باہر نکلنے یا نہ نکلنے کا کوئی ذکر ہے اِن بزرگوار نے ان آیات کے تحت یہ اضافے محض قیاس درائے سے کر دیے اور یہ صورت حال افسوسناک اور عبرت انگیز ہے۔

ایک صاحب نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ "اپنا بناؤ سنگھار کھول کر نہ دکھائیں مگر جو طبعاً کھلا رہتا ہے جیسے آنکھوں کا سرمہ۔ ہاتھوں کی مہندی یا انگلیوں کی انگوٹھی۔ اس لئے چہرہ ہتھیلیاں اور قدم ستر میں داخل نہیں" اس میں شک نہیں کہ ہاتھ۔ قدم اور چہرے کو چھپانے کا کوئی حکم نہیں ہے اس لئے یہ اعضاء یقیناً کھلے رکھے جا سکتے ہیں لیکن آنکھوں کے سرمہ اور ہاتھوں کی مہندی یا دیگر زیورات کی تاویل صحیح نہیں۔ نہ کوئی عقل و قرینہ ہو سکتا ہے کہ جس چیز کا قطعی ذکر نہ ہوا ہو کو بھی خیال و قیاس کی رُو سے اضافہ کر دیا جائے اور پھر اس کا بھی خیال نہ کیا جائے کہ ایسے اضافوں سے کیا مشکلات اور محالات پیدا ہو جائیں گے یہ ہی عالم صاحب آگے بڑھ کر فرماتے ہیں کہ "اپنا حسن دکھانے کے لئے اگر کوئی چیز بے حجاب کی جائے تو یہ گناہ ہے" یہ ایک قطعی نیا مسئلہ اس آیت کے تحت پیدا کر دیا اس سے اور آیت سے

کوئی واسطہ اور تعلق نہیں۔ اس آیت کی رُو سے جن اعضاء کو چھپانے کا حکم دیا گیا ہے اس کی تعمیل لازمی ہے مثلاً اگر کسی عورت کا ارادہ اور نیت اظہار حسن کی نہ بھی ہو تاہم وہ سینہ ہرگز کھلا نہیں رکھ سکتی اس لئے کہ سینہ پر دوپٹہ کے پلو ڈالنے کا حکم ہے۔ اسی طرح اگر چہرہ کھلا رکھنے کی اجازت ہے تو نیت اظہار حسن کی ہو جب بھی کھلا رہے گا۔ مثلاً مرد کا جسم بالائے ناف داخل ستر نہیں ہے۔ اب اگر کوئی پہلوان باظہار حُسن و قوی یا بلا اظہار حُسن و قوی اس کو افشا کرتا ہے تو ہرگز کوئی گناہ نہیں ہو سکتا یہ بات اور ہے کہ دیگر احکام کے تحت ایسا کرنا درست نہ ہو مثلاً از راہ تکبر و فخر ایسا کیا جائے تو یہ سوال اور مسئلہ ہی دیگر ہوگا۔ بہر حال اس آیت کے تحت تاویل و قیاس مذکور کسی طرح مناسب اور صحیح نہیں ہے۔

الغرض احکام مذکورہ میں ستر پوشی کے علاوہ عورتوں کو دوپٹوں سے سینہ چھپانے کا حکم دیا گیا ہے اور پنڈلیاں افشا ہونے کے احتمال کو رد کیا گیا ہے اور افراد ملازمین کی ایک فہرست دی ہے کہ اُن کے سامنے اگر سینہ یا پنڈلیاں کھلی رہیں تو جائز ہے۔ زمرۂ مستثنیات میں لونڈی غلام، خواجہ سرا اور بے شعور لڑکے بھی شامل ہیں اب غور طلب ہے کہ حسب ذیل صورت حال میں یہ سب لونڈی غلام۔ خواجہ سرا اور بے شعور لڑکے مستثنیٰ کیے جاتے ہیں:

عورات النساء والرجال اسی سورۂ نور میں عورتوں اور مردوں

کے اوقات شرم وحیا کے متعلق فرمایا گیا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ؕ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ؕ

ایمان والو! تمہارے ہاتھ کے مال (لونڈی غلام) اور تم میں سے جو بلوغ کو نہیں پہونچے تین وقتوں میں تم سے اجازت لے لیا کریں نماز صبح سے پہلے اور جب تم دوپہر کو کپڑے اتار دیا کرتے ہو اور نماز عشاء کے بعد (یہ) تین وقت تمہارے پردے (شرم وحیا) کے وقت ہیں ان کے علاوہ نہ تم پہ کچھ گناہ نہ ان پر کچھ گناہ کیونکہ (وہ) اکثر تمہارے پاس آتے جاتے رہتے ہیں۔

مذکورہ بالا تین وقتوں پر لونڈی غلام اور نابالغ بچوں کو بھی مکان یا کوٹھری یا اس کمرے کے اندر جہاں مرد وزن رہتے ہوں بلا اجازت جانے کی ممانعت کی گئی ہے۔ یہ تین وقت ظاہر ہے کہ خلوت کے قرار دیئے گئے ہیں کہ ان میں کپڑے اتار رکھے جا سکتے ہیں یہ ممانعت اخلاقی طور پر نہایت اہم ہے کیونکہ بغیر اذن چلے جانے میں ممکن اور اغلب ہے کہ جانیوالا خواہ لونڈی یا بے شعور لڑکا ہی کیوں نہ ہو وہ دیکھے جس کا دیکھنا باعث ننگ وعار ہوتا ہے یہاں بھی فی الحقیقت اعضاء جسمانی کے ستر سے مطلب و منشا ہے اور بالخصوص عورات النساء والرجال مراد ہیں کیونکہ اگر محض سینہ یا پیٹ و پنڈلی وغیرہ ہوتی تو اس سے قبل ان اعضاء کو لونڈی غلام اور نابالغ

لڑکوں کے سامنے کھلا رہنے کی اجازت دی گئی ہے۔

سن رسیدہ عورتوں کی رعایت

اسی سورۂ نور میں بوڑھی عورتوں کی یہ رعایت فرمائی گئی ہے:

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ اللَّاتِي لَا يَرْجُونَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ أَنْ يَضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ بِزِينَةٍ ۖ وَأَنْ يَسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَهُنَّ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ○

اور بڑی بوڑھی عورتیں جن کو نکاح کی امید نہیں اگر اپنے کپڑے اتار رکھا کریں تو اس میں اُن پر کچھ گناہ نہیں بشرطیکہ اُن کو زینت دکھانا منظور نہ ہو اور احتیاط رکھیں تو اُن کے حق میں بہتر ہے اور اللہ سنتا جانتا ہے

سب ہی جانتے ہیں کہ بڑی بوڑھی عورتوں کو سامان آرائش سے کوئی واسطہ نہیں رہتا اور بالخصوص ایسی بوڑھیوں کو جن کو نکاح کی خواہش و امید باقی نہ رہے ان عورتوں کو اللہ تعالیٰ نے اجازت عطا فرمائی ہے کہ وہ اپنے کپڑے اُتار رکھ سکتی ہیں مگر کپڑے اتار رکھنے کے ساتھ یہ شرط عائد کی ہے کہ ان عورتوں کی یہ نیت نہ ہونا چاہیے کہ اُن کے سینہ اور پیٹ کو آنیوالا دیکھے اور مزید احتیاط کے طور پر بہتر یہی قرار دیا ہے کہ اگر وہ ایسا نہ کریں تو اُن ہی کے حق میں زیادہ بہتر ہوگا۔ اس آیت سے صاف و واضح طور پر اعضاء جسم کا مراد ہونا ثابت ہے سب کپڑے اتارنے کا حکم نہیں ہے جس کا مطلب صاف ہے کہ مقامات ستر و دیگر اعضاء مستور رہیں گے صرف دوپٹہ وغیرہ اتار رکھ سکتی ہیں۔ کوئی شک وشبہ نہیں کہ دوپٹہ اتار ڈالنے کی

اور قمیص علیحدہ رکھ دینے سے سینے اور پیٹ کا انکشاف ہو جائے گا اسی کے متعلق ارشاد ہوا ہے کہ اس زینت کو دکھانے کی نیت نہ ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔ یہاں زینت کے معنی بیّن طور پر سینہ اور پیٹ اور پیٹھ سے ہیں کسی سامان آرائش یا زیور کے معنی ہرگز نہیں ہو سکتے یہ امر ظاہر اور واضح ہو جانے کے بعد کہ عورتوں کے ہاتھ پیر اور چہرے کا پردہ آیات مذکورہ بالا سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس کے برعکس ان کا فطرتاً اور قدرتاً کھلا رکھنا جائز طور پر لازم آتا ہے عورتوں اور مردوں کے دیگر تعلقات و اتحاد اور رابطہ باہمی کے متعلق اسی سورۃ نور میں ارشاد ہوتا ہے:

اتحاد و آزادی:۔

لَيْسَ عَلَى الْأَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ اَوْ صَدِيْقِكُمْ ۭ لَيْسَ عَلَيْكُمْ ۔

نہ اندھے کیلئے کچھ مضائقہ ہے اور نہ لنگڑے کے لئے کچھ مضائقہ ہے اور نہ بیمار کیلئے کچھ مضائقہ ہے اور نہ تم مسلمانوں کیلئے کہ اپنے گھروں سے کھاؤ یا اپنے باپ کے گھر سے یا اپنی ماں کے گھر سے یا اپنے بھائیوں کے گھر سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا اُن گھروں سے جن کی کنجیاں تمہارے اختیار میں ہیں

جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ط — یا اپنے دوستوں کے گھروں سے تم پر کچھ گناہ نہیں کہ سب مل کر کھاؤ یا الگ الگ۔

ان ہدایات میں اعزا و اقربا کے علاوہ دوستوں کے گھروں سے کھانا جائز و مباح قرار دیا گیا ہے بلکہ اس کی بھی اجازت ہے کہ اہل خانہ سب کے ساتھ مل جل کر کھائیں پئیں خواہ علیٰحدہ علیحدہ کھائیں پئیں اس سے مردوں اور عورتوں کے اختلاط اور رابطہ باہمی کی مثال سمجھ میں آجاتی ہے اور اتحاد و اخلاص بین المسلمین کا مستند نمونہ پیش ہو جاتا ہے:

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں — ہوئے کس درجہ فقیہان حرم بے توفیق
ان غلاموں کا یہ مسلک ہے کہ ناقص ہے کتاب — کہ سکھاتی نہیں مومن کو غلامی کے طریق
(اقبال)

ازواج مطہرات اور دیگر نساء المسلمین

اب اُن آیات کا مطالعہ ضروری ہے جو براہ راست رسول اکرمؐ کی ازواج مطہرات کی شان اقدس میں نازل ہوئی ہیں۔ ان آیات میں حسب دستور بے محل اور غلط تاویلات کی گئی ہیں اور اس نیت اور ارادے سے کہ عام عورتوں کا گھروں کے اندر کسی نہ کسی طرح قید رکھا جانا جائز ہو جائے یہ افسوسناک تعبیر کی ہے کہ اِن آیات مخصوص کو عام مستورات سے واسطہ اور تعلق ہے اور اس کوشش میں یہ بھی پرواہ نہیں کی کہ ایسی تاویل سے ازواج مطہرات کی کسر شان اور تحقیر لازم آجائے گی۔ جو فضائل اور شرف خاص بارگاہ ایزدی سے ازواج مطہرات کی شان میں نازل ہوئے ہیں وہ قابل غور ہیں باری تعالیٰ سورۃ الاحزاب

میں فرماتا ہے:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ	اور نبیؐ ایمان والوں پر خود اُن کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں اور نبیؐ کی ازواج اُن کی مائیں ہیں

ازواج مطہرات کو مسلمانوں کی ماں ہونے کا ایسا شرف عطا ہوا ہے جو کسی اور خاتون اسلام کو تفویض نہیں کیا گیا۔ پھر اصلی اور حقیقی ماں ہونے کی تاکید اور وضاحت اِس طرح فرمائی گئی:

وَ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ لَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِیْمًا ۝	اور (مسلمانو!) تم کو شایاں نہیں کہ رسول خدا کو ایذا دو اور نہ یہ کہ اُن کے بعد کبھی اُن کی بیبیوں سے نکاح کرو خدا کے نزدیک یہ بڑی بات ہے۔

یہ فضیلت بھی کسی اور خاتون کو کبھی عطا نہیں ہوئی حقیقی ماں ہونے کا بدیہی نتیجہ یہ ہوا کہ اولاد سے کسی حالت میں نکاح جائز نہیں ہو سکتا چنانچہ صاف و صریح تاکید فرمائی گئی کہ کسی مسلمان مرد کو جائز نہیں کہ رسول اللہؐ کے بعد اپنی ماؤں یعنی ازواج مطہرات سے نکاح کریں کہ یہ بڑی بے حیائی اور گناہ عظیم ہے۔ اس کے بعد اللہ تبارک و تعالیٰ اسی سورۃ الاحزاب میں رسول اللہؐ کی ازواج مطہرات کو براہ راست مخاطب فرما کر یہ حکم دیتا ہے:

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ مَنْ یَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ یُّضٰعَفْ لَهَا	اے نبیؐ کی بیبیو تم میں سے جو کوئی کسی کھلی ناشائستہ حرکت کی مرتکب ہوگی

أُلْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ط وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝ وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ أَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ وَأَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ۝

اس کو دوہری سزا دی جائیگی اور اللہ کے نزدیک یہ سہل ہے اور جو تم میں سے اللہ اور اُس کے رسولؐ کی فرمانبرداری اور نیک عمل کریگی اس کو ہم اس کا اجر دوہرا دینگے اور ہم نے اس کیلئے عزت کی روزی تیار کر رکھی ہے۔

یہ خصوصیت بھی صرف ازواج مطہرات کے لئے ہے کہ اُن کے واسطے ارتکاب فحش کی سزا عوام کے مقابلہ میں دوچند معین کی گئی ہے اور اسی طرح اطاعت رسولؐ اور اعمال صالح کا اجر دوگنا مع عزت کی روزی کے مقرر فرمایا گیا ہے۔ دوچند جزا کے ساتھ دوگنی سزا کا تعین ضروری تھا ورنہ یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ ازواج مطہرات سے ارتکاب فحش کا کوئی قرینہ اور امکان نہیں تھا کیونکہ ان کو پاک وصاف رکھنا خود مشیت ایزدی کو منظور تھا اور جس کی وضاحت اسی سورۃ میں اس طرح فرمائی گئی ہے:

إِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۝

(اے نبیؐ کے گھر والو! خدا کو تو یہی منظور ہے کہ تم سے گندگی کو دور رکھے اور تم کو ایسا پاک صاف بنائے جیسا پاک صاف بنانے کا حق ہے۔

یہ انتہائی عظمت و فضیلت ہے کہ اللہ تبارک و تعالی کو ازواج مطہرات

گندگی و رجس سے پاک وصاف بنانا منظور ہوا اس میں کیا کلام کہ جس کو رجس سے پاک وصاف بنانے کی مشیت و منشاء الہٰی ہو اس کی فضیلت و عظمت کی کیا انتہا ہوگی۔ یہ بھی ایسا شرف و اعزاز ہے جو اور کسی خاتون کو عطا نہیں ہوا۔ یہ فضیلت ان الفاظ سے کہ "جیسا پاک صاف بنانے کا حق ہے" اور بھی زیادہ بلند و برتر ہو جاتی ہے۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ ان آیات میں سوائے ازواج مطہرات کے اور کوئی مخاطب نہیں ہے۔ چنانچہ انھیں کی شان میں مزید ارشاد ہوتا ہے:

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ط

اور تمہارے گھروں میں جو خدا کی آیتیں اور دانائی کی باتیں پڑھ پڑھ کر سنائی جاتی ہیں اُن کو یاد رکھو۔

یہ خصوصیت اور فضیلت بھی امہات المومنین کو حاصل تھی کہ اُن کے گھروں میں آیات الہٰی کی تلاوت اور احکام الہٰی کا ورد ہوا کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان تذکرات کو یاد رکھنے کی ہدایت فرمائی کہ اس سے اشاعت دین حق مقصود تھی۔ پھر یہ بھی عظمت تھی کہ اُن کے گھر میں نزول وحی ہوتی تھی علاوہ بریں یہ شرف کسی اور خاتون کو کب حاصل تھا کہ خود رسول اللہ بذات خاص آیات الہٰی کی تلاوت اور ان کے معانی و مقاصد ظاہر فرماتے اور اُن کے نکات بیان فرماتے اس کے بعد اسی سورۃ احزاب میں باری تعالیٰ امہات المومنین کو مکرر مخاطب فرماتا ہے:

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ

اے نبیؐ کی بیبیو تم کچھ عام عورتوں کی

مِنَ النِّسَآءِ .... طرح تو ہو نہیں (یا: مثل کسی اور عورت جیسی تو ہو نہیں)

اب صاف و صریح طور پر فرمادیا گیا کہ ازواجِ مطہرات عام عورتوں کے زمرے میں داخل نہیں ہیں۔ پھر یہ اعلان و وضاحت ازواجِ مطہرات کو مخاطب فرما کر کی گئی ہے اس سے کامل اور واثق طور پہ ثابت کردیا کہ یہ خطابات سوائے امہات المومنین کے اور کسی سے متعلق نہیں ہوسکتے نہ کسی امیر و کبیر اور غریب و فقیر کو یہ حق کسی صورت میں حاصل ہوسکتا ہے کہ اِن کا اطلاق اپنے فرقہ یا گروہ کی عورتوں یا کسی عورت پر کرسکے۔ اس بیّن اور واضح مخاطبت کے بعد مزید احکام اسی سلسلہ میں یہ صادر ہوگئے ہیں کہ:

اِنِ اتَّقَیْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰى ......

اگر تم (نبیؐ کی بیبیو) کو پرہیزگاری منظور ہے تو دبی زبان سے بات نہ کیا کرو تو جس کے دل میں کھوٹ ہے وہ تم سے توقعات پیدا کرلیگا اور بات کرو جیسا کہ پاک صاف لوگوں کا دستور ہے اور اپنے گھروں ہی میں جمی رہو اور اگلے زمانہ جاہلیت کے بناؤ سنگھار دکھاتی نہ پھرو۔۔۔

یہ حکم کھلا کھلا خاص امہات المومنین کو صادر ہوا ہے کہ وہ دبی زبان سے بات نہ کریں کہ لوگوں کو رازِ سیاست و نبوت معلوم کرنے کی جرأت ہوسکے بلکہ دبدبہ اور سطوتِ شاہانہ کے مطابق کلام کریں کہ لوگوں پہ

حرمت اور رعب قائم رہے اور جو بات ہو وہ معقول اور بے باک ہو کہ یہ طریقہ پاک صاف لوگوں کا ہوتا ہے۔ اس کے بعد یہ بھی ہدایت فرمائی کہ امہات المومنین اپنے گھروں میں قرار سے قیام پذیر رہیں اور زمانہ جاہلیت کی عام عورتوں کی طرح بناؤ سنگھار دکھاتی نہ پھریں۔ اس بات کو دوبارہ یاد کر لیا جائے کہ ان تمام آیات کی مخاطب خاص ازواج مطہرات میں اس لئے دنیا کی کسی امیر یا غریب عورت یا شاہزادی اور ملکۂ وقت کو بھی یہ حق حاصل نہیں ہو سکتا کہ ان آیات کا مخاطب اپنے آپ کو ایک لمحہ کے لئے بھی کہہ سکے یا اپنے آپ کو عام عورتوں کے زمرے سے نکال کر ان خاص فضائل و مراتب کا مستحق قرار دے سکے۔ دوسری بات یہ ذہن نشین رکھنا چاہئے کہ " وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ " کی دوسری قرارت " وَ قِرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ " بھی کی گئی ہے آخر الذکر کے معنی ہوئے کہ اپنے گھروں میں وقار کے ساتھ رہو" پہلی آیت سے یہ مطلب نکلا تھا کہ گھروں میں جمی بیٹھی رہو یعنی گھروں سے نہ نکلو دوسری سے یہ واضح ہوا کہ نکلنے کی کوئی قید نہیں بلکہ وقار کے ساتھ رہنا مراد ہے۔ ہندوستان میں وَقَرْنَ صحیح مانا گیا ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ " گھروں میں جمی رہو" سے کیا مطلب ہے آیا کسی وقت اور کسی حالت میں گھروں سے باہر نہ نکلیں؟ اس کی وضاحت اور صراحت اِس فقرے سے کر دی گئی کہ " اور اگلے زمانۂ جاہلیت اولیٰ کے بناؤ سنگھار دکھاتی نہ پھرو"

جس کے صاف وصریح معنی یہ ہوئے کہ بلا ضرورت گھروں سے نہ نکلا کریں کہ بناؤ سنگھار دکھانا مقصود ہو البتہ حاجات اور ضروریات کے لئے نکلنا جائز ہے۔ ازواج مطہرات کی سیرت اور حکم مذکور پر جو عمل ہوا اس سے بھی کامل طور پر ثابت ہے کہ اس حکم کے بعد بھی ازواج مطہرات گھروں سے برابر ضرورت اور حاجت کے مواقع پر باہر نکلتی رہیں اور اس حکم کے یہ معنی کبھی نہیں سمجھے گئے کہ ازواج مطہرات کا گھروں سے نکلنا قطعی ممنوع ہو گیا ہو۔ اس سے قبل یہ واضح ہو چکا ہے کہ "ما ظہر منہا" کی غلط تاویل سے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی گئی کہ دُنیا کی ہر مسلمان عورت کے لئے غیر محرمات کے سامنے کوئی حصہ جسم کھولنا جائز نہیں لیکن یہ دعویٰ بے دلیل مسترد اور باطل ثابت ہوا۔ چونکہ اکثر عورتیں گھروں کے اندر قید رکھی جاتی ہیں لہٰذا اس قید کو ثابت کرنے کی یہ کوشش کی گئی کہ یہ حکم "وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ" جو خاص امہات المومنین کی فضیلت و عظمت کے لئے صادر ہوا تھا اس کا اطلاق عام عورتوں کے لئے قرار دیا گیا پھر اسی پر اکتفا نہیں ہوا بلکہ یہ اضافہ کر دیا گیا کہ عام عورتیں ہمہ وقت گھروں میں قید رہیں۔ پھر یہ دیکھ کر کہ غریب عورتوں کو گھروں سے باہر نکلے بغیر چارہ نہیں یہ ترمیم کر دی کہ امراء و روساء کی عورتوں کے لئے اس حکم کا اطلاق ہوگا غربا کی عورتوں کو اس حکم سے کوئی تعلق نہیں اب ایک اور مشکل حائل ہوئی کہ امراء و روساء کی عورتوں کو باہر نکلنے کی ضرورت و حاجت نہیں

ہوتی اور ازواج مطہرات ضرورت اور حاجت کی بنا پر باہر نکلتی تھیں
لہذا امرا اور رؤسا کو یہ سبقت اور برتری حاصل ہوئی کہ وہ ہمہ وقت
گھروں کے اندر قید رہیں۔ اس فکر و کاوش میں اکثر صاحبان نے
"وقرن فی بیوتکن" کی عجیب عجیب تاویلات کی ہیں جن کا تذکرہ لازمی
ہے اور دلچسپی سے خالی نہیں ہے:

احکام ترے حق ہیں مگر اپنے مفسر ؛ تاویل سے قرآں کو بنا سکتے ہیں پازند
(اقبال)

وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ کی تاویلات

ایک بزرگوار فرماتے ہیں کہ اگر
کسی عورت کا سر دھرا نہ ہو۔ قلت معاش ہو بیماری یا معذوری
اور ایسے ہی وجوہ ہوں تو جائز ہے کہ ضروریات کے لئے گھر سے
باہر نکل سکتی ہے" چونکہ ازواج مطہرات بوجہ قلت معاش اور
ضروریات کے باہر نکلتی تھیں لہذا یہ قیاس اضافہ کیا گیا کہ غریب
عورتیں باہر نکل سکتی ہیں مگر امرا اور روسا کی عورتیں جن کا درجہ
نعوذ باللہ ازواج مطہرات سے بڑا ہوا وہ باہر نہیں نکل سکتیں
سب سے پہلے تو یہ ہی غلط ہے کہ یہ حکم سوائے ازواج مطہرات
کے اور کسی سے متعلق و منسوب کیا جائے۔ ازواج مطہرات کے
علاوہ دنیا کی کسی اور مسلمان عورت کے لئے یہ احترام و فضیلت
اطلاق کرنا صریح حکم عدولی اور بے ادبی ہے بلکہ معصیت ہے۔ پھر
یہ تو انتہائی گستاخی ہے کہ قلت معاش کی بنا پر ازواج مطہرات کا

نکلنا جائز تھا اور امراء و رؤسا کی عورتیں اس سے ممنوع ہیں۔ اس تاویل اور قیاس کی ذراسی بھی گنجائش نہیں بلکہ صریح اختراع ہے جو کسی طرح جائز نہیں۔ آیت میں اس طرح کے اضافے اور ترمیم کا مسلمانوں کا کوئی فرقہ جائز نہیں رکھتا۔ کسی ذاتی رائے یا غرض کی بنا پر آیت میں اس قسم کی قیاس آرائی اور تاویل کرنا باری تعالیٰ نے گناہ عظیم قرار دیا ہے۔

دوسرے صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ "پھر آخر میں جاکر پردے کی تکمیل تو اس آیت سے ہوئی جس میں امہات المومنین یعنی پیغمبر صاحب کی بیبیوں کو حکم ہے کہ "وَقَرْنَ فِی بُیُوْتِکُنَّ" اگرچہ یہ احکام امہات المومنین کو ہیں اور امہات المومنین کے بارے میں ہیں مگر عام مسلمان عورتیں اور تمام مسلمان مرد مخاطب ہیں" یہ تاویل بھی سراسر غلط ہے۔ اور یہ بات تو ہرگز صحیح نہیں کہ عام مسلمان عورتیں اور تمام مسلمان مرد مخاطب ہیں۔ مردوں کی مخاطبت کا ذرا بھی شائبہ اور کوئی قرینہ نہیں ہے۔ پھر یہ بھی واضح اور ثابت ہے کہ ان آیات کا تعلق خاص فضیلت اور امہات المومنین کی عظمت و شرف سے ہے۔ کسی طرح ممکن اور جائز نہیں ہو سکتا کہ خطابات اور امتیازات خصوصی جو براہ راست امہات المومنین کو تفویض ہوئے وہ کوئی عورت اپنے واسطے جائز کر سکے۔ کوئی عورت نہیں کہہ سکتی کہ وہ دوہرے عذاب و ثواب کی مستحق ہو سکتی ہے۔ کسی عورت کو

یہ منصب نہیں کہ وہ کہہ سکے کہ وہ عام عورتوں جیسی نہیں۔ کوئی عورت دعویدار نہیں ہو سکتی کہ بعد وفات شوہر وہ دوسرے مسلمانوں کی ماں متصور ہو سکتی ہے اور اس سے کوئی مسلمان نکاح نہیں کر سکتا اور اسی اعزاز و شرف کے ساتھ یہ بھی نہیں کہہ سکتی کہ قرن فی بیوتکن کا اعزاز و شرف اس کو بھی حاصل ہو سکتا ہے۔ ان تمام فضیلتوں میں سے کوئی عورت کسی فضیلت کی مستحق نہیں۔ یہ حکم صرف امہات المومنین کی شان میں نازل ہوا کہ وہ گھروں میں رہیں اور زمانہ جاہلیت کی طرح بناؤ سنگھار نہ دکھاتی پھریں۔ اور عورتیں اپنے مروجہ حال پر چھوڑی گئیں ان کے واسطے گھروں میں بیٹھنے کا اعزاز نافذ نہیں کیا گیا یہ بات بھی غلط ہے کہ اس سے پردے کی تکمیل ہوئی کیونکہ امہات المومنین اپنی ضروریات کے لئے برابر نکلتی رہیں۔ یہ بات تو صرف امرار کو ممنون کرنے کیلئے ایجاد ہوئی کہ اُن کی عورتیں اس آیت کے بموجب ہمہ وقت قید رکھی جا سکتی ہیں۔ الغرض تاویل مذکورہ قطعی غلط اور مفہوم و منشاء آیت کے صریح خلاف ہے۔

یہ ہی بزرگوار مزید تحریر فرماتے ہیں کہ "پیغمبر صاحبؐ کی نسبت ایسا خیال کرنا کہ اُن کو اپنی بیبیوں کی عصمت کا زیادہ پاس تھا سخت لغو خیال ہے پیغمبر صاحبؐ کو ہر مسلمان کی جان اپنی جان سے اور ایک ادنیٰ مسلمان کی آبرو اپنی آبرو سے زیادہ عزیز تھی" یہ بھی کوئی منطق

ہے کہ احکام الہٰی کو منشاءِ رسول قرار دیدیا جائے۔ پیغمبر صاحبؐ کو واقعی ہر ادنیٰ مسلمان کی جان و آبرو اپنی جان و آبرو سے زیادہ عزیز ہو سکتی تھی۔ لیکن کیا کوئی ایسا مسلمان مسلمان کہلانے کا بھی مستحق ہو سکتا ہے جو واقعی اپنی یا کسی اور مسلمان کی جان و آبرو رسول اللہؐ کی جان و آبرو سے زیادہ عزیز سمجھتا ہو۔ یہ بات تو رسول اللہؐ کی عین شفقت تھی کہ وہ اپنی امت کے ہر فرد کی جان و آبرو زیادہ عزیز فرماتے تھے۔ لیکن یہ تو ہرگز نہیں ہو سکتا کہ کسی فرد کی عزّت و آبرو رسول اللہؐ سے بڑھکر عزیز ہو سکے۔ یہ بھی کتنی غلط بات ہے کہ یہ احکام فضیلت جو امہات المومنین کی شان میں بارگاہ ایزدی سے نازل ہوئے اُن کی یہ تعبیر کی جائے کہ نعوذ باللہ خود رسول اللہؐ نے نازل کرائے۔ اس طرح تو صدہا فضائل کا نزول حیلے معنی ہو جائے گا۔ یہ حکم تو خود باری تعالیٰ نے صادر فرمایا کہ "نبیؐ ایمان والوں پر خود اُن کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں اور نبیؐ کی ازواج ان کی مائیں ہیں" کیا یہ کہہ کر رسول اللہؐ کو ہر ادنیٰ مسلمان کی جان و آبرو زیادہ عزیز تھی اللہ تعالیٰ کے حکم کی تردید مقصود ہے؟ منشاء الہٰی میں رسول اللہؐ کی رائے یا جذبۂ محبت سے کیا واسطہ؟ کیا ان غلط تاویلات سے سوء ظن پیدا نہیں ہوتا؟ اگر اس قسم کی تاویل جس سے تحقیر رسول اللہؐ اور ازواج مطہرات کا صریح پہلو نکلتا ہے بالارادہ کی جائے تو عین معصیت اور سخت گناہ ہے۔

محترم موصوف نے یہ بھی تحریر کیا ہے کہ "غرض ہر ایک حالت کے مناسب ہر ایک کا پردہ ہے ایک پردہ جوان عورت کا ہے ایک بوڑھی کا۔ ایک دیہاتی کا۔ ایک شہری کا۔ ایک غریب کا۔ ایک امیر کا۔ ایک حسین کا۔ ایک بدصورت کا" اعضائے جسمانی کو مستور رکھنے کی بابت تو خود باری تعالیٰ نے بوڑھی اور جوانوں کا فرق ظاہر فرمایا ہے کہ بوڑھی عورتیں اپنے کپڑے گھروں کے اندر اتار رکھ سکتی ہیں۔ لیکن سوائے ستر پوشی کے پردے کا کوئی حکم قرآن مجید میں نہیں ہے۔ پھر ابھی تو ان بزرگوار نے یہ فرمایا تھا کہ ہر ادنیٰ مسلمان کی آبرو رسول اللہ کو اپنی آبرو سے زیادہ عزیز تھی۔ لیکن امیر کو غریب پر۔ شہری کو دیہاتی پر اور حسین کو بدصورت پر کس علم کی رو سے ترجیح دینا پسند فرماتے ہیں۔ غالباً غریب۔ دیہاتی اور بدصورت کی کوئی آبرو متصور نہیں فرمائی گئی۔ اب غور کرنا چاہئے کہ جب انسان اُس جگہ تفریق و امتیاز پیدا کرتا ہے جہاں کوئی حکم نہیں ہے تو پھر اس میں کون سی بات بعید از قیاس سمجھی گئی کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے رسول اللہ اور امہات المومنین کو خاص فضیلت و مدارج کیوں عطا فرمائے۔ المختصر محترم موصوف نے جو تفریق و تخصیص مسلمان عورتوں میں تحریر فرمائی ہے۔ اس کی کوئی سند نہیں اور یہ محض ایک قیاس اور ذاتی رائے ہے۔

ان جملہ تاویلات اور قیاس آرائیوں کے بعد محترم موصوف

اس نتیجہ پر پہنچے کہ "پردے کی احتیاط کے لئے کوئی عام اسٹینڈرڈ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ ایک احتیاط شہریوں کے لئے ایک دیہاتیوں کے لئے ایک امیروں کے لئے ایک غریبوں کے لئے ایک جوانوں کے لئے ایک بوڑھیوں کے لئے ایک کنواریوں کے لئے ایک بیاہیوں کیلئے ایک خوبصورتوں کے لئے ایک بدصورتوں کے لئے ایک خواص کے لئے ایک عوام کے لئے" یہ بھی محض نتیجۂ افکار ذاتی ہے۔ قرآن مجید میں نہ پردے کا حکم ہے نہ کوئی معیار۔ البتہ مردوں اور عورتوں کے اعضاء جسمانی کو مستور رکھنے کا حکم ہے اور اس کی صراحت اور وضاحت فرما دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ تفریق ضرور ظاہر فرمائی ہے کہ ایک فضیلت وعظمت امہات المومنین کے لئے اور دوسرے درجہ میں تمام مسلمان عورتیں ہیں۔ یہ امر سورۃ احزاب کی مذکورہ بالا آیات اور نیز "قرن فی بیوتکن" سے کامل طور پر ثابت ہے۔ اس تفریق الٰہی کے بعد جو مزید تفریق وتخصیص محترم موصوف نے بیان فرمائی ہے وہ نہ صرف غلط ہے بلکہ مسلمانوں میں تفریق اور فساد پیدا کرنے کا سنگ بنیاد متصور ہو سکتا ہے:-

کرتے ہیں غلاموں کو غلامی پہ رضامند
تاویل مسائل کو بناتے ہیں بہانہ

ایک تیسرے بزرگ ومحترم تحریر فرماتے ہیں کہ "منشاء اس آیت (اقمن) کا صاف ہے زمانہ جاہلیت میں مستورات آزادانہ بلا پابندی پردہ باہر پھرا کرتی تھیں اس کی ممانعت کی گئی ہے اور اس آیت کے نازل ہونے

کے بعد پردہ فرض ہوا تاہم بضرورت شرعیہ جیسے حج وعمرہ وغیرہ میں اور نیز قضائے حاجت کے لئے ازواج مطہرات ودیگر نساء المسلمین چادروں میں لپٹی ہوئی آبادی کے باہر جاتی تھیں اس لئے کہ اس وقت گھروں میں بیت الخلاء نہ تھے۔ اِس حکم کے متعلق بعض صاحبوں کا خیال ہے کہ امہات المومنین کے لئے مخصوص ہے عام مستورات اس میں شامل نہیں لیکن بہت سے بزرگوں کی رائے ہے کہ اس حکم میں عام مستورات داخل ہیں اور یہ صحیح بھی معلوم ہوتا ہے" یہ بات تو ثابت ہو چکی ہے کہ سوائے بعض حصص جسم کو مستور رکھنے کے قرآن مجید میں پردے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ یہ بھی ثابت ہو چکا کہ امہات المومنین کو بناؤ سنگھار دکھانے کی غرض سے زمانہ جاہلیت کی طرح نکلنے سے منع فرمایا گیا جس سے کوئی پردہ لازم نہیں آیا۔ خود یہ ہی بزرگوار تسلیم فرماتے ہیں کہ ازواج مطہرات ان آیات کے بعد بھی گھروں سے نکلتی رہیں لیکن یہ بات بالکل غلط لکھدی کہ اس حکم میں عام مستورات شامل ہیں اور یہ امر رائے اور خیال قرار دیکر دوسری غلطی کی کہ حکم مذکور امہات المومنین کے لئے نہیں ہے کیا "یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ" "اہل البیت" کی مخاطبت میں سوائے امہات المومنین کے کوئی اور شامل ہو سکتا ہے؟ پھر سیاق و سباق اور مضمون موجود ہے۔ یہ بات تو بدیہی اور صاف و صریح ہے کہ ان آیات کی مخاطب صرف اور تنہا امہات المومنین ہیں اور کوئی عورت اس میں داخل یا شامل نہیں کی جا سکتی۔ رائے اور خیال کا یہاں کسی طرح گذر نہیں

ہو سکتا۔ یہ تاویل محض غلط ہے۔

یہ ہی بزرگ مزید تحریر فرماتے ہیں کہ "ازواج مطہرات کا خداوند جل علا نے مکانوں میں رہنا اور باہر نہ نکلنا مناسب و ضروری سمجھا تو عام عورتوں کے لئے تو بدرجہ اولیٰ اس کی اشد ضرورت ہونی چاہئے۔ یہ بحث تو گویا خود اللہ تبارک وتعالیٰ سے چھیڑ دینا ہے حکم تو حکم ہے اور وہ ہر نوعیت و لحاظ عقل سے بھی صحیح ہے۔ اس سے اور بحث سے کیا تعلق؟ اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات کو ام المومنین کا حکم دیا اور بعد نبیؐ کے اُن سے نکاح ممنوع فرمایا۔ اب اگر کوئی صاحب یہ فرمائیں کہ عام عورتوں کے لئے تو بدرجہ اولیٰ اس حکم کی اشد ضرورت تھی تو صاف ظاہر ہے کہ اُن کو خود حکم ہی پر اعتراض ہے۔ بات صاف و صریح ہے کہ "قرن فی بیوتکن" بھی ایک فضیلت اور عظمت ہے جو صرف امہات المومنین کو عطا ہوئی ہے۔ اس میں یہ دلیل اور بحث ہرگز نہیں کی جا سکتی کہ یہ بات تو ایسی ضروری تھی کہ عام عورتوں کے لئے اطلاق ہونی چاہئے تھی۔

انہیں بزرگوار کا قول مزید یہ ہے کہ "قرن فی بیوتکن" کا حکم ہو جانے کے بعد حضرت عمرؓ حضرت سودہؓ (حرم نبویؐ) کو رسول اللہؐ کے پاس لائے تو حضورؐ نے سودہؓ سے فرمایا "قد اذن لکن تخرجن فی حاجتکن" یعنی "تمہارے لئے اجازت ہے کہ اپنی ضرورتوں کے لئے باہر نکلا کرو" اس سے بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ خود ازواج مطہرات کے لئے بضرورت نکلنا جائز تھا تو عام عورتوں کے لئے بدرجہ اولیٰ جائز رہا کہ وہ "قرن فی بیوتکن" کی

فضیلت سے علیحدہ رکھی گئی ہیں۔ خود انھیں بزرگوار کے بقول نہ کوئی پردہ فرض رہا نہ تو گھروں سے نکلنا ممنوع و ناجائز رہا۔ پھر یہ قید مکان کی تاویلیں ان آیات سے نکالنا امر فضول ہوا۔

محترم موصوف نے مذکورہ بالا کیفیت احکام بیان کرنے کے بعد تحریر فرمادیا کہ "سرسید احمد خاں اور اُن کے فرزند مسٹر سید محمود مدت العمر کبھی اس بات کے بھی روادار نہیں ہوئے کہ اُن کی بہو محمود بیگم کسی بڑے سے بڑے جلیل القدر انگریز کی میم صاحبہ سے بھی مل سکتیں" اب ظاہر ہو گیا اور یہ سمجھنے میں کیا غلطی ہو سکتی ہے کہ ان بزرگوار نے محمود بیگم کو امہات المومنین اور دیگر خواتین جنت پر بیٹی ترجیح دیدی کیونکہ امہات المومنین اور دیگر خواتین جنت نہ صرف باہر نکلتی تھیں اور ہر قوم کی عورتوں سے مل کر باتیں کرتی تھیں بلکہ مردوں سے بھی باتیں کرتی تھیں۔ چونکہ ان بزرگوار کی نیت اس قسم کی توہین و حقارت کی نہیں ہو سکتی تھی لہذا مزید تنقید غیر ضروری ہے۔

ایک اور فاضل محترم "قرن فی بیوتکن" کی تاویل میں فرماتے ہیں کہ "گو یہ ادب پیغمبرؐ کی بیبیوں کو خطاب کر کے لکھایا گیا ہے مگر عام عورتوں کے لئے اس میں پیروی کا نمونہ ہے" یہ بات نہیں ہے۔ عام عورتوں کے لئے اُس فضیلت اور اعزاز کا دعویدار ہونا جو خاص امہات المومنین کو عطا ہوئیں معصیت اور گناہ ہے۔ فی الحقیقت یہ نمونہ ادب نہیں ہے بلکہ علامت و صریح افتخار و شرف ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ امراء کی عورتوں کا محلوں کے اندر رہنا۔ سلاطین کی شاہزادیوں کا قصر میں رہنا باعث فضیلت و شرف ہوتا ہے

اور عام عورتوں کا باہر نکلنا کوئی فخر کی بات نہیں ہوتی بلکہ عام دستور و معاشرت میں داخل ہوتا ہے۔ اسی طرح خود امراء اور سلاطین کا محلوں میں رہنا اور شاندار شاندار سواریوں پر نکلنا ان کی عظمت ہوتی ہے اور عوام کا باہر چلنا پھرنا کام کاج کرنا ضرورت اور دستور پر مبنی ہوتا ہے۔ اس بات میں کوئی ادب کا سوال نہیں ہوتا لہٰذا امہات المومنین کا گھروں کے اندر قیام فرمانے کا شرف و اعزاز بارگاہ ایزدی سے عطا ہوا اس افتخار میں عام عورتوں کا شامل کرنا ازواج مطہرات کی توہین اور باری تعالیٰ کے حکم صریح کی خلاف ورزی ہے۔

ایک اور صاحب کی تحریر بھی ملاحظہ طلب ہے۔ فرماتے ہیں کہ "آدمیوں کے تین درجے ہوتے ہیں امراء و رؤساء۔ متوسطین اور غرباء" مسلمانوں میں سب بھائی بھائی ہوتے ہیں مالی امتیاز سے درجے قائم نہیں کیے جا سکتے۔ اور اگر ایسا کیا جائے تو تین درجوں سے کہیں زیادہ درجے قائم کرنا ہوں گے۔ سلاطین۔ والیان ملک۔ اغنیاء۔ ائمہ علماء۔ حکماء۔ شہری۔ دیہاتی۔ سرخ۔ سیاہ۔ سفید۔ خوبصورت۔ بدصورت۔ لوفر۔ فنکار۔ وغیرہ وغیرہ۔ مزید فرماتے ہیں کہ اگر مرد مالدار ہے تو بی بی کے لئے ایک خادم یا خادمہ کا خرچ دے جس سے وہ خدمت لے مثلاً جھاڑو دلوانا۔ برتن دھلوانا۔ گیہوں لیوانا۔ آٹا لیوانا۔ پانی بھروانا۔ مصالحہ پسوانا۔ کپڑے دھلوانا۔ کپڑے سلوانا۔

روٹی سالن پکوانا۔ اگر مرد غریب ہے اور عورت بھی غریب طبقہ کی ہے تو کھانے پکانے وغیرہ کا سب کام اپنے ہاتھ سے کرنا واجب ہے مرد کے ذمہ سامان لادینا ضروری ہے" اس تنظیم میں کوشش یہ کی گئی ہے کہ عورت کو کسی حالت میں باہر نہیں نکلنا چاہئے۔ غریب طبقہ میں بھی بازار سے سامان وغیرہ لانا مرد کے ذمہ رکھا گیا ہے۔ عورت بہر حال گھر کے اندر رہے گی۔ اس ایجاد کی کوئی سند نہیں البتہ یہ شقیں احکام قرآن کے صریح خلاف ہیں۔ عورتوں کو ضروریا کے لئے باہر نکلنے کی عام اجازت ہے۔ وہ قید مکان کی ہرگز پابند نہیں کی گئی ہیں۔ یہ ہی صاحب بالآخر فرماتے ہیں کہ " چنانچہ عسرت اور افلاس کے زمانہ میں حضور (نبیؐ) نے حضرت علیؓ اور فاطمہ زہراؓ میں اسی طرح تقسیم کار فرمائی تھی" یہ صریح بہتان اور توہین ہے۔ حضرت فاطمہؓ کی خدمات اہل امت کے لئے نمونہ تقلید ہیں۔ آپ کو ہر دولت میسر تھی اور ہو سکتی تھی۔ تاہم آپ اپنے ہمسایوں کا کام کاج کر دیتی تھیں۔ اُن کی خبر گیری اور عیادت فرماتی تھیں۔ خود پانی کی مشکیں بھر کر لاتیں اور بیوہ وسیوں کو سیراب فرماتیں۔ چکی پیستی تھیں اور گھر بار کے سب کام انجام دیتی تھیں خود فاقہ کرتیں اور دوسروں کو کھانا کھلاتی تھیں۔ خود پیوند لگاتیں دوسروں کو کپڑے عنایت کر دیتیں لونڈی غلام میسر بھی ہوتا تو قبول نہیں فرماتی تھیں۔ امراء و رؤسا کی عورتوں اور امت کی تمام عورتوں کے لئے حضرت فاطمہؓ کی

خدمات اور تقدس فی الدین کی پیروی کرنا لازم اور واجب ہے کہ یہ ذریعہ نجات اور موجب رضائے الٰہی ہے۔ آپ کی بابت توہین آمیز کلمات لکھنا کسی طرح زیبا اور مناسب نہیں۔

قرآن کو بازیچۂ تاویل بنا کر ؎ چاہے تو خود اک تازہ شریعت کرے ایجاد
ہے مملکت ہند میں اک طرفہ تماشا ؎ اسلام ہے محبوس۔ مسلمان ہے آزاد
(اقبال)

یہ امر بخوبی ثابت اور واضح ہو گیا کہ ناظر مصنفا کی تاویلات غلط سے چہرے اور ہاتھ پیروں کا چھپانا جائز نہیں ہوا اور قرن فی بیوتکن کی تاویلات سے عورتوں کا گھروں میں قید رہنا کسی طرح جائز نہیں ہوا۔ اور پردے کی انھیں دو صورتوں کو قرآن مجید کی غلط تاویلات سے ثابت کرنے کی سعی لاحاصل کی گئی تھی۔ پردے کی یہ دو صورتیں مزید احکام الٰہی سے مسترد ہوتی ہیں ان کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:۔

محرمات مروجہ پردے کے معاملہ میں یہ جائز کہا گیا ہے کہ مسلمان عورتیں اُن مردوں کے سامنے بے پردہ رہ سکتی ہیں جن سے نکاح جائز نہیں اور اس بنا پر ایسے اشخاص کو محرمات کہا جاتا ہے۔ ماں۔ بہن۔ ساس۔ بہو۔ خالہ۔ اگر بیوی حیات ہو تو اس کی بہن۔ بھتیجی وغیرہ داخل محرمات ہیں۔ اس لئے باپ۔ بھائی۔ داماد۔ خسر۔ بھانجہ۔ بہنوئی۔ چچا وغیرہ سے پردہ نہ کرنا درست ہے۔ سورۃ النسار میں وہ کل عورتیں تمام مسلمان مردوں کے لئے حرام قرار دی گئی

ہیں جو دوسرے مسلمان مردوں کے نکاح میں ہوں۔ اس صریح حکم کی رُو سے بر بناء اصول مذکور ہر مسلمان شادی شدہ عورت سب مسلمان مردوں کے سامنے ہو سکتی ہے کیونکہ وہ ان کیواسطے حرام ہے حکم یہ ہے:

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ......

اور وہ عورتیں (بھی حرام ہیں) جو (دوسروں کی) قید (نکاح) میں ہوں مگر وہ جو (کافروں کی لڑائی میں غنیمہ ہو کر) تمہارے قبضہ میں آئی ہوں......

اس آیت سے پورے طور پر واضح ہے کہ شادی شدہ مسلمان عورت ہر مسلمان کے لئے حرام ہے لہذا ہر مسلمان کے سامنے بے پردہ ہو سکتی ہے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ دیور۔ جیٹھ اور دیگر اعزا سے پردے کا رواج نہیں ہے اور وہ حکم مذکور کی رو سے بالکل جائز اور صحیح ہے۔ لیکن تعجب یہ ہے کہ اسی اصول کے ماتحت شادی شدہ کا پردہ کسی مسلمان سے نہیں ہو سکتا مگر اس حکم کو نہیں مانا جاتا ہے برخلاف اس کے خسر سے اگرچہ پردہ نہ کرنا صحیح مانا گیا ہے مگر قریب قریب پردہ کیا ہی جاتا ہے اور اسی طرح سالیوں کا بھی پردہ ہوتا ہے اور اکثر ساسیں بھی پردہ کرتی ہیں۔ جس کا صاف مطلب یہ نکلتا ہے کہ احکام سے بہت کم اعتنا کیا جاتا ہے اور رسم و رواج کو ترجیح دی جاتی ہے۔ ہندوستان میں مسلمان عورتوں کا پردہ قریب قریب

ہندوؤں کی نقل ہے یہی وجہ ہے کہ خسر سے شرم و لحاظ پردے کی حد تک پہنچ جاتا ہے اور دیور سے انتہائی بے تکلفی برتی جاتی ہے۔ حقیقت آشکارا یہ رہتی ہے کہ مسلمان عورت کے چہرے اور ہاتھ پیر کا پردہ خداوند تعالیٰ نے جائز نہیں رکھا ہے اور جہاں تک مسلمان عورت کی قید مکان کا سوال ہے اس کی بیّن تردید قرآن مجید میں موجود ہے۔ اسی طرح قرآن مجید کے احکام سے یہ امر بھی پورے طور پر ثابت ہے کہ مسلمان عورت مثل مرد کے اعمال میں کامل طور پر آزاد رکھی گئی ہے۔ اور جو پابندیاں اس پر عائد کی جاتی ہیں وہ یقینی طور پر احکام خداوندی کے قطعی خلاف ہیں۔

پردے کی تردید

اس سے قبل سورۃ نور کی وہ آیت مذکور ہو چکی ہے جس میں مسلمات ایک دوسروں کے گھروں پر جاکر اہل خانہ کے ساتھ یا الگ کھانا کھا سکتے ہیں۔ اس حکم میں عورتیں بھی شامل ہیں۔ اب پردے کی تردید میں سورۃ البقر میں یہ حکم ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ۭ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ ۠ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا

مسلمانو! جب تم ایک میعاد مقرر تک ادھار کا لین دین کرو تو اس کو لکھ لیا کرو اور تمہارے درمیان میں کوئی لکھنے والا انصاف سے لکھے اور لکھنے والے کو چاہئے کہ لکھنے سے انکار نہ کرے

عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ وَلْيُمْلِلِ	جس طرح خدا نے اس کو سکھایا ہے اس
الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ	کو بھی چاہیے کہ لکھ دے اور جس کے
اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ	ذمہ قرض عائد ہوگا مطلب بولتا جائے
شَيْئًا ط فَاِنْ كَانَ الَّذِيْ	اور اللہ سے کہ وہی اس کا کارساز
عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا	حقیقی ہے ڈرے اور بتانے وقت (قرض
اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ	دہندہ کے) حق میں سے کسی طرح کی کاٹ
فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ ط	چھانٹ نہ کرے پھر جس کے ذمہ قرضہ
وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ	عائد ہوگا اگر وہ کم عقل ہو یا معذور یا
مِنْ رِّجَالِكُمْ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا	خود ادائے مطلب نہ کر سکتا ہو تو اس
رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ	کا مختار کار انصاف کے ساتھ مطلب لکھاتا
مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ	جائے اور اپنے لوگوں میں سے دو
اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ	مردوں کو گواہ کر لیا کرو پھر اگر دو مرد نہ ہوں
اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ط وَلَا	تو ایک مرد اور دو عورتیں جن کو تم پسند
يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا	ہو کہ ان میں سے کوئی ایک بھول جائیگی تو
دُعُوْا ط	ایک دوسرے کو یاد دلائیگی اور جب گواہ
.... وَاَشْهِدُوْا	بلائے جائیں تو انکار نہ کریں ..... اور جب
اِذَا تَبَايَعْتُمْ	خرید و فروخت کرو تو گواہ کر لیا کرو .....

یہاں لین دین اور خرید فروخت کے معاملہ کو تحریر کرانے کی تاکید ہے۔
اس دستاویز پر دو مردوں کی گواہی کی ہدایت کی گئی ہے اور اگر دو مرد نہ ہوں تو

ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی کرنے کا حکم ہے۔ دو عورتوں کی تصریح یہ کی گئی ہے کہ اُن میں سے کوئی ایک بھول جائے تو ایک دوسرے کو یاد دلا دے گی۔ اسی کے ساتھ یہ حکم ہے کہ گواہ جب بُلائے جائیں (خواہ گواہی کرنے کے وقت خواہ عدالت میں) تو جانے سے اور گواہی کرنے اور شہادت دینے سے انکار نہ کریں یہ بات ظاہر و بیّن ہے کہ گواہ وہی ہو سکتا ہے جو فریقین کو دیکھ کر پہچان سکے اور نفس لین دین یا خرید و فروخت کا شاہد عینی ہو۔ عورت کے چہرے نظر، آواز، ہاتھ اور پیر کا پردہ ہو تو وہ اس حکم کی تعمیل نہیں کر سکتی۔ چہرہ کھلا نہ ہوگا تو فریقین اور مرد گواہ تصدیق نہیں کر سکیں گے کہ کس عورت نے گواہی کی۔ نظر پہ پابندی ہو تو عورت نہیں کہہ سکتی کہ کون فریقین اور کون مرد گواہ تھا آواز کا پردہ ہو تو سرے سے گواہی نہیں دے سکتی۔ چنانچہ اس حکم صریح سے پورے طور پہ واضح ہے کہ ہاتھ پیر چہرے، نظر اور آواز کا پردہ عورت کے لئے کسی طرح جائز نہیں۔ ہاتھ چھپائے رکھے تو گواہی نہیں کر سکے گی۔ جس طرح اس آیت میں عورت کو مرد کے ساتھ شریک عمل ہونا جائز اور مباح فرمایا گیا ہے اسی طرح دیگر اعمال میں بھی عورت کو مرد کے برابر ذمہ دار فرمایا گیا اور دونوں سے حسن اعمال کی مساوی توقع کی گئی ہے اور یکساں سزا و جزا کا مستحق قرار دیا گیا ہے اور کل جماعت کو متفق و متحد رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ سورۃ آل عمران میں یہ ارشاد فرمایا گیا ہے۔

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا۔

اور سب مسلمان مل کر اللہ کی رسی کو پکڑے رہو اور ایک دوسرے سے الگ نہ ہونا...

اس حکم پر بھی مرد اور عورت کی کوئی تفریق و تخصیص نہیں ہے مسلمانوں کو بطورِ جماعت واحد حکم دیا گیا ہے کہ وہ باہم دگر متفق و متحد رہ کر اللہ پر بھروسہ رکھیں اور آپس میں تفرقہ اور علیحدگی اختیار نہ کریں۔ اس حکم کے خلاف نصف امت (عورتوں) کو قید کر کے جو مضر نتائج ہو سکتے ہیں وہ بخوبی واضح اور ظاہر ہو چکے ہیں۔ مرد اور عورت کو ایک جنس ہونا اور ہر ایک کو اس کے عمل کی برابر کی جزا ملنا سورۃ آلِ عمران کی اس آیت سے واضح ہوتا ہے:

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنكُم مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ ۖ بَعْضُكُم مِّن بَعْضٍ ۖ

تو اُن کے پروردگار نے اُن کی دعا قبول کر لی کہ ہم تم میں سے کسی عمل کرنے والے کے عمل کو اکارت نہیں جانے دیتے مرد ہو یا عورت تم سب ایک دوسرے کی جنس ہو۔

یہاں واضح کر دیا گیا کہ مرد ہو یا عورت سب ایک دوسرے کی جنس ہیں اور دونوں کے اعمال کا یکساں اجر ملے گا۔ عورت کو قید کر کے اس کا اختیار عمل سلب کرنا نہ صرف ناانصافی بلکہ واقعی ظلم ہوگا۔ سورۃ النساء میں ارشاد فرمایا گیا:

وَمَن يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ مِن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ نَقِيرًا ۝

اور جو شخص کوئی نیک کام کرے گا مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان بھی رکھتا ہوگا تو ان صفتوں کے لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور تل برابر بھی اُن کی حق تلفی نہ ہوگی۔

اس حکم میں مرد اور عورت جو مسلمان ہوں اُن کو مساوی اختیارات عمل

حاصل ہونا ظاہر ہے اور صاف صاف حکم ہے کہ مرد ہو یا عورت بلا تفریق و تخصیص اپنے اپنے حسنِ عمل کے عوض جنت میں داخل ہوں گے اور کسی کی ذرا سی بھی حق تلفی نہیں ہوگی۔ عورت کو قید کر دینے سے اُس کی صریح حق تلفی ہو جاتی ہے کہ وہ مختارِ عمل نہیں رہتی اور اس طرح مرد تنہا قوتِ عمل اختیار میں رکھتا ہے عورت کو حسنِ عمل کی توفیق عطا فرما کر اللہ تعالیٰ نے اس کو اجر و ثواب میں جنت حاصل ہونے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ سزا کے معاملہ میں بھی مرد اور عورت میں کوئی تفریق و تخصیص نہیں فرمائی۔ دونوں کے اعمال کو ایک ہی ترازو میں تول کر یکساں سزا بھی دی گئی ہے چنانچہ سورۃ المائدہ میں حکم صادر فرمایا گیا ہے:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللَّهِ ۗ

اور (اے مسلمانو!) مرد چوری کرے تو اور عورت چوری کرے تو اُن کے کرتوت کے بدلے میں دونوں کے ہاتھ کاٹ ڈالو دیا تعزیر خدا سے قرار پائی ہے۔

اس حکم سے بھی بیّن طور پر واضح ہے کہ عورت اور مرد دونوں کو آزادیٔ عمل یکساں ہے اور دونوں آزاد ہیں کہ چوری کریں یا نہ کریں۔ دونوں کا اجر واحد ہے۔ جب عورت کو قید کر دیا گیا تو اُس کا اختیارِ عمل سلب ہو گیا اس طرح وہ اجر حاصل کرنے کی صلاحیت سے محروم ہو گئی۔ مرد کو یہ منصب ہرگز نہیں دیا گیا ہے کہ وہ گناہ سے قبل سزا دے۔ پھر یہ بھی سراسر ظلم ہے کہ مقتول و معینہ سزا سے زیادہ دوامی سزا اور عذاب میں مبتلا کرے۔ اس

موقع پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ قید مکان سزا نہیں ہو سکتی تو اس کے فیصلہ کے لئے بھی قرآن مجید حکم ہونا چاہئے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے سورۃ نساء میں ارشاد فرمایا ہے:

وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا۝

اور جو (مسلمان) عورتیں بے حیائی کا کام کریں تمہاری عورتوں (بیبیوں) میں سے تو تم لوگ ان عورتوں پر چار انہوں میں سے گواہ کر لو (مانگو) تو اگر وہ گواہی دیدیں تو اُن (عورتوں) کو گھروں کے اندر مقید رکھو (بند رکھو) یہاں تک کہ موت اُن کا خاتمہ کر دے یا اللہ ان کے لئے کوئی اور راہ نکالے (تجویز کرے)۔

عورتوں کی بدکاری کی بعد ثبوت کامل یہ قاطع و صریح سزا معین ہوئی کہ وہ گھروں کے اندر قید رکھی جائیں تا آنکہ اُن کی موت آئے یا قبل از موت اُن کے لئے کوئی اور صورت اللہ تعالیٰ پیدا کر دے یہ سزا حبس دوام کی ہوئی اس آیت کے متعلق کہا گیا ہے کہ منسوخ ہو چکی۔ اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ آیت نافذ ہو تو اور منسوخ ہو تو دونوں صورتوں میں اس امر سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ مکانوں کے اندر تاحیات عورت کو پابند رکھنا انتہائی سخت اور حبس دوام کی سزا ہے۔ اور ایسی شدید سزا بغیر ارتکاب جرم دینا اور کہہ دینا سراسر ناانصافی اور ظلم ہے اور اس میں کبھی کلام نہیں ہو سکتا

کہ قید مکان خود باری تعالیٰ نے سزائے سخت ہونا ظاہر فرمایا ہے اسی سورۃ نساء میں صاف صاف حکم دیا گیا ہے کہ بغیر ارتکاب جرم عورتوں کو گھروں میں قید نہ رکھا جائے جس سے مزید صراحت اور وضاحت اس امر کی ہو جاتی ہے کہ عورتوں کو عارضی طور پر یا کسی ذاتی منشاء کے تحت بھی مکانوں میں قید رکھنا جائز نہیں اور اس کی ممانعت اس طرح فرمائی گئی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوهُنَّ إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ

مسلمانو! تم کو روا نہیں کہ عورتوں کو میراث سمجھ کر زبردستی اُن پر قبضہ کر لو اور جو کچھ تم نے اُن کو دیا ہو اس میں سے چھین لینے کی نیت سے اُن کو (گھروں میں) قید نہ رکھو ہاں اُن سے کوئی کھلی ہوئی بدکاری سرزد ہو (تو قید رکھنے کا مضائقہ نہیں)

یہاں بھی صاف و صریح طور پر گھروں میں قید رکھنا سزا قرار دیا ہے اور ممانعت کی ہے کہ اُن کو کسی ذاتی غرض و منفعت کی خاطر قید نہ رکھا جائے اور قید مکان صرف اُسی صورت میں جائز رکھی ہے جب کہ عورتوں سے کوئی بدکاری سرزد ہو اور اُس کا ثبوت قرار واقعی موجود ہو۔

یہاں تک یہ اُمور بخوبی واضح ہو گئے کہ عورت کے چہرے، ہاتھ، پیر، نظر اور آواز کا پردہ جائز نہیں۔ نماز۔ روزہ۔ ہجرت۔ جہاد۔ حج۔ اور تمام اعمال دین و دنیوی کے لئے عورت کو آزاد اور بااختیار رکھا گیا ہے۔ گھروں میں قید رکھنا سخت سزا ہے اور اسی وجہ سے اس کی صاف و صریح ممانعت فرمائی گئی

ہے ۔ مردوں اور عورتوں کو ستر پوشی کا حکم دیا گیا ہے اور بے حیائی اور بے شرمی سے منع کیا گیا ہے ۔ البتہ ستر کے معاملہ میں عورتوں کا بمقابلہ مردوں کے زیادہ حصۂ جسم ستر قرار دیا گیا ہے ۔ یہ خلاصہ ہے مذکورہ بالا احکام الہیٰ کا لیکن حامیان پردہ نے ایک اور آیت پر استدلال کر کے پردے اور قید مکان کو ثابت کرنے کی سعی کی ہے ۔ اس حکم میں ازواج مطہرات ۔ آل رسولؐ اور مسلمانوں کی سب عورتیں مخاطب ہیں اور وہ آیت سورۃ الاحزاب کی یہ ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۝ لَئِنْ لَمْ يَنْتَهِ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ وَالْمُرْجِفُونَ فِي الْمَدِينَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا ۝ مَلْعُونِينَ ۖ أَيْنَمَا ثُقِفُوا أُخِذُوا وَقُتِّلُوا تَقْتِيلًا ....

اے نبیؐ اپنی بیبیوں اور اپنی بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہو کہ اپنی چادریں تھوڑی نیچی کر لیا کریں اس سے جلد پہچان ہو جایا کریگی تو آزار نہ دی جایا کریگی اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے منافق اور وہ لوگ جنکے جیتوں میں ہیں اور جو لوگ مدینہ میں افواہیں پھیلایا کرتے ہیں اگر اپنی حرکات سے باز نہ آئیں گے تو ہم تم کو اُن پر اکسا دیں گے پھر مدینہ میں تمہارے پروس میں ٹھہرنے پائیں گے نہیں مگر چند روز ۔ ان کا یہ حال ہوگا کہ پھٹکارے ہوئے جہاں ملے پکڑا اور مار کے ٹکڑے اڑا دیے ۔

یہ حکم واضح طور پہ اہل مدینہ کے لئے ہونا ظاہر ہے۔ ایک صاحب نے
ارشاد فرمایا کہ اگرچہ مدینہ کا تذکرہ فرمایا گیا ہے تاہم حکم عام اور غیر محدود مقصود
ہونا چاہیے۔ موصوف نے لغوی اور منطقی دلائل سے اس امر کو ثابت کرنے
کی کوشش کی کہ یہ حکم ہمیشہ کے لئے اور ہر مقام کے لئے صادر ہوا ہے
یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا اور اس بحث میں پڑنا بے سود ہے کیونکہ اس سے کوئی
انکار نہیں کیا گیا کہ تھوڑی چادریں نیچی کرنے کے حکم سے مروجہ پردہ کا کوئی
تعلق نہیں۔ یہ امر بھی واضح ہے کہ عورتوں کے لئے یہ ہی ایک قسم کی پابندی
تھی چنانچہ اس کی وضاحت یہ فرمائی گئی کہ یہ حکم اس لئے ہے کہ اس سے عورت
کا مسلمان ہونا ظاہر ہو جائے گا تو اُن کو آزار نہیں پہنچایا جائے گا۔ بہرحال
ہدایت یہ کی گئی ہے کہ مدینہ منورہ میں تمام مسلمان عورتیں بلا کسی استثنار
کے جب باہر نکلیں تو تھوڑی چادریں نیچے لٹکا دیا کریں تاکہ اُن کی یہ
پہچان قائم ہو جائے اور اُن کو عدم شناخت کی بنا پر ستایا نہ جائے۔ اس کے
باوجود بھی اگر مدینہ کے منافق اور بدنیت لوگ اپنی حرکت سے باز نہ آئے
تو اللہ تعالیٰ بشارت فرماتا ہے کہ مسلمانوں کو اُن پر غالب کر دیا جائے گا
اور منافقین پھر مدینہ میں ٹھہر نہیں پائیں گے اور اس طرح عذاب الہٰی
میں ماخوذ ہوں گے کہ جہاں کہیں جائیں گے اُن کو قتل و غارت کیا جائے گا
اور اُن پر اللہ کی پھٹکار رہے گی۔ اس سے صاف طور پر عیاں ہو جاتا ہے کہ یہ
احکام وقتی لحاظ سے مسلمان عورتوں کی شناخت کے لئے نازل ہوئے تھے
اور وعدہ یہ تھا کہ اس شناخت پر اگر مخالفین نہ مانے تو خود مخالفین ہی کو

اللہ تعالیٰ شہر بدر فرما دے گا۔ چنانچہ شان نزول اس حکم کی یہ بیان کی گئی ہے کہ ابتدائے اسلام میں مدینہ منورہ میں یہودیوں کا زور تھا مسلمان کمزور بھی تھے۔ دونوں فریق میں امن قائم رکھنے کا معاہدہ تھا۔ واقعہ یہ پیش آیا کہ کسی مسلمان لڑکی کو کچھ یہودیوں نے دوکان پر پکڑ لیا مسلمان مشتعل ہو گئے اور اگر نبی کریم ؐ نہ پہنچ جائیں تو بہت کشت و خون ہو جاتا۔ یہودیوں نے یہ عذر پیش کر دیا کہ انھوں نے مسلمان لڑکی جانتے اور پہچانتے ہوئے نہیں چھیڑا تھا۔ اسی پر یہ حکم نازل ہوا۔ اس بات کو سمجھنے میں کوئی مشکل نہیں ہے کہ اس زمانہ میں یہودیوں اور مسلمان عورتوں کی پوشش یکساں تھی جب ہی تو یہودیوں نے عدم شناخت کا عذر کیا اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مسلمان عورتوں کی شناخت کے لئے تھوڑی چادریں نیچے لٹکا کر نکلنے کا حکم دیا اور صاف صاف فرما دیا کہ اس طرح ان کی شناخت قائم ہو جائے گی۔ اور اگر اس شناخت کے ہوتے ہوئے بھی منافقین باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان پر غلبہ پانے کی بشارت فرمائی اور یہ بھی جتا دیا کہ پھر ان منافقین کا حشر کیا ہوگا۔ اس امر سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ مسلمان عورتوں کو باوجود شناخت اور پہچان کے پھر بھی ستایا گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ کا وعدہ پورا ہوا اور مخالفین ہمیشہ کے لئے شہر بدر ہو کر بے وطن اور ملعون ہو گئے۔ اور حکم مذکور کی جو آخری شق تھی وہ پوری ہو گئی اور اس بنا پر خود اہل مدینہ کی عورتوں کے لئے شناخت معینہ کی وقتی ہدایت منسوخ ہو گئی کیونکہ مدینہ منورہ میں منافقین

اور مخالفین اسلام کا وجود ہی باقی نہیں رہا۔ اس حکم سے یہ بات ثابت ہے کہ مسلمان عورت کا گھروں سے نکلنا لازمی اور ضروری تھا۔ اُن کی یہ آزادی سلب کیا جانا اللہ تعالیٰ کو منظور نہیں تھا۔ ورنہ وقتی اعتبار ہی سے ان کو گھروں سے باہر نکلنا ممتنع قرار دیا جاسکتا تھا۔ ایسا نہیں کیا گیا بلکہ شر اور فساد کی صورت میں بھی مسلمان عورتوں کی علامت شناخت مقرر فرما کر ان کو باہر نکلنے کی عام اجازت رہی۔ کیونکہ مرد ہو یا عورت خلقی اور فطرتی حق کسی کا اللہ تعالیٰ نے سلب و ضبط نہیں فرمایا ہے۔ لیکن یہ حکم اگرچہ منسوخ ہو گیا اور صرف اہل مدینہ کی عورتوں کے واسطے تھا تاہم اس سے ایک بدیہی نتیجہ نکلتا ہے کہ اس قسم کی ضرورت مسلمانوں کو کسی زمانہ اور کسی مقام پر پیش آجائے تو وہ باعتبار موقع اور وقت اس نظیر کو بطور قانون نافذ کر سکتے ہیں۔ البتہ یہ امر بخوبی ثابت ہے کہ تمام دُنیا کے مسلمانوں پر اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیئے اس حکم کی پابندی ہرگز عائد نہیں ہو سکتی اور یہ کہ جب کبھی خاص طبقہ میں جہاں اس حکم کا نفاذ ہو احتمال شر و فساد باقی نہ رہے تو یہ حکم منسوخ کر دیا جائے اور مسلمانوں کی عورتوں کی آزادی بدستور قائم اور برقرار کر دی جائے۔ اب وہی مسئلہ تاویل اور قیاس اس آیت میں حائل کیا گیا ہے جو دیگر واضح اور صریح آیات مذکورہ سابقہ میں کیا گیا تھا۔

قیاس و گمان اس سے زیادہ اور کیا وضاحت اور صراحت

ہو سکتی ہے کہ اس حکم کی مخاطب نبیؐ کی بیبیاں۔ نبیؐ کی بیٹیاں اور تمام مسلمانوں کی عورتیں کی گئی ہیں اور مدینہ منورہ کا مقام معین و محدود کیا گیا ہے۔ پھر بھی اس حکم کی تاویل میں ایک بزرگ محترم نے تحریر فرمایا ہے کہ "مسلمان بیبیوں کے لئے فرمایا کہ جب وہ کسی ضرورت سے اپنے گھروں سے باہر نکلیں تو وہ اپنی ظاہری وضع قطع سے بھی شریف معلوم ہوں اور سوسائٹی کی کم درجہ عورتوں سے اپنی پوشاک وضع الگ رکھیں"۔ اس حکم میں ضرورت اور بلا ضرورت نکلنے کا حکم نہیں ہے لیکن بظاہر ہے کہ بلاضرورت عورت ہو یا مرد کیوں نکلنے لگا۔ لہٰذا یہ اضافہ غیر ضروری ہوتے ہوئے بھی چنداں قابل اعتراض نہیں۔ مگر یہ اضافہ کہ "وہ اپنی ظاہری وضع قطع سے بھی شریف معلوم ہوں" بالکل غلط ہے۔ مزید طُرّہ یہ کہ "اور سوسائٹی کی کم درجہ عورتوں سے اپنی پوشاک و وضع الگ رکھیں" صریح طور پہ قاطع حکم ہے۔ پھر یہ بات تو فساد برپا کرنے والی ہے کہ "مسلمان بیبیوں کے لئے فرمایا" آیت میں بی بی اور باندی کی کوئی تفریق و تخصیص نہیں ہے۔ ازواج مطہرات اور نبیؐ کی بیٹیوں اور تمام مسلمان عورتوں کو بہ صراحت مخاطب فرمایا گیا ہے۔ ایسے صاف و صریح حکم میں مسلمان بیبیوں اور شریف و رذیل کی تخصیص پیدا کرنا بڑی المناک چیز ہے۔ اور ایسے دل شکن اور مساوات و اُخوت اسلامی کی جڑ کاٹنے والے الفاظ کہ کم درجہ عورتوں سے اپنی پوشاک و وضع الگ رکھیں "نہایت درجہ شر انگیز ہیں۔"

اس لئے اور بھی کہ حکم صریح میں اس طرح کی تاویل اور قیاس آرائی کی ذراسی بھی گنجائش نہیں چھوڑی گئی ہے۔ غالباً یہ کہنا نامناسب نہیں ہوگا کہ غبی شخص بھی بآسانی معلوم کر سکتا ہے کہ اس حکم کی مخاطب تمام مسلمان عورتیں ہیں جن میں شریف۔ رذیل۔ امیر و غریب کی ہرگز کوئی تفریق نہیں ہے۔ پھر یہ معاملہ تو مسلمان عورت کی عزت و آبرو کا ہے۔ کیا امیر کی آبرو غریب سے زیادہ ہوتی ہے اور کیا مسلمانوں میں شریف اور رذیل بھی کوئی قومیت اور فرقہ ہوتا ہے؟ مسلمہ طور پر شرافت اعمال سے ہوتی ہے نہ روپیہ پیسہ سے پھر کم درجہ والی مگر شریف عورت کو اچھے لباس والی امیر مگر رذیل عورت پر جس کے اعمال اچھے نہ ہوں ہر طرح فوقیت اور برتری حاصل رہے گی۔ رذیل امیر عورت کو یہ اعزاز عطا فرمانا کہ وہ اپنے آپ کو لباس اور پوشاک سے شریف غریب عورت سے ممتاز رکھے حقیقی شرافت کی سخت توہین اور حقارت لازم آتی ہے۔ لباس اور کپڑے سے امتیاز وہی عورت پیدا کر سکتی ہے جو امیر اور پیسے والی ہو۔ لیکن چادر غریب سے غریب کو میسر آسکتی ہے چنانچہ حکم میں ہر امیر و غریب کو تھوڑی چادر نیچی کر کے نکلنے کی ہدایت ہے خود اسجابات سے ثابت ہو جاتا ہے کہ ہر مسلمان عورت کے لئے ایسا سہل اور آسان طریقہ بتایا گیا ہے کہ کسی کے لئے کوئی مشکل نہ رہے اور نہ کوئی تخصیص بین المسلمین اس خاص مسئلہ حفظ ناموس میں پیدا ہو سکے محترم موصوف کے فقرات مذکورہ بالا اس آیت کی تاویل و تفسیر میں کسی طرح

قرن صحت نہیں ہو سکتے۔

اس سے قبل ایک موقع پر یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ فی زمانہ رواج یہ ہو گیا ہے کہ آیات الٰہی کو ذاتی منشاء و رائے کو ثابت کرنے کے لئے قیاسات اور دُور از کار تاویلات کے ذریعہ کام میں لایا جائے۔ ایک بزرگوار کا یہ قول کہ "پیغمبر صاحبؐ کی نسبت ایسا خیال کرنا کہ ان کو اپنی بیبیوں کی عصمت کا زیادہ پاس تھا سخت لغو خیال ہے۔ پیغمبر صاحبؐ کو ہر مسلمان کی جان اپنی جان سے اور ایک ادنیٰ مسلمان کی آبرو اپنی آبرو سے زیادہ عزیز تھی" قرن فی بیوتکن کی تاویل میں مذکور ہو چکا ہے کہ وہاں اللہ تعالیٰ کو خود بلا منشاء و رائے نبیؐ ازواج مطہرات کی فضیلت اور عظمت ظاہر فرمانا منظور تھی اور واضح و صریح طور پر صرف اور تنہا ازواج مطہرات کو مخاطب فرمایا تھا تو یہ کاوش فرمائی گئی کہ کسی نہ کسی طرح اس حکم کی مخاطب ہر ادنیٰ عورت ثابت ہو جائے۔ حالانکہ قرن فی بیوتکن میں کوئی سوال حفظ ناموس اور آبرو کا نہیں تھا بلکہ محض وقار اور عظمت مقصود تھی۔ ایک اور بزرگ نے قرن فی بیوتکن کی تاویل میں یہ فرما کر کہ "ازواج مطہرات کا خداوند جل علا نے مکانوں میں رہنا اور باہر نہ نکلنا مناسب و ضروری سمجھا تو عام عورتوں کے لئے تو بدرجہ اولیٰ اس کی اشد ضرورت ہونی چاہیئے" ازواج مطہرات کی علو مرتبت پر اظہار ناراضگی کے سلسلہ میں خود حکم الٰہی پر اعتراض کر دیا۔ اور تمام جذبات مساوات اور رسول اللہؐ کے ارشادات

کا جن پر ایک خاص نیت اور ارادے سے استدلال کیا گیا تھا اس موقع پر قطعی خاتمہ کر دیا۔ اس طرح جس موقع پر صاف وصریح آبرو کا معاملہ درپیش ہے جس میں ہر مسلمان عورت بلا کسی تخصیص و امتیاز کے شامل اور مخاطب ہے وہاں شریف و رذیل۔ اعلیٰ اور کمتر درجہ کی عورتوں کی تفریق کر دی گئی اور امیر عورت خواہ وہ اعمال میں بدتر کیوں نہ ہو اس کو اس بنا

پر شرف امتیاز دیا کہ وہ لباس اور پوشاک کے ذریعہ شریف مگر غریب عورت پر امتیاز و تفوق حاصل کر سکتی ہے۔ یہاں جبکہ خود اللہ تبارک و تعالیٰ کو ہر ادنیٰ و اعلیٰ مسلمان عورت کی آبرو مساوی طور پر محفوظ رکھنا مقصود ہے اور کسی چھوٹے بڑے اور امیر و غریب میں کوئی فرق منظور نہیں ہے تو اپنی ذاتی منشاء اور رائے کو ثابت کرنے کیلئے امیر و غریب اور شریف و رذیل کی آبروؤں میں فرق و امتیاز پیدا کر دیا۔

اس میں شک نہیں کہ اس آیت کے مطابق ایسے مقامات پر جہاں فتنہ و فساد کا خوف ہو مسلمان عورتیں چادریں نیچی کر کے یا برقع اوڑھ کر باہر نکلا کریں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ زیادہ احتمال ہو تو بہت کم باہر نکلیں اور زیادہ سے زیادہ احتیاط رکھیں۔ مگر اس حکم میں امیر و غریب کی کوئی تخصیص نہیں ہے نہ حفظ ناموس کے معاملہ میں ایسا ہو سکتا ہے۔ ہندوستان میں خود ہنود کی عورتوں میں پردے کا رواج ہو گیا ہے۔ اُن کے یہاں اعلیٰ اور ادنیٰ کی تفریق و تخصیص ہے امیر و غریب اور شریف و رذیل کا امتیاز ہے۔ بالکل یہی رواج و دستور مسلمانوں نے اختیار کر لیا ہے اور امراء کی عورتیں گھروں میں قید رکھی جاتی ہیں لیکن غرباء کی عورتیں ہندوؤں کی

شودر عورتوں کی طرح بے پردہ اور آزاد رہتی ہیں۔ ہنود میں اصلی ذاتوں کی تفریق و تخصیص مستحکم ہے پھر بھی نیچی ذات والے ثروت پاکر پردہ اختیار کر لیتے ہیں۔ علیٰ ہذا المسلمانوں نے ذات پات کی تفریق قائم کر لی ہے اور دولت کو معیار شرافت قرار دے لیا ہے۔ اس طرح صرف امرا میں پردہ اور قید مکان کا زیادہ رواج ہے۔ اس خاص مسئلہ میں مساوات کو بالکل پامال کر دیا ہے پھر اس فعل تفریق و تخصیص کو ثابت اور جائز کرنے میں آیات قرآنی میں جو قیاس آرائیاں اور تاویلات کی ہیں وہ اوپر مذکور ہو چکیں جو سراسر غلط ہیں۔ بظاہر قرآن پاک سے ثبوت و جواز اس امر کا حاصل کرنے کی کوشش کی گئی کہ تمام دنیا کی مسلمان عورتوں پر اسی تفریق و امتیاز کے ساتھ پردہ اور قید مکان لازم اور فرض ہو جائے۔ یہ سب سعی لاحاصل ہوئی۔ بدیں وجہ کہ امیر و غریب اور شریف و رذیل کا امتیاز ممالک اسلامی میں کیسے رائج کیا جا سکتا تھا۔ اور وہ محض ہندوستان کی خاص حالت کے ساتھ اپنے آپ کو خلاف احکام الٰہی کیونکر پابند کر سکتے تھے۔ یہ ہی نہیں بلکہ خود ہندوستان کے مسلمانوں میں کوئی معیار اور طے شدہ قاعدہ پردے کا قائم نہیں ہو سکا۔ کسی جگہ امرا اور غربا میں سے کوئی عورت پردے اور قید مکان کی پابند نہیں ہے اور کہیں اس شدت کا پردہ ہے کہ باہر نکلنے والی عورتوں سے بھی پردہ کیا جاتا ہے جیسا کہ محمود بیگم والی مثال میں مذکور ہوا ہے۔ یہ پردہ محض حصول افتخار اور بربنائے تکبر و نخوت کیا جاتا ہے جس کو علاوہ مسلمانوں کے غیر اقوام نے بھی محسوس کر کے

مضحکہ اڑایا ہے۔ مس بیلی ریم ڈی لکھتی ہیں کہ "اپنی جماعت میں کسی شخص کا معیار شرافت بڑی حد تک اس بات پر منحصر ہوتا ہے کہ آیا وہ اپنی بی بی اور لڑکیوں کو زنان خانہ میں بند رکھ سکتا ہے یا نہیں۔ چنانچہ ایسا ہوتا رہتا ہے کہ اعلیٰ ملازمین اور انھیں جیسے ہم حیثیت اشخاص اپنی عورتوں کو اس سختی کے ساتھ پردے میں رکھتے ہیں جس طرح کوئی شاہزادہ رکھتا ہے۔ مثلاً کسی کم حیثیت مسلمان کو جیسے ہی کچھ حیثیت حاصل ہو جاتی ہے تو وہ اپنی عورتوں کو زنان خانہ میں رکھنے لگتا ہے اور مالی ترقی کے ساتھ ساتھ ایک معزز رتبہ حاصل کرنا شروع کر دیتا ہے" مسٹر ڈوو نے اپنا تجربہ بدیں الفاظ ظاہر کیا ہے کہ "بعض اوقات زیادہ اعزاز ظاہر کرنے کے لئے وہ دیسی عورتیں جو کبھی پردہ نشین نہیں رہیں یورپین عورتوں کی آمد پر یہ بہانہ کرتی ہیں کہ ہمارا ان عورتوں سے پردہ ہے اور سامنے آنے کی ممانعت ہے"

پردے اور قید مکان کی تردید میں ایک یہ بات بھی ہے کہ مروجہ پردۂ ہندوستان سے عورت کا شمار نابالغ یا فاتر العقل میں کیا گیا ہے اور اس کی حفاظت کے لئے انگریزوں نے قانون بھی مرتب کیا صدہا مثالیں ایسی پیش آئیں جن میں پردہ نشین عورتوں کو ان کے کارندوں نے دھوکے دیئے اور اُن کی جائدادوں کو خورد برد کیا اور طرح طرح کے مالی نقصان پہونچائے اسی طرح شادی بیاہ کے معاملہ میں ثابت ہوا کہ مسلمان لڑکی خواہ بالغ ہو یا نابالغ اس کو اپنی مرضی و رائے استعمال کرنے کا کوئی

حق نہیں ہوتا اس کے ولی یا سرپرست جس کسی کے ساتھ چاہیں اُس کا نکاح کرادیں ان تمام باتوں کے لحاظ سے اور مسلمان عورتوں کے حفظ حقوق کی خاطر لازمی طور پر انگریزوں کو قانون بنانا پڑا۔ مسلمانوں نے عورتوں کی آزادی اور حقوق پر ناجائز پابندیاں اور قیود عائد کرنے کے سوا کبھی اس کا خیال بھی نہیں کیا کہ ان معذوریوں سے جو نتائج لازمی ہوں گے اون کا کوئی تدارک یا قانون مرتب کرتے لیکن یہ بات ہرگز نہیں ہوسکتی کہ اگر اللہ تعالیٰ کو ہندوستان جیسا پردہ اور قید مکان تمام دنیا کی مسلمان عورتوں پر عائد کرنا ہوتا تو اُن کے حفظ حقوق کا کوئی حکم نہ ہوتا۔ یا خود شارع ایسا قانون وضع کرنے سے غافل رہتے۔ بہر حال آیت مذکور سے ہنگامی اور وقتی شناخت کی نظیر ضرور ثابت ہوتی ہے اور رفع شر و فساد کی بنا پر باعتبار علاقہ جات پابندیاں اور قیود بھی عائد کی جاسکتی ہیں لیکن ان قیود و پابندیوں کا نفاذ و جواز دنیا کے تمام مسلمانوں پر نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی اس میں کوئی تفریق و تخصیص شریف و رذیل کی ہوسکتی ہے۔ البتہ اگر یہ صورت اختیار کی جائے کہ فریق مخالف کی غریب عورتیں بے پردہ نکلتی ہیں اور ان کو کوئی چھیڑتا نہیں ہے لہٰذا مسلمانوں کی غریب عورتیں بھی اسی مفاہمت باہمی کے تحت باہر نکلا کریں تو یہ امر بھی قرین عقل ہوگا مگر یہ سب پابندیاں اور آزادیاں مفاہمت اور باہمی صلحنامہ کی بنا پر ہوں گی اور قیام امن و صلح کی خاطر ہونگی جن کا اطلاق دنیا کے تمام مسلمانوں پر ہرگز نہیں ہوگا بلکہ خود ہندوستان کے ہر خطے اور علاقے پر نافذ نہیں

ہو گا۔ کیونکہ جہاں کہیں کوئی احتمال و اندیشہ فساد کا نہ ہو وہاں مسلمان عورت کی آزادی سلب کرنا ناجائز اور داخل ظلم ہو گا۔

مذکورہ بالا احکام الٰہی سے بدرجہ اتم ثابت ہے کہ مسلمان عورتوں کو اللہ تعالیٰ نے سوائے ضروری اور لازمی ستر پوشی کے قیود پردہ سے قطعی آزاد رکھا ہے۔ قید مکان کو سزائے سخت تجویز فرمایا ہے جو بغیر ارتکاب جرم عائد نہیں کی جا سکتی۔ عورتوں کا مکانوں سے باہر نکلنا جائز رکھا ہے۔ اور جملہ اعمال دینی و دنیوی میں اُن کو مردوں کے برابر حقوق عطا فرمائے ہیں۔ خلقی کمزوری کی بنا پر کچھ حقوق کی مزید حفاظت فرمائی ہے۔ اور جہاں منافق یا دیگر مذاہب کے مردوں سے مسلمان عورتوں کو مضرت پہونچنے کا یا اُن کی چھیڑ چھاڑ سے فساد کا احتمال و اندیشہ ہو تو وہاں مسلمان عورتوں کو برقع کے ساتھ یا چادریں نیچی لٹکا کر چلنے کا حکم دیا ہے۔ پھر اگر فریق مخالف بطور مفاہمت باہمی یا صلح نامہ کی بنا پر اپنی عورتوں کو مکانوں میں قید کر لیں تو اسی حکم کی نظیر پر مسلمان بھی اپنی عورتوں کی حفاظت کی خاطر ان کو گھروں سے بغیر اہتمام کافی باہر نہ نکلنے دیں۔

کمائی

کہا گیا ہے کہ یہ حق مردوں کو حاصل ہے کہ وہ باہر نکل کر کمائی کریں جو عورتوں کی بسر اوقات کا ذریعہ ہو اور عورتوں کا فرض ہے کہ وہ مکان کے اندر قید رہ کر انتظام خانہ داری میں مردوں کی کمائی احتیاط کے ساتھ صرف کریں گویا کمائی کرنے کا حق صرف مردوں تک محدود رہتا ہے لیکن قرآن مجید کا حکم یہ ہے :

لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ۭ وَلِلنِّسَاۗءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ .. مرد جو کمائیں وہ اُن کا ہے اور عورتیں جو کمائیں وہ اُن کا۔

ظاہر ہے کہ کمائی کرنے میں بھی عورتوں کو وہی حق اور آزادی حاصل ہے جو مردوں کو اور دونوں اپنی اپنی کمائی کے جداگانہ مالک ہیں۔ کہا جا سکتا ہے کہ اس سے یہ مطلب کہاں ہے کہ عورت باہر نکل کر کمائے گھر میں مقید رہ کر بھی کما سکتی ہے۔ جواب ہو گا کہ مرد بھی اسی طرح کمائے باہر کیوں نکلے۔ عورتیں مستوجب اعتراض ہو سکتی ہیں کہ اس حکم سے صرف غریب عورتیں مراد ہے۔ جواب دیا جائے گا کہ مرد بھی غریب مراد ہیں لہذا غریب مرد اور غریب عورتیں باہر نکل کر کمائی کریں اور امیر مرد اور امیر عورتیں گھروں کے اندر قید رہیں۔ فی الحقیقت حکم واضح اور صاف ہے کہ مرد اور عورتیں خواہ امیر ہوں یا غریب دونوں کمائی کرنے میں برابر کے حق رکھتے ہیں اور اپنی کمائی کے مالک رہیں گے۔ کسی تاویل کی نہ ضرورت ہے نہ گنجائش۔ علامہ اقبال نے مسلمان کی حالت زار اس طرح بیان فرمائی ہے:

تحقیق کی بازی ہو تو شرکت نہیں کرتا ❊ ہو کھیل مریدی کا تو ہرتا ہی بہت جلد
تاویل کا پھندا کوئی صیاد لگا دے ❊ یہ شاخ نشیمن سے اترتا ہی بہت جلد

باب چہارم

عہد نبوی

احادیث و روایات

حدیث کا معاملہ بھی نہایت دشوار ہے آنحضرت کا ارشاد اول تو یہی تھا کہ جو کچھ مجھ سے سنو
اُس کو قلمبند نہ کرو مگر بعدہٗ ارشادات نبوی تحریر کیے گئے یہ کام ضروری
اور لازمی ہو گیا تھا اسی کے ساتھ ساتھ لوگوں نے اغراض ذاتی کی خاطر احادیث
میں تصرفات کیے اور وضع کرنا بھی شروع کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جملہ
اختلافات امت کی اصل و بنیاد زیادہ تر احادیث ہیں پھر متضاد احادیث
اس کثرت سے وجود میں آگئیں کہ استدلال ناممکن ہو جاتا ہے تاہم خیال و
قیاس سے اُن کی صحت ثابت ہی کی جاتی ہے یہاں صرف ایک موضوع قید
مکان اور پردے کا ہے احکام قرآنی درج کیے جا چکے ہیں لہذا وہ احادیث
جو احکام مذکور کی تائید و موافقت میں ہوں لامحالہ قابل قبول اور مستند ہونی
چاہیئے اِلّا جو احادیث اِن کے خلاف اور متضاد ہوں ان کی صحت کے
لیے خاص مواقع اور دلائل کی ضرورت ہو گی چنانچہ وہ خارج از بحث
رہیں گی۔ مثلاً قرآن مجید میں یہ حکم نہیں ہے کہ کسی حالت میں عورت کی نظر
غیر مرد پر نہ پڑنا چاہیئے یہ بات ناممکن بھی تھی جب کہ مسلمان عورتیں قضائے
حاجت کے لیے سودا سلف کے لیے ضروریات خانہ داری کے لیے ہجرت

کے لئے جہاد کے لئے، نماز کے لئے برابر نکلتی رہیں۔ روایت یہ بیان کی گئی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ام سلمہؓ اور حضرت میمونہؓ رسول اللہؐ کے پاس بیٹھی تھیں کہ ابن مکتوم نابینا صحابی آئے تو آنحضرتؐ نے فرمایا "ان سے پردہ کرو۔" حضرت ام سلمہؓ نے عرض کی "کیا یہ نابینا نہیں ہیں نہ وہ ہم کو دیکھیں گے نہ پہچانیں گے" اس پر آنحضرتؐ نے فرمایا "کیا تم دونوں بھی نابینا ہو کیا تم انھیں نہیں دیکھ سکتی ہو" اس کے بالکل برعکس یہ روایت ہے کہ حضرت فاطمہ قیسؓ کو رسول اللہؐ نے حضرت ام شریکؓ کے یہاں اس بنا پر عدت بسر کرنے کی اجازت نہیں دی کہ وہ دولت مند اور فیاض صحابیہ تھیں اس لئے اُن کے گھر میں مہمانوں کی کثرت کی وجہ سے پردے کا انتظام نہیں ہو سکتا تھا بنابراں انھیں نابینا صحابی ابن مکتومؓ کے گھر پر فاطمہ بنت قیسؓ کو عدت بسر کرنے کا حکم دیا گیا کہ "وہ اندھا آدمی ہے اور اس کے یہاں تم بے پردہ رہ سکتی ہو" موقع و مصلحت وقت کے لحاظ سے ہر دو احادیث صحیح ثابت ہو سکتی ہیں لیکن جہاں تک حکم قرآنی کا تعلق ہے ان اختلافی احادیث پر استدلال نہیں کیا جا سکتا کیونکہ قرآن سے نہ صرف اُن کی کوئی تائید نہیں ہوتی بلکہ ایسی احادیث کو ثابت کرنے کے لئے طویل بحث اور دلائل کی ضرورت پیش ہو جاتی ہے اور پھر بھی اس قسم کے مشکل سوال حل کرنا پڑ رہے گے کہ اگر ام شریکؓ با پردہ تھیں تو فاطمہ بنت قیسؓ باآسانی اُن کے ساتھ رہ کر عدت بسر کر سکتی تھیں پھر اگر خود ام شریکؓ بے پردہ تھیں تو فاطمہ بنت قیسؓ پر پردہ کیسے عائد کیا جا سکتا تھا۔ ابن مکتوم نابینا تھے مگر مرد تھے اُن کا گھر بھی بلحاظ ام شریکؓ کے گھر کے کیونکر موزوں ہو سکتا تھا۔

تقدم فی الاسلام

رسول اللہ کا پہلا نکاح حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے ساتھ ہوا تھا اس نکاح کی درخواست خود حضرت خدیجہؓ کی طرف سے کی گئی تھی نکاح کے بعد حضورؐ فکرِ معشیت سے آزاد ہو کر ذکرِ الٰہی میں ہمہ تن مصروف ہو گئے پانی کی مشک اور ستو لے کر غارِ حرا میں عبادت گذار رہتے آنحضرتؐ نے خدیجہؓ سے نزول وحی کا ذکر کیا اور مشکلاتِ نبوت پر غور کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ "مجھے اپنی جان کا اندیشہ ہے" حضرت خدیجہؓ نے جواب میں کہا "نہیں نہیں آپ کو ڈر کا ہے کا ہے بخدا اللہ آپ کو ہر ایک بری بات سے بچائیگا میں دیکھتی ہوں کہ آپ اہل قرابت سے عمدہ سلوک فرماتے درماندوں کی دستگیری کرتے۔ تہی دستوں کی امداد فرماتے مہمانوں کی دعوت کرتے اصلی مصیبت زدوں کی امداد کیا کرتے ہیں" اس کے بعد حضرت خدیجہؓ نبی اکرمؐ کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل بن اسد کے پاس لے گئیں ورقہ عیسائی تھا اور الٰہیات کا بڑا عالم تھا خدیجہؓ نے رسول اللہ سے عرض کر کے جبرئیل کی آمد اور وحی لانے کا حال ورقہ کو سنوایا اس نے حضورؐ کی تصدیق کی اور کہا کاش آج میں جوان ہوتا کہ حضورؐ کی خدمت کرتا نیک مرد ورقہ اس واقعہ سے تھوڑے دنوں بعد ہی انتقال کر گیا حضرت خدیجہؓ اسلام میں سب سے پہلے داخل ہوئیں اُن پر کسی مرد یا عورت کو سبقتِ اسلام حاصل نہیں ہے۔

اثبت الناس ثباتاً فی الاسلام

ابتدائے اسلام میں ایمان لانا اور اس پر قائم رہنا آسان بات نہیں تھی وہی حق شناس اہل

کسوٹی پہ آزمایا جاسکتا تھا جس کو انتہائی اذیت کی پرواہ نہ ہوتی اور جان کی کوئی حقیقت نہ سمجھتا مردوں نے یہ صعوبتیں برداشت کیں مگر عورتوں کے کارنامے اُن سے کسی طرح کم نہیں

حضرت ام شریکؓ داخل اسلام ہوئیں تو اُن کو اُن کے اعزا و اقارب نے دھوپ میں کھڑا کیا اور شہد جیسی گرم شے روٹی کے ساتھ کھلائی پھر پانی پینے نہیں دیا اس طرح تین دن جبر وظلم کر کے ظالموں نے کہا "جس مذہب پر تم ہو اب اس کو چھوڑ دو" وہ اس درجہ تکلیف زدہ اور بدحواس تھیں کہ مطلب نہ سمجھ سکیں تب جفا کاروں نے آسمان کی طرف اشارہ کر کے سمجھایا جب آپ کو یہ معلوم ہوا کہ ظالم توحید سے انکار چاہتے ہیں تو بولیں "خدا کی قسم میں تو اسی عقیدے پر قائم ہوں۔

حضرت عمرؓ کی بہن اسلام لائیں اور حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا تو اس قدر مارا کہ تمام بدن لہولہان ہو گیا لیکن انھوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ جو کچھ کرنا ہو کرو میں تو اسلام لاچکی لبینہ کو بھی حضرت عمرؓ مارتے مارتے تھک جاتے تو کہتے تھے کہ میں نے رحم کی بنا پر نہیں بلکہ اس وجہ سے چھوڑ دیا ہے کہ تھک گیا ہوں اسی طرح زنیرہ کو بھی جو اُن کے گھرانے کی لونڈی تھی نہایت اذیت دیتے تھے۔

ہجرت نبویؐ کے موقع پر قریش حضرت ابوبکرؓ کے مکان پر آئے دروازے پر دستک دی اسماء بنت ابوبکرؓ باہر آئیں ابوجہل نے دریافت کیا لڑکی تیرا باپ کہاں ہے وہ بولیں بخدا مجھے معلوم نہیں ہے ابوجہل نے

اس زور سے طمانچہ مارا کہ اسمار کے کان کی بالی نیچے گر گئی۔

حضرت عمارؓ کی والدہ حضرت سمیہؓ کو کفار نے ایک دن حسب عادت لوہے کی زرہ پہنا کر دھوپ میں لٹا دیا اسی صورت حال میں آنحضرت کا گزر ہوا تو حضور نے فرمایا "صبر کرو تمہارا ٹھکانا جنت میں ہے" کفار اس پر بھی نہ مانے اور ابوجہل نے ایسی برچھی ماری کہ وہ شہید ہو گئیں چنانچہ اسلام میں سب سے پہلے شرف شہادت انھیں خاتون کو نصیب ہوا۔

معلوم ہوا کہ نور ایمان سے منور ہونے کا شرف سب سے پہلے ایک

ہجرت

خاتون کو ملا۔ شہادت کی تسبیح اور عظمت سے مسلمان بخوبی آگاہ ہیں چنانچہ اس اعلیٰ ترین مرتبہ کا فخر بھی سب سے پہلے ایک خاتون ہی کو حاصل ہوا احکام الٰہی کے مطالعہ سے معلوم ہو گیا کہ ہجرت بھی بہت بڑا کارنامہ ہے مہاجرین کے لیے اللہ تعالیٰ نے رحمتوں اور بخششوں کا وعدہ فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ دنیا میں ان کو بہتر اور پسندیدہ ٹھکانے اور مقامات پاکیزہ اور آخرت میں بہت بڑے اجر ملیں گے۔ امر واقعہ ہے کہ مہاجرین نے گھر بار خویش و تبار املاک و اموال کو چھوڑ کر صرف اللہ اور رسول کی راہ میں ہجرت کی تھی یہ بھی امر مسلمہ ہے کہ ہجرت کے احکام مرد و زن کے لیے یکساں ہیں اور یہ کہ ہجرت کے موقعہ پر عورتوں نے بھی مردوں کے دوش بدوش ہجرت کی اور ہجرت کے کاموں میں حصہ بھی لیا اس میں بھی عورتیں ممتاز نظر آئیں گی۔

بنی ہاشم اور بنی مطلب نے متفق ہو کر آنحضرت اور کل مسلمانان مکہ کو تکلیف دہی کا عہد کر لیا اور جہاں کہیں مسلمانوں کو پاتے پتھروں سے مارتے اور

طرح طرح کی ایذا پہونچاتے تھے نماز نہیں پڑھنے دیتے تھے اور عین حالت نماز میں غلاظت لاکر نمازیوں پر ڈالتے تھے جب یہ ایذا رسانی حد سے زیادہ بڑھ گئی تو حضورؐ نے مسلمانوں کو ملک حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا، سب سے پہلے حضرت عثمانؓ بن عفان اور اُن کی بیوی حضرت رقیہؓ بنت رسول اللہ اور ابو حذیفہ اور اُن کی بیوی اور زبیر بن العوام و مصعب بن عمیر و عبداللہ بن مسعود و عامر اور اُن کی بیوی لیلیٰ و سہیل وغیرہ نے حبشہ کی طرف ہجرت کرنا شروع کر دیا۔ انھیں لوگوں کے ساتھ جعفر بن ابی طالبؓ بھی ہجرت کر گئے یہاں تک کہ حبشہ میں مہاجرین کی تعداد تین سو تک پہونچ گئی۔ ان مہاجرین اولین کا تعاقب مشرکین مکہ نے دور تک کیا مگر ناکام واپس آئے۔

اُنتالیس مردوں اور تینتیس عورتوں کی ہجرت حبشہ کے بعد عمر ابن الخطابؓ اسلام لائے تھے اس کے بعد مہاجرین حبشہ کو یہ غلط خبر ملی کہ قریش مسلمان ہو گئے حضرت عثمانؓ اور اُن کی بیوی ابو حذیفہؓ اور ان کی بیوی وغیرہ کل اونتیس نفر مکہ میں واپس آئے مگر انھوں نے مسلمانوں کو اُسی حالت پر پایا جس پر چھوڑ گئے تھے۔

سیدہ رقیہؓ بنت رسول اللہ وہ پہلی خاتون ہیں جنھوں نے ہجرت فی سبیل اللہ کی سُنّت اپنے شوہر کا ساتھ دیکر قائم کی اور ہر ایک ہجرت کرنے والے کے لئے شاہراہ ہدایت کا افتتاح ہمیشہ ہمیشہ کے واسطے فرمایا حاکم نے یہ حدیث ان کی منقبت میں روایت کی ہے: "لوطؑ اور ابراہیمؑ کے بعد یہ پہلا جوڑا ہے جنھوں نے راہ خدا میں ہجرت کی"

ام المومنین سودہؓ پہلے سکران بن عمرو بن عبدود کے نکاح میں تھیں یہ

پہلے ایمان لائیں پھر اُن کی ہدایت و ترغیب سے سکران مشرف باسلام ہوئے اس کے بعد انھوں نے خاوند کے ساتھ معہ اپنی والدہ کے ہجرت حبش کی سکران نے حبش میں انتقال کیا تب رسولؐ اللہ نے سودہؓ کے مصائب کو جلد ختم کرنے کی غرض سے بعد از وفات خدیجۃؓ الکبریٰ اُن سے نکاح کر لیا۔

ام المومنین ام حبیبہؓ کا پہلا شوہر عبید اللہ بن جحش تھا جو حبش کو ہجرت کر گیا تھا مگر الغرض تھا اس لئے عیسائیوں میں بیٹھکر عیسائی ہو گیا مگر ام حبیبہؓ اسلام پر قائم رہیں اسلام کے لئے انھوں نے باپ بھائی خویش و قبیلہ اور وطن کو چھوڑا پردیس میں خاوند کا سہارا تھا وہ اس کے ارتداد سے جاتا رہا نبی اکرمؐ کو حال معلوم ہوا تو عمرو بن امیہ الضمری کو بادشاہ حبشہ کے پاس بھیجا کہ ام حبیبہؓ کو آنحضرتؐ کا پیام شادی پہونچا دے بادشاہ نے اپنی لونڈی کو خبر کرنے بھیجا لونڈی سے یہ پیام سنکر ام حبیبہؓ نے اللہ تعالیٰ کا شکر کیا اور شکرانہ میں اپنا تمام زیور جو جسم پر تھا لونڈی کو عطا فرما دیا۔

ہجرت حبش کے بعد آنحضرتؐ نے بحکم الٰہی اپنے اصحاب کو مکہ سے مدینہ کی جانب ہجرت کا حکم دیا سب سے پہلے ابو سلمہؓ بعد ازاں عامرؓ پھر کل بنو جحش ان کے بعد عکاشہ بن محصن اور ایک گروہ بنو اسد جن میں زینب بنت جحشؓ ام المومنین بھی تھیں اور ان کی دونوں بہنوں حمنہ و ام حبیبہ نے ہجرت کی۔

سرکار دو عالم روزانہ حضرت ابو بکرؓ کے گھر تشریف لے جاتے تھے ایک دن دوپہر کو تشریف لے گئے اس وقت حضرت ابو بکرؓ کے پاس عائشہؓ اور اُن کی بڑی بہن اسماءؓ بیٹھی تھیں حضورؐ نے آواز دی حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا کوئی

خیر نہیں ہے حضورؐ تشریف لے آئیں آپ تشریف لے گئے اور ہجرت کا قصد ظاہر فرمایا۔ آنحضرتؐ نے جب مکہ معظمہ سے ہجرت فرمائی تو حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ رات کو روانہ ہو کر غار ثور میں قیام فرمایا تین دن اس غار میں گذرے اسماءؓ بنت ابوبکرؓ روزانہ مکہ سے کھانا لاکر کھلا جاتی تھیں جب غار ثور سے سواری پر روانہ ہونے کا وقت آیا تو اسماءؓ زاد راہ از قسم طعام لیکر لائیں عجلت میں رسی لانا بھول گئیں چنانچہ اسماءؓ نے اپنا نطاق دکر بند ا پھاڑ کر ناشتہ باندھ کر لٹکا دیا اسی روز سے اسماء بنت ابوبکرؓ ذات النطاقین کے نام سے موسوم ہو گئیں۔

مکہ معظمہ سے سفر ہجرت کر کے جب آنحضرتؐ شہر مدینہ کے قریب پہونچے تو مسرت کی یہ کیفیت تھی کہ عورتیں آگئیں اور گانے لگیں کہ مذکوہ وداع کی گھاٹیوں سے چاند نکل آیا ہے ؛ جب تک دعا مانگنے والے دعا مانگیں ہم پر خدا کا شکر واجب ہے ؛ لڑکیاں دف بجا بجا کر یہ گاتی تھیں کہ : "ہم خاندان نجار کی لڑکیاں ہیں؛ محمدؐ کیسا اچھا ہمسایہ ہے" حضورؐ نے ان لڑکیوں سے خطاب فرمایا کیا تم مجھ کو چاہتی ہو بولیں ہاں! حضورؐ نے فرمایا میں بھی تم کو چاہتا ہوں۔

اس کے بعد عبداللہ بن اریقط جو رہبری کے لئے گیا تھا مدینہ سے مکہ واپس آیا اور عبداللہ بن ابی بکرؓ کو بخریت پہونچ جانے کی اطلاع دی اس وقت عبداللہ بن ابی بکرؓ اپنی بہن عائشہؓ اور اپنی ماں ام رومانؓ اور طلحہ بن عبداللہؓ کے ساتھ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ پہونچے۔

رسول اللہؐ نے مدینہ سے زیدؓ کو روانہ کیا کہ مکہ معظمہ سے صاحبزادیوں اور حرم نبوی کو جا کر لے آئیں زینب بنت رسول اللہؐ کو ان کے شوہر نے آنے

نہیں دیا نہ سیدہ فاطمہ زہرا (دختر نبی الکرم) اور حضرت سودہ (زوجہ محترم) کو لے کر آگئے۔

سیدہ زینب بنت خدیجۃ الکبریٰ اپنی والدہ کے ساتھ داخل اسلام ہو گئی تھیں مگر ابوالعاص شوہر سیدہ زینب کا اسلام متاخر تھا جنگ بدر میں ابوالعاص قریش کی جانب تھے ان کو عبداللہ بن جبیر بن نعمان انصاری نے اسیر کیا تھا سیدہ زینب نے ان کے فدیہ میں اپنا وہ ہار بھیجا تھا جو خدیجہ نے بیٹی کو جہیز میں دیا تھا ابوالعاص نے اسیری بدر سے رہائی پاتے وقت رسول اللہ سے وعدہ کر لیا تھا کہ سیدہ زینب کو ہجرت کی اجازت دے دیگا چنانچہ سیدہ اپنے والد کرم کی خدمت میں پہنچ گئیں سفر ہجرت میں سیدہ زینب کی مزاحمت ہبار بن الاسود نے کی تھی نیزہ کے صدمہ سے اُن کا حمل ساقط ہو گیا تھا نبی الکرم نے اُن کی منقبت میں فرمایا ہے کہ: "وہ میری بیٹیوں میں افضل ہے میرے لئے اُسے مصیبت پہونچی"

مدینہ منورہ میں مہاجرین کے قیام کے لئے جب بذریعہ قرعہ اندازی فیصلہ کیا گیا تو عبداللہ بن قطعون حضرت ام العلاء کے حصہ میں آئے عبداللہ کا جب انتقال ہوا تو کفن پہنانے کے بعد ام العلاء نے محبت کے لہجہ میں کہا تم پر خدا کی رحمت ہو میں شہادت دیتی ہوں کہ خدا نے تمہاری عزت کی اس واقعہ سے مسلمان مرد اور مسلمان عورتوں میں اس رفاقت باہمی کا پتہ چلتا ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حکم دیا ہے۔

ام سلمہ نے معہ اپنے بچے شوہر ابوسلمہ کے مدینہ کو ہجرت کرنا چاہی مگر

والوں نے بچہ کو چھین لیا اور ام سلمہؓ کو نہیں جانے دیا۔ ابو سلمہؓ تنہا ہجرت کر گئے ام سلمہؓ مکہ ہی میں رہیں ہر روز شام کو اُس مقام پر آبیٹھا کرتی تھیں جہاں شوہر سے مفارقت ہوئی تھی ایک سال تک برابر روتی رہیں پھر سنگدلوں نے بچہ دے دیا اور سفر کی اجازت دے دی یہ بکہ و تنہا مدینہ کو چلدیں عثمان بن طلحہ جو کلید بردار بیت الحرام تھے ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے لیکن ام سلمہؓ کی بیکسی اور تنہائی پر رحم آیا ساتھ ہولئے ام سلمہؓ کو اونٹ پر سوار کرتے خود پیدل چلتے منزل پر پہنچ کر ان سے دور پر ٹھہرتے جب شہر مدینہ دکھائی دینے لگا تو کہا تم آگے چلی جاؤ میں واپس جاتا ہوں ام سلمہؓ نے ہجرت حبشہ بھی کی تھی۔

جہاد

احکام الٰہی میں مطالعہ ہو چکا کہ جہاد کا حکم بھی سوائے مستثنیات کے ہر مرد و زن کے لئے یکساں صادر ہوا ہے وہ کام جو مسلمان عورتوں نے ابتدائے اسلام میں جہادوں میں انجام دیئے اس کی اہمیت یورپ کے ماہرین جنگ کو صدہا برس بعد محسوس ہوئی اور جب تک انھوں نے عورتوں کو ان کے فرائض جنگ کی تعلیم و تربیت دیکر خدمات حاصل نہیں کیں ان کو کامیابی حاصل نہیں ہوئی مسلمانوں نے جب سے اپنی افواج کو عورتوں کی خدمات سے محروم کر دیا اُسی وقت سے شکست ہونا شروع ہوئی اور عام زوال کی صورت پیدا ہوگئی مسلمان عورتوں نے جو خدمات جنگ انجام دی تھیں اس کی ضرورت اُس وقت کے کفار مکہ نے بھی محسوس کی تھی اور اپنی عورتوں کو میدان جنگ میں لے آئے تھے لیکن کفار کی عورتوں کے کام اور مسلمان عورتوں کے فرائض میں بہت فرق تھا مشرکین کی عورتیں زیادہ تر اظہار جذبات اور اشتعال دلانے کا کام کرتی

رہیں اِلّا ماشاءاللہ مسلمان عورتیں حقیقی خدمات انجام دیتی رہیں اس موازنہ کے لئے پہلے کفار کی عورتوں کی چند مثالوں پر نظر ڈالنا چاہیئے۔

مشرک عورتوں کی شرکت جنگ

جنگ احد (۳ھ) میں کفار مکہ کی طرف سے بڑے معزز گھرانوں کی عورتیں بھی فوج میں شامل تھیں ہند عتبہ کی بیٹی اور امیر معاویہ کی ماں ام حکیم۔ عکرمہ ابو جہل کے بیٹے کی بیوی فاطمہ حضرت خالدؓ کی بہن۔ مسعود ثقفی رئیس طائف کی بیٹی۔ ریطہ عمرو بن العاص کی زوجہ خناس حضرت مصعبؓ بن عمیر کی ماں وغیرہ۔

اسی جنگ احد میں طبل جنگ کے بجائے کفار کی طرف سے سب سے پہلے قریش کی عورتیں دف پر اشعار پڑھتی ہوئی بڑھیں ابو سفیان کی بیوی ہند آگے آگے اور چودہ عورتیں ساتھ ساتھ تھیں اشعار یہ تھے: "ہم آسمان کے تاروں کی بیٹیاں ہیں ✽ ہم قالینوں پر چلنے والیاں ہیں ✽ اگر تم بڑھ کر لڑو گے تو ہم تم سے گلے ملیں گے ✽ اور پیچھے قدم ہٹایا تو ہم تم سے الگ ہو جائیں گے۔

مقتولین بنو قریظہ (یہودی) چار سو تھے اُن میں صرف ایک عورت تھی اور وہ اس قصاص میں ماری گئی کہ اُس نے قلعہ سے پتھر گرا کر ایک مسلمان کو شہید کر دیا تھا قتل گاہ میں مجرم آتے اور عدم کو روانہ ہوتے جاتے تھے ایک ایک کا نام پکارا جا رہا تھا اور یہ ہوش رُبا صدا بار بار اس عورت کے کانوں میں آتی تھی لیکن وہ بے تکلف حضرت عائشہؓ سے باتیں کرتی جاتی اور بات بات پر ہنسی جاتی تھی دفعتاً قاتل نے اس کا نام پکارا وہ بے تکلف اُٹھ کھڑی ہوئی حضرت عائشہؓ نے پوچھا کہاں؟ بولی میں نے ایک جرم کیا تھا اُس کی سزا اٹھانے جاتی ہوں۔

سنہ ۹ ہجری میں جب سفارت واپس چلی تو آنحضرتؐ نے ابوسفیان اور مغیرہ کو بھیجا کہ شرط کے مطابق طائف کے صنم اعظم لات کو جاکر توڑ آئیں مغیرہ نے طائف پہونچکر بت کدہ کو ڈھانا چاہا تو عورتیں روتی ہوئی ننگے سر آگئیں اور یہ اشعار پڑھنے لگیں : "لوگوں پر رو کہ پست ہمتوں نے اپنے بتوں کو دشمنوں کے حوالہ کر دیا اور معرکہ آرائی نہ کر سکے ۔"

فتح مکہ کے سلسلہ میں جب ابوسفیان مکہ کو ناکام واپس ہوا تو اس کی واپسی کے بعد آنحضرتؐ نے مکہ کی طرف چلنے کا حکم دیا صحابہ سامان سفر اور آلات حرب درست کرنے لگے اسی اثناء میں حاطب بن ابی بلتعہ نے ان حالات کو ایک خط میں لکھ کر ایک عورت مزنیہ کنود کے ہاتھ اہل مکہ کی طرف روانہ کیا آنحضرتؐ کو بذریعہ وحی اس امر کی اطلاع ہو گئی آپ نے علیؓ زبیرؓ اور مقدادؓ کو اس عورت کی گرفتاری پر مامور کیا ان صاحبان نے اس کو روضہ خاخ میں پہونچکر گرفتار کر لیا اسباب اس کا ڈھونڈا خط نہیں ملا تب حضرت علیؓ نے اس عورت سے کہا بہتر ہوگا کہ تو اُس خط کو دیدے ورنہ ہم بہت تنگ کریں گے عورت اس دھمکی میں آگئی اور اُس نے اپنے جوڑے سے نکال کر وہ خط دے دیا یہ صاحبان عورت کو معہ خط کے آنحضرتؐ کے پاس پکڑ لائے ۔

ہند زوجہ ابوسفیان نے نبی کریمؐ کے چچا کا کلیجہ سینہ سے نکال کر دانتوں سے چبایا تھا اُن کے ناک وکان کاٹ کر تاگے میں پرو کر گلے کا ہار بنایا تھا ۔

مسلمان خواتین کی خدمات جنگ

اب مسلمان خاتونوں کے کارنامے قابل غور ہیں ۔ صحابہ کرامؓ نے جس طرح جہاد وں

میں دادِ شجاعت دی صحابیات کے بہادرانہ کارنامے اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز ہیں غزوات میں صحابیاتؓ کے لئے سب سے زیادہ موزوں کام زخمیوں کی مرہم پٹی کرنا اور مجاہدین کے آرام و آسائش کا سامان بہم پہونچانا تھا اور وہ اس خدمت کو نہایت خلوص اور دلسوزی سے انجام دیتی تھیں۔

حضرت ام عطیہؓ ایک صحابیہ تھیں جو رسول اللہؐ کے ساتھ لڑائیوں میں شریک ہو کر مجاہدین کے اسباب کی نگرانی کرتی تھیں کھانا پکاتی تھیں مریضوں کا علاج اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔

حضرت رفیدہؓ نے مسجد نبوی میں ایک خیمہ قائم کر رکھا تھا جو لوگ زخمی ہو کر آتے تھے وہ اس خیمہ میں ان کا علاج کرتی تھیں۔

حضرت ربیع بنت معوذؓ کا بیان ہے کہ ہم سب غزوات میں شریک ہو کر مجاہدین کو پانی پلاتے تھے اُن کی خدمت کرتے تھے اور مدینہ تک زخمیوں اور لاشوں کو اٹھا اٹھا کے لاتے تھے۔ شہدا کی لاشیں آتی تھیں تو بچے اور عورتیں قبر کھود کر اُن کو دفن کرتے تھے

غزوہ احد میں خود حضرت عائشہؓ شریک تھیں اور حضرت ام سلمہؓ اپنی پیٹھ پر مشک لاد لاد کر لاتی تھیں اور لوگوں کو پانی پلاتی تھیں۔

جنگ خیبر (سنہ ۷ ہجری) میں بیس صحابیہ عورتیں بھی شامل لشکر تھیں جو بیماروں اور زخمیوں کی خبر گیری اور تیمارداری کے لئے ہمراہ تھیں۔

جنگ احد میں سیدہ فاطمہ زہراؓ نے عملاً حصہ لیا مدینہ میں یہ خبر

مشہور ہوئی کہ نبی کریمؐ شہید ہو گئے تو سیدہ میدان جنگ میں پہنچ گئیں
اُس وقت حضورؐ غار سے باہر نکل آئے تھے سیدہ نے باپ کے زخموں
کو دھویا اور جب دیکھا کہ خون نہیں تھمتا تو کھجور کی صف جلا کر اس کی راکھ
زخموں پر رکھی جس کے بعد خون بند ہو گیا۔

اسی غزوہ احد میں حضرت عائشہؓ ام سلمہؓ اور ام سلیطؓ کے علاوہ
ام عمارہؓ بھی آنحضرتؐ کے پاس پہنچی تھیں اور اپنا سینہ سپر کر دیا تھا جب
کفار آپؐ پر بڑھتے تھے تو تیر اور تلوار سے روکتی تھیں ابن قمئہ جب
آنحضرتؐ کے پاس پہنچ گیا تو ام عمارہؓ نے بڑھ کر روکا چنانچہ شانہ پر زخم
آیا اور غار پڑ گیا۔ انھوں نے بھی تلوار ماری لیکن وہ دوہری زرہ پہنے
تھا اس لیے کارگر نہ ہوئی۔

انصار میں سے ایک عفیفہ کے باپ بھائی شوہر سب شہید ہو گئے
تھے اس نے پاس آکر چہرہ مبارک رسول اللہؐ دیکھا اور بے اختیار پکار
اٹھی: "تیرے ہوتے ہوئے سب مصیبتیں ہیچ ہیں"

سنہ ۲ ہجری میں ایک انصار کی عورت مدینہ کی بازار میں ایک یہودی کی
دوکان پر آئی یہودیوں نے اُس کی بے حرمتی کی ایک مسلمان غیرت کے مارے
بیتاب ہو گیا اور یہودی کو مار ڈالا یہودیوں نے مسلمان کو قتل کر دیا مجبور
ہو کر لڑائی ہوئی پندرہ دن تک یہودی محصور رہے پھر جلا وطن کیے
گئے۔

حضرت عائشہؓ جس قلعہ میں پناہ گزیں تھیں سعد بن معاذؓ کی ماں

بھی وہیں ان کے ساتھ تھیں حضرت عائشہ رضی کا بیان ہے کہ میں قلعہ سے نکل کر باہر پھر رہی تھی عقب سے پاؤں کی آہٹ معلوم ہوئی مڑ کر دیکھا تو سعد رضی ہاتھ میں حربہ لئے جوش کی حالت میں بڑی تیزی سے بڑھے جا رہے ہیں اور یہ شعر زبان پر ہے: "ذرا ٹھہر جا تاکہ لڑائی میں ایک اور شخص پہنچ جائے۔ وقت جب آ گیا تو موت سے بچاؤ رہے" سعد کی ماں نے سُنا تو پکاریں بیٹا دوڑ کر جا تو نے دیر لگا دی سعد کی زرہ اس قدر چھوٹی تھی کہ ان کے دونوں ہاتھ باہر تھے حضرت عائشہ رضی نے کہا کاش سعد کی زرہ لمبی ہوتی۔

سنہ ہجری میں عام طور پر یہ خبر مشہور ہو گئی کہ حضرت عثمان رضی جو صلح کی گفتگو کے لئے مکہ بھیجے گئے تھے شہید کر دیئے گئے یہ خبر آنحضرت ﷺ کو پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ عثمان رضی کے خون کا قصاص لینا فرض ہے یہ کہہ کر آپ نے ایک ببول کے درخت کے نیچے بیٹھ کر صحابہ سے جانثاری کی بیعت لی تمام صحابہ جن میں زن و مرد دونوں شامل تھے انھوں نے ولولہ انگیز جوش کے ساتھ دست مبارک پر جانثاری کا عہد کیا اسی کو بیعت رضوان کہتے ہیں۔

ذی قرد کی چراگاہ پر جو آنحضرت ﷺ کے اونٹوں کی چراگاہ تھی غطفان (یہودی) کے قبیلہ کے چند آدمیوں نے بہ سرداری عبدالرحمٰن بن عیینہ چھاپہ مارا اور بیس اونٹنیاں پکڑ کر لے گئے حضرت ابوذر رضی کے صاحبزادے کو جو اونٹوں کی حفاظت پر متعین تھے شہید کر دیا اور ان کی بیوی کو گرفتار کر لے گئے۔

آنحضرتؐ مدینہ سے محرم یا جمادی الاول ۷ھ ہجری میں سباع بن عرفطہ غفاریؓ کو مدینہ کا افسر مقرر کر کے روانہ ہوئے ازواج مطہرات میں سے حضرت ام سلمہؓ ساتھ تھیں۔

غزوہ خیبر میں خاص علم نبوی جس کا پھریرہ حضرت عائشہؓ کی چادر سے طیار ہوا تھا جناب امیر علیہ السلام کو مرحمت ہوا تھا اس غزوہ میں خواتین بھی فوج کے ساتھ ہوئی تھیں رسولؐ اللہ نے دریافت کیا تو اُن خاتونوں نے کہا: "یا رسولؐ اللہ ہم چرخہ کات کر کچھ پیدا کریں گے اور اس کام میں مدد دیں گے ہمارے پاس زخمیوں کے لیے دوائیں بھی ہیں اس کے علاوہ ہم تیر اٹھا کر لائیں گے آنحضرتؐ نے فتح کے بعد جب مال غنیمت تقسیم کیا تو ان خاتونوں کا بھی حصہ لگایا۔

قریش نے ابو سفیان کو سفیر بنا کر بھیجا کہ حدیبیہ کے معاہدہ کی تجدید کرائیں (۸ھ) ابو سفیان نے مدینہ آ کر آنحضرتؐ کی خدمت میں درخواست کی بارگاہ نبوت سے کچھ جواب نہ ملا ابو سفیان نے حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کو بیچ میں ڈالنا چاہا لیکن سب نے کانوں پر ہاتھ رکھا ہر طرف سے مجبور ہو کر جناب فاطمہ زہراؑ کے پاس آیا امام حسنؑ پانچ برس کے بچے تھے ابو سفیان نے ان کی طرف اشارہ کر کے کہا "اگر یہ بچہ اتنا زبان سے کہدے کہ میں نے دونوں فریقوں میں بیچ بچاؤ کرا دیا تو آج سے عرب کا سردار پکارا جائے گا" جناب سیدہ نے فرمایا "بچوں کو ان معاملات میں کیا دخل"

جنگ احد کے موقعہ پر جب مجاہدین اسلام کے پاؤں اکھڑ گئے حضرت

عائشہؓ اور ام سلیمؓ اپنی پیٹھ پر مشکیزے لاد لاد کر لاتی تھیں اور زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ اس حال میں ان کو پائینچا اٹھائے دوڑ دوڑ کر آتے جاتے میں نے دیکھا ان کی پنڈلیوں کا نچلا حصہ کھلا ہوا تھا۔

ایک دوسری خاتون ام سلیطؓ کے متعلق حضرت عمرؓ نے خود رسول اللہؐ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جنگ احد میں دائیں اور بائیں جدھر میں دیکھتا تھا ام سلیطؓ میری حفاظت کے لیے جان لڑاتی ہوئی نظر آتی تھی اسی جنگ میں ربیع بنت معوذؓ اور ان کے ساتھ خواتین کی ایک جماعت زخمیوں کی مرہم پٹی میں مشغول تھی اور یہی عورتیں مجروحین کو اٹھا اٹھا کر مدینہ لے جا رہی تھیں۔

جنگ حنین میں ام سلیمؓ ایک خنجر ہاتھ میں لیے پھر رہی تھیں حضورؐ نے پوچھا یہ کس لیے ہے کہنے لگیں کہ اگر کوئی مشرک میرے قریب آیا تو اس کا پیٹ پھاڑ دوں گی۔

ام عطیہؓ سات لڑائیوں میں شریک ہوئیں کیمپ کی حفاظت سپاہیوں کے لیے کھانا پکانا زخمیوں اور بیماروں کی تیمارداری کرنا ان کے سپرد تھا حضرت ابن عباس کا بیان ہے کہ جو خواتین اس قسم کی جنگی خدمات انجام دیتی تھیں ان کو اموال غنیمت میں سے انعام دیا جاتا تھا۔

غزوہ خیبر میں آنحضرتؐ نے ایک صحابیہ کو خود دست مبارک سے ایک ہار پہنایا تھا وہ اس کی اس درجہ قدر کرتی تھیں کہ عمر بھر گلے سے جدا نہیں کیا اور جب انتقال کرنے لگیں تو وصیت کی کہ ان کے ساتھ وہ بھی

دفن کر دیا جائے۔

غزوہ خندق میں رسول اللہ نے سب بیبیوں کو ایک قلعہ میں بند کر دیا تھا ایک یہودی آیا اور قلعہ کے گرد چکر لگانے لگا حضرت صفیہؓ نے دیکھا تو حضرت حسانؓ سے کہا یہ جاسوس معلوم ہوتا ہے جاؤ اور اس کو قتل کر دو بولے تمہیں تو یہ معلوم ہے کہ میں اس میدان کا مرد نہیں اب حضرت صفیہؓ خود اتریں اور خیمہ کی ایک میخ اکھاڑ کر اس کو ایسا مارا کہ وہیں ٹھنڈا ہو گیا۔

صفیہؓ امیر حمزہؓ کی حقیقی بہن تھیں انھوں نے جنگ خندق میں اپنی شجاعت کا اظہار کیا اور ایک یہودی کو قتل کیا تھا رسول اللہ نے ان کو مال غنیمت میں سے حصہ عطا فرمایا تھا انھوں نے اپنی قوت ایمانیہ کے کمال کا ثبوت جنگ احد میں دیا تھا امیر حمزہؓ جیسے بھائی کو خاک و خون میں دیکھا ان کی لاش کو بے حرمت پایا پھر بھی نہ روئیں نہ چلائیں بلکہ دعا کر کے چلی آئیں۔

سرور کائناتؐ غزوہ احد سے واپس تشریف لائے تو صحابیات اپنے اعزا و اقربا کا حال دریافت کرنے حاضر ہوئیں اُن میں حمنہ بنت حجشؓ بھی تھیں اُن سے آنحضرتؐ نے فرمایا کہ حمنہ اپنے بھائی عبد اللہ بن حجشؓ کو صبر کرو انھوں نے اِنَّا لِلّٰہِ پڑھا اور دعائے مغفرت کی پھر فرمایا کہ اپنے ماموں حمزہ بن عبد المطلب کو بھی صبر کرو انھوں نے اس پر بھی اِنَّا لِلّٰہِ پڑھا دعائے مغفرت کی اور خاموش ہو رہیں۔

مروی ہے کہ ایک ملزم گرفتار ہو کر آیا اُس کو حضرت عائشہ رض کے حُجرے میں بند کر دیا گیا حضرت عائشہ رض اور طرف باتوں میں مصروف رہیں اور وہ قیدی لوگوں کو غافل پا کر مفرور ہو گیا۔

حضرت ام ہانی رض نے فتح مکہ کے موقع پر اپنے گھر میں اپنے دو مشرک دیوروں کو پناہ دی تھی وہ کہتی ہیں کہ میں رسول اللہؐ کی خدمت میں گئی حضورؐ کو غسل کرتے پایا اور آپ کی صاحبزادی فاطمہ رض پردہ کیے ہوئے تھیں میں نے سلام عرض کیا فرمایا کون عورت ہے میں نے عرض کی ابوطالب کی بیٹی ام ہانی رض فرمایا ام ہانی رض آؤ بیٹھو جب حضور غسل سے فارغ ہوئے تو ایک کپڑے میں لپٹ کر آٹھ رکعت نماز نفل پڑھی پھر میں نے عرض کی کہ میں نے جو ابن ہبیرہ کو پناہ دی ہے اس کو میرے ماں جائے بھائی علی رض کا خیال قتل کرنے کا ہے حضورؐ نے فرمایا ام ہانی رض جسے تو نے پناہ دی وہ ہماری پناہ میں ہے۔ یاد رہے کہ ہر مسلمان مرد و عورت کو پناہ دینے کا حق ہے اور سپہ سالار کو لازم ہے کہ وہ اس کو رد نہ کرے۔

غزوہ حنین میں خادموں اور عورتوں کے علاوہ بارہ ہزار مجاہد آنحضرتؐ کے ساتھ تھے غزوات میں صحابہ رض کی تعداد کا پتہ لگانا اس لیے صحیح نہیں ہوتا کہ ان میں عورتیں شامل نہیں ہوتی ہیں حالانکہ ان کی کافی تعداد ہر غزوہ میں ہوتی تھی۔

نماز احکام قرآنی کے مطالعہ سے واضح ہو چکا کہ حق تعالیٰ نے نماز باجماعت کے لیے مسجد کی حاضری لازم قرار دی ہے

اس فرض کی ادائیگی میں مرد و زن میں کوئی تفریق نہیں فرمائی ہے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ آنحضرتؐ کے عہد مبارک میں عورتیں شریک جماعت ہوا کرتی تھیں مردوں کی صفیں آگے اور عورتوں کی پیچھے ہوتی تھیں رسول اللہؐ کا حکم تھا کہ "اللہ کی لونڈیوں (عورتوں) کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکا کرو" یہ حکم عین مطابق حکم قرآن کے تھا لہذا اسی کی مطابقت و موافقت میں احادیث و روایات پر نظر ڈالنی چاہیئے۔

مسجد نبویؐ میں ام محجن نامی ایک خاتون جھاڑو دیا کرتی تھیں۔

ایک مرتبہ آنحضرتؐ مسجد کی دیوار پر دھبہ دیکھ کر ناخوش ہوئے اس دھبہ کو ایک انصاری خاتون نے مٹایا اور اس جگہ پر خوشبو لگا دی حضورؐ اس سے بہت خوش ہوئے اور اس کی تعریف کی۔

سرور کائناتؐ نے ایک دفعہ ملیکہؓ کی دعوت قبول فرمائی کھانے سے فارغ ہو کر نماز پڑھائی تو حضرت انسؓ اور یتیمؓ رسول اللہؐ کے پیچھے اور ملیکہؓ اُن کے پیچھے کھڑی ہوئیں دوسرے موقع پر حضرت انسؓ اور یتیمؓ آنحضرتؐ کے پیچھے اور اُن کے پیچھے انسؓ کی والدہ ام سلیمؓ کھڑی ہوئیں

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ ایک مرتبہ نماز کے واسطے کھڑے ہوئے تو میں حضورؐ کے برابر کھڑا ہوا اور حضرت عائشہؓ پیچھے کھڑی ہوئیں۔

مروی ہے کہ رسول اللہؐ لڑکیوں اور عورتوں کو حتٰی کہ ایام والی

عورتوں کو بھی عیدین میں لیجاتے تھے جو عورتیں شرکت نماز کے قابل نہیں ہوتی تھیں وہ علیحدہ رہتی تھیں لیکن دعا میں وہ بھی شریک ہوا کرتی تھیں۔

عاتکہ بنت زیدؓ جو حضرت عمرؓ کی بیوی تھیں وہ ہمیشہ مسجد میں نماز پڑھا کرتی تھیں عہد نبوی میں عورتوں کی حاضری اس کثرت سے مسجد میں ہوا کرتی تھی کہ ان کی دو دو صفیں ہو جاتی تھیں۔

یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ حضرت عمرؓ کی بیوی عشاء و فجر کی نماز باجماعت ہمیشہ مسجد نبوی میں ادا فرماتی تھیں۔

ابن عباسؓ سے یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ سرور کائناتؐ اپنی بیٹیوں اور بیویوں کو عیدین میں لے جاتے تھے۔

ام ورقہ بن نوفل نے رسول اللہؐ کے حکم سے عورتوں کی امامت کی اور حضرت عائشہؓ نے درمیان صف میں کھڑے ہو کر جماعت مستورات کی امامت کی۔

حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ جو شریک نماز تھیں بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہؐ خطبہ دینے کھڑے ہوئے اور اس میں عذاب قبر کو بیان فرمایا جس میں انسان کی آزمائش ہوگی تو یہ سن کر تمام حاضرین چیخ اٹھے۔

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ "عورتوں کو رات کے وقت مسجدوں میں آنے دو"۔

کتب حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ نماز پڑھانے کے بعد سرور کائناتؐ اور دیگر مرد نمازی بیٹھے رہتے تھے تاکہ عورتیں پہلے چلی جائیں اس کے بعد حضورؐ اور سب لوگ کھڑے ہوتے تھے۔

حضرت قیلہؓ بیوہ ہوگئیں تو بچوں کو اُن کے چچا نے لے لیا اب وہ تمام دنیوی جھگڑوں سے آزاد ہو کر ایک صحابی کے ساتھ خدمت مبارک میں حاضر ہوئیں اور حضورؐ کی تعلیمات و تلقینات سے عمر بھر فائدہ اٹھایا۔

حضرت حمنہ بنت جحشؓ کا یہ دستور ہو گیا تھا کہ متواتر نماز پڑھتی رہتی تھیں ستون مسجد میں ایک رسی باندھ لی تھی کہ جب تھک جاتیں تو اُس سے لٹک جاتی تھیں آنحضرتؐ نے رسی کو دیکھا تو اس کو کھلوا کر پھنکوا دیا اور فرمایا کہ اسی قدر نماز پڑھنا چاہیے جو احاطۂ طاقت میں ہو اگر تھک جائیں تو بیٹھ جانا چاہیے۔

حضرت مدیبہؓ نے ایک مرتبہ سردار دو عالمؐ کو مسجد میں اکڑوں بیٹھے ہوئے دیکھا ان پر حضورؐ کے اس خشوع وخضوع کی حالت کا ایسا اثر ہوا کہ کانپنے لگیں۔

ایک موقع پر حضورؐ نے دیکھا کہ ایک صحابیہ سامنے کنکری یا گٹھلی رکھکر تسبیح پڑھ رہی تھیں ارشاد فرمایا کہ اس کی کیا ضرورت تھی اس کے بعد ایک دعا بتا دی۔

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ ایک میت کی نماز جنازہ میں ایک عورت شریک تھی حضرت عمرؓ نے اس کو روکا رسولؐ اللہ بھی شریک تھے آپ نے فرمایا " اے عمرؓ اسے چھوڑ دے "

رسولؐ اللہ کی نماز جنازہ پہلے کنبہ والوں نے پھر مہاجرین پھر انصار مردوں نے اور عورتوں نے پھر بچوں نے ادا کی۔

روزہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے روزے بھی عورتوں پر اُسی طرح فرض کئے ہیں جیسے مردوں پر اور اس فرض کو مسلمان عورتوں نے بڑی

خوشی سے ادا کیا ہے۔

ایک صحابیہ نے خدمت نبوی میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میری ماں پر روزے فرض تھے اس کا انتقال ہو گیا کیا میں روزے پورے کر دوں حضورؐ نے فرمایا "ہاں"

عہد مبارک میں اکثر صحابیات نفل کے روزے رکھتی تھیں اُن کے شوہروں نے روکا تو صحابیات خدمت نبوی میں حاضر ہوئیں اور شکایت کی آنحضرتؐ نے ہدایت فرمائی کہ بغیر اجازت شوہر کوئی عورت نفل کا روزہ نہیں رکھ سکتی۔

ایک دن رمضان کے مہینہ میں حضرت صرمہ بنت قیسؓ نے بی بی سے کھانا مانگا سوء اتفاق سے گھر میں کچھ نہ تھا وہ باہر گئیں کہ کھانے پینے کی کوئی چیز تلاش کر کے لائیں۔

حج و عمرہ

اس فرض کے احکام ربانی عورتوں اور مردوں کیلئے مساوی ہیں عورتوں نے اس فرض کو جس ذوق و شوق سے ادا کیا اس کی چند مثالیں غور طلب ہیں۔

ایک صحابیہ نے خانہ کعبہ تک پاپیادہ جانے کی نذر مانی تھی آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی تو حضور انورؐ نے فرمایا "پیدل بھی چلو اور سوار بھی ہو لو"

حجۃ الوداع کے موقعہ پر سرور کائناتؐ نے اعلان حج فرمایا تو حضرت اسماء بنت عمیسؓ اگرچہ حاملہ تھیں تاہم شریک سفر ہوئیں ایک عورت لیک کر ہودج سے اپنے بچہ کو نکال لائی اور دریافت کیا کہ "اس کا بھی حج ہو سکتا ہے؟" آنحضرتؐ نے فرمایا "ہاں تمہیں اس کا ثواب ملے گا"

اسی زمانہ حجۃ الوداع میں ایک صحابیہ نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی

کہ میرے باپ پر حج فرض ہو گیا ہے لیکن وہ ضعیف ہونے کی وجہ سے سواری پر نہیں بیٹھ سکتے کیا میں ان کی طرف سے حج ادا کر سکتی ہوں ؟ حضورؐ نے ان کو اجازت عطا فرمائی ۔

جب اسماء بنت عمیسؓ کے محمد بن ابی بکرؓ پیدا ہوئے تو حضورؐ نے حکم فرمایا کہ حالت نفاس میں غسل کر کے حج و عمرہ میں تکبیر کہیں ۔

سرور کائناتؐ جب امن و امان آئندہ کی بشارت دیکر فرمایا کرتے تھے کہ ایک وقت وہ آئے گا کہ مقام قادسیہ سے اکیلی عورت تنہا سفر کر سکے گی اور مکہ کا حج کرے گی اور سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کا اس کو خوف نہ ہوگا تو لوگ تعجب کیا کرتے تھے لیکن ایسا ہوا اور ہو کر رہا ۔

احرام حج میں محرم کا لباس صرف دو کپڑے ہیں یعنی چادر اور تہبند جو بغیر سلے ہوئے ہوں مگر عورتوں کو سلا ہوا کپڑا پہننا بھی جائز ہے احرام باندھنے کے بعد مرد کو سلا ہوا کپڑا پہننا سر ڈھکنا خوشبو لگانا جوں مارنا شکار کرنا سر منڈوانا ناخن یا بال ترشوانا میاں بی بی کا ہم بستر ہونا زعفران وغیرہ یا کسی خوشبودار چیز کا رنگا ہوا کپڑا پہننا منع ہے عورت کو سر ڈھکنا درست ہے مگر منہ پر نقاب ڈالنا منع ہے ۔

زکوٰۃ و خیرات

زکوٰۃ بھی مرد و عورت پر یکساں فرض ہے صدقہ و خیرات کے احکام ہر دو جنس کے لئے مساوی ہیں ۔

مستورات نے صدقہ و خیرات میں جو حصہ لیا اس کی چند مثالیں قابل مطالعہ ہیں ۔

زیور عورتوں کو سب سے زیادہ عزیز ہوتے ہیں لیکن صحابیات کو خدا

کی مرضی ان سے زیادہ عزیز تھی ایک بار نبی کریمؐ کی خدمت میں ایک صحابیہ اپنی لڑکی کو لے کر حاضر ہوئیں لڑکی کے ہاتھ میں سونے کے کنگن تھے آپ نے کنگن دیکھکر فرمایا کیا تم اس کی زکوٰۃ دیتی ہو بولیں نہیں فرمایا کیا تمھیں یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ خدا قیامت کے دن اس کے بدلے اُس کے ہاتھ میں آگ کے کنگن پہنائے انھوں نے فوراً کنگن آپ کے سامنے ڈالدیئے کہ یہ خدا اور خدا کے رسول کے ہیں۔

ایک مرتبہ حضورؐ نے خطبہ عید میں صدقہ کی ترغیب دی عورتوں کا مجمع تھا حضرت بلالؓ دامن پھیلائے ہوئے تھے اور عورتیں اپنے کان کی بالیاں گلے کے ہار اور انگلیوں کے چھلے تک پھینکتی جاتی تھیں۔

ایک مرتبہ رسولؐ اللہ نے صدقہ وخیرات کی ترغیب دی تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی بی بی زینبؓ نے اُن سے کہا کہ تم نادار آدمی ہو آپؐ کے پاس جاؤ اگر آپؐ اجازت دیں تو میں جو صدقہ کرنا چاہتی ہوں تمھیں پر کردوں لیکن حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا تمھیں جاؤ وہ آئیں تو آستانہ مبارک پر اسی غرض کے لئے ایک دوسری بی بی موجود تھیں دونوں بیبیوں نے حضرت بلالؓ کے ذریعہ سے پوچھوایا کہ دو عورتیں اپنے شوہروں پر اور چند یتیموں پر جو انھیں کی کفالت میں ہیں صدقہ کرنا چاہتی ہیں کیا یہ جائز ہے حضورؐ نے فرمایا ان کو دوہرا ثواب ملے گا ایک قرابت کا دوسرا صدقہ کا۔

نسائی نے ثوبانؓ سے ایک حدیث روایت کی ہے کہ ایک بار رسولؐ اللہ حضرت فاطمہؓ کے گھر گئے وہ سونے کا ہار اپنے گلے سے اتار کر ہند بنت ہبیرہ کو دکھارہی تھیں اور کہہ رہی تھیں کہ علیؓ نے لاکر دیا ہے۔

نبی کریمؐ نے یہ ہار بیٹی کے ہاتھ میں دیکھا اور واپس چلے آئے حضرت فاطمہؓ سمجھ گئیں انھوں نے ہار کو فروخت کر دیا اور ایک غلام خریدا اور اسے راہ خدا میں آزاد کر دیا نبی کریمؐ کو اطلاع ہوئی تو خوش ہوئے اور الحمدللہ فرمایا

زیارت قبور

انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے ایک عورت کو قبر کے پاس روتے پیٹتے دیکھا تو اس کو منع نہ فرمایا بلکہ صرف "اتقی اللہ واصبری" فرما دیا

حضرت عائشہؓ اپنے بھائی حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کی قبر پر تشریف لے گئی تھیں اور راتوں کو اٹھ کر قبرستان کو جایا کرتی تھیں۔

گھروں میں جانیکی اجازت

احکام قرآن کے مطابق بغیر اجازت لئے اور سلام علیک کئے گھروں میں جانے کی ممانعت فرمائی گئی ہے اس کی تائید میں چند احادیث کا ذکر کافی ہوگا یہ دستور اخلاقی اکثر اقوام و مذاہب میں رائج ہے۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے تابدان میں سے جھانکا اس پر رسول اللہؐ نے فرمایا" اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تو جھانک رہا ہے تو میں تیری آنکھ میں کوئی چیز چبھو دیتا" اس کے بعد آپؐ نے اعلان فرمایا کہ اگر کوئی شخص کسی کے گھر میں بلا اجازت دیکھے تو گھر والوں کو حق ہے کہ اس کی آنکھ پھوڑ دیں۔

سن رسیدہ عورتوں کے ساتھ خلوت میں بیٹھنا جائز ہے اور ان کو چھونا بھی ممنوع نہیں۔

یہ بھی نصیحت کی گئی ہے کہ کسی کے گھر جاؤ تو اجازت سے پہلے پردہ

اٹھا کر اس کے گھر کے اندر نہ جھانکو کہ اس سے اہل خانہ کی بے ستری ہو۔

ہدایت کی گئی ہے کہ گھر کے دروازہ پر پردہ پڑا رہے اگر کسی کے گھر کا دروازہ بند نہ ہو یا اس پہ پردہ نہ پڑا ہو اور کوئی اندر گھس گیا تو اُس کی ذمہ داری خود گھر والوں پر ہے۔

یسار کے بیٹے عطار کہتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ سے پوچھا کیا میں اپنی ماں کے پاس جاتے ہوئے بھی اجازت لے کر جاؤں آپ نے فرمایا بیشک اُس شخص نے عرض کیا حضرت میں اپنی ماں کے ساتھ ایک ہی گھر میں رہتا ہوں فرمایا ہاں ماں کے پاس جاتے ہوئے داخل ہونے کی اجازت مانگ کیا تو اس بات کو پسند کرتا ہے کہ ماں کو ننگا دیکھ پائے عرض کیا "نہیں" فرمایا "تو پھر اُس کے پاس بھی اجازت لے کر جا"

احترام احکام

مواقع اور اختیار حاصل ہوتے ہوئے گناہ و خواہش سے محترز رہنا اصل اسلام ہے اس کی چند مثالیں قابل غور ہیں۔

وہ لوگ جو بعد ہجرت مکہ میں رہ گئے تھے اور مسلمان تھے اُن کو مدینہ تک پہونچانا مرثد بن مرثد الغنوی کے سپرد تھا ایک شب کو وہ اس کام کے لئے مخفی طور پر مکہ میں آئے وہاں زمانۂ جاہلیت کی ان کی قدیم آشنا ایک طوائف تھی جس کا نام عناق تھا وہ بھی اسی شب کو نکلی تو مرثد کی پرچھائیں دیکھکر پہچان لیا نہایت تپاک سے ملی اور کہا کہ "آج میرے گھر میں شب باشی کرو" لیکن انھوں نے عذر خواہی کی کہ زنا اب حرام ہو گیا ہے اس پر طوائف نے شور کیا

مرشد بھاگ کر پہاڑ میں جا چھپے کفار نے وہاں تک ان کا تعاقب کیا مگر خدا نے ان کو محفوظ رکھا۔

ایک صحابیہ تھیں جن کی اخلاقی حالت زمانہ جاہلیت میں اچھی نہ تھی ان کو ایک شخص نے اپنی طرف مائل کرنا چاہا تو بولیں "جاؤ اب وہ زمانہ گیا اور اسلام آگیا"

مسیکہ ایک لونڈی تھی اُس نے خدمت نبوی میں حاضر ہو کر یہ شکایت کی کہ میرا آقا مجھکو زنا کرنے پر مجبور کرتا ہے اس پر یہ حکم نازل ہوا "اپنی لونڈیوں کو زنا پر مجبور نہ کرو"

لہو و خوشی

بعض موقعوں پر عورتوں کو لہو و خوشی کی بھی اجازت ہے ام المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میرے والد ابوبکرؓ عید الضحیٰ اور ایام تشریق کے دنوں میں کہ انھیں کو ایام منیٰ کہتے ہیں میرے پاس آئے تو انصار کی دو لڑکیاں میرے پاس بیٹھی دف بجا رہی تھیں اور گا رہی تھیں اور دوسری روایت میں ہے کہ معرکہ بعاث میں جو رجزیہ اشعار انصار نے کہے تھے وہ گا رہی تھیں اور حضور رسالت مآبؐ کپڑا اوڑھے لیٹے تھے ابوبکرؓ نے ڈانٹا اس دھمکی کی آواز سے آنحضرتؐ نے اپنا چہرہ مبارک کھول دیا اور فرمایا "ابوبکرؓ! انھیں چھوڑ دو اور ملامت نہ کرو کیونکہ ایام منا عید کے دن ہیں ان دنوں میں کھانا پینا اور مسرت و شادمانی کرنا مباح ہے اگرچہ دف بجانے اور گانے کے ساتھ ہو۔ اور ایک روایت میں ہے کہ پیغمبر صاحب نے فرمایا " اے ابوبکرؓ! ہر قوم کے لئے عید ہے اور یہ دن ہماری عید کا ہے"

غزوہ تبوک (۹ھ ہجری) سے جب سرورِ کائنات واپس آئے اور مدینہ کے قریب پہونچے تو عالمِ شوق میں لوگ استقبال کو نکل آئے اہلِ حرم بھی آگئیں اور لڑکیاں یہ اشعار گاتی ہوئی نکلیں: "وداع کی گھاٹیوں سے ہم پر چاند طلوع ہوا تھا جب تک دنیا میں خدا کا پکارنے والا کوئی باقی ہے ہم پر خدا کا شکر واجب ہے۔"

معمول تھا کہ عید کے دن لڑکے لڑکیاں رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوکر باجے بجاتے تھے اور مسرت کے گیت گاتے تھے آخر زمانہ میں جب اس کا رواج جاتا رہا تو حضرت قیس بن سعدؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ کے زمانہ کی سب چیزیں نظر آتی ہیں بجز اس کے کہ میں عید کے دن بچوں کو گاتے بجاتے نہیں دیکھتا۔

بریدہ کہتے ہیں کہ جناب رسالتمآب کسی جہاد سے واپس تشریف لائے تو ایک عورت آپؐ کے پاس آکر کہنے لگی کہ میں نے منت مانی تھی کہ خدا آپ کو صحیح و سلامت واپس لائیگا تو میں آپؐ کے آگے دف بجاؤنگی اور گیت گاؤنگی حضورؐ نے فرمایا کہ واقعی تو نے منت مانی ہے تو بجا لے چنانچہ اس عورت نے دف بجانا شروع کر دیا۔

سعد کے بیٹے عامر کہتے ہیں کہ میں کعب کے بیٹے قرظہ اور ابومسعود انصاری کے پاس ایک ولیمہ کی تقریب میں گیا دیکھا کہ چند لڑکیاں گا رہی ہیں مجھے تعجب ہوا اور میں نے کہا "اے رسولؐ خدا کے یارو اور معرکہ بدر میں شریک ہونیوالو! تمہارے پاس گانا گایا جاتا ہے اور تم بیٹھے سن

رہے ہو ان دونوں نے جواب دیا کہ اگر تم چاہو بیٹھ جاؤ اور جس طرح ہم سُن رہے ہیں تم بھی سنو اور چاہو تو چلے جاؤ کیونکہ ولیمہ کی تقریب میں لہو کی اجازت دی گئی ہے۔

معوذ کی بیٹی اور عفراء کی پوتی ربیعؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہؐ تشریف لائے اور میرے پاس اس وقت آئے جب کہ میں اپنے شوہر کے گھر رخصت کی گئی تو حضورؐ میرے بچھونے پر اس طرح آ بیٹھے جیسے تم بیٹھے ہو (ربیعؓ کا خطاب اُس شخص کی طرف ہے جو ان سے حدیث روایت کرتا ہے) پس ہماری لڑکیاں دف بجا بجا کر میرے باپ اور اُن چچاؤں کے اوصاف گانے لگیں جو معرکہ بدر میں شہید ہوئے تھے دفعتہً اُن میں سے ایک لڑکی گانے لگی "اور ہم میں ایسا نبی ہے جو کل ہونے والی بات سے واقف ہے" یہ سن کر پیغمبر صاحبؐ نے فرمایا کہ اس بات کو چھوڑ دے اور جو پہلے کہہ رہی تھی وہی کہے جا۔

حضرت عائشہؓ نے ایک انصاری لڑکی کی پرورش کی تھی اس کی شادی ہونے لگی تو اس تقریب کو سادگی کے ساتھ انجام فرمانے لگیں رسول اللہؐ باہر سے تشریف لائے تو استفسار فرمایا "عائشہؓ! گیت اور راگ تو ہے نہیں"

ایک مرتبہ حضورؐ ایک لونڈی کو لئے ہوئے حضرت عائشہؓ کے پاس تشریف لائے اور پوچھا تم اس کو پہچانتی ہو عرض کیا نہیں فرمایا کہ فلاں شخص کی لونڈی ہے تم اس کا گانا سننا چاہتی ہو انھوں نے اپنی مرضی ظاہر

ظاہر کی تو وہ تھوڑی دیر تک گاتی رہی۔

ایک بار عید کی خوشی میں حبشی لوگ نیزے ہلا ہلا کر پہلوانی کے کرتب دکھا رہے تھے حضرت عائشہؓ نے یہ تماشہ دیکھنا چاہا تو آنحضرت صلعم آگے کھڑے ہو گئے اور وہ پیچھے اور جب تک حضرت عائشہؓ خود تھک کر نہ ہٹ گئیں آپ برابر کھڑے رہے۔

ایک غزوہ میں حضرت عائشہؓ رسول اللہؐ کے ساتھ شریک سفر تھیں حضورؐ نے سب صحابہ کو آگے بڑھ جانے کا حکم دیا حضرت عائشہؓ سے فرمایا آؤ دوڑیں دیکھیں کون آگے نکل جاتا ہے حضرت عائشہؓ دبلی پتلی تھیں آگے نکل گئیں کئی سال کے بعد اسی قسم کا پھر موقعہ پیش آیا اب حضرت عائشہؓ بھاری بھر کم ہو گئی تھیں چنانچہ اس مرتبہ حضورؐ آگے نکل گئے اور فرمایا "عائشہؓ یہ اُس کا جواب ہے"

ام المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں جناب نبی کریمؐ کے پاس گڑیوں سے کھیلا کرتی تھی اور میری کئی ہم جولیاں بھی تھیں جو میرے ساتھ کھیلا کرتی تھیں جب پیغمبر صاحبؐ تشریف لاتے تو سہیلیاں چلی جاتی تھیں مگر پیغمبر صاحبؐ انھیں میرے پاس بھیج دیتے تھے اور وہ میرے ساتھ کھیلنے لگتی تھیں۔

لڑکیوں کی تعلیم ابتدائے اسلام میں کل قبیلہ قریش میں صرف سترہ ۱۷ آدمی لکھ پڑھ سکتے تھے جن میں ایک خاتون شفاء بنت عبداللہ عدویہ تھیں

حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صؐ نے فرمایا کہ ہر مسلمان داور دوسری روایت میں یہ ہے کہ ہر مسلمان مرد و عورت) پر طلب علم فرض ہے۔

ابن عباس رضؓ کہتے ہیں کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ جو شخص تین لڑکیوں یا تین بہنوں کے خرچ یات اور ان کی ضروریات کا کفیل ہوگا پھر انھیں ادب العلم ادے گا ان پر مہربانی کرے گا یہاں تک کہ خدا انھیں بے نیاز کر دے تو خدا تعالیٰ اس کے لئے جنت واجب کر دیگا ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہؐ اور دو لڑکیوں یا دو بہنوں کے لئے ایسا کرنے والا فرمایا اس کا بھی یہ ہی حکم ہے حتیٰ کہ اگر لوگ ایک لڑکی یا ایک بہن کا حال دریافت کرتے تو آپؐ ضرور فرماتے کہ ایک کے ساتھ سلوک کرنے والے کا بھی یہ ہی حال ہے۔

ابن عباس رضؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صؐ نے فرمایا کہ جس کے ہاں بیٹی ہو اور اس نے نہ تو اُسے زندہ درگور کیا نہ ذلت کی حالت میں رکھا نہ اولاد ذکور کو اس پر ترجیح دی تو خدا تعالیٰ اُسے جنت میں داخل کرے گا۔

سمرہ کے بیٹے جابر رضؓ کہتے ہیں کہ پیغمبر خداؐ نے فرمایا کہ آدمی کو اپنی اولاد کو ادب (علم) دینا ایک صاع خیرات کرنے سے بہتر ہے۔

ایوب ابن موسیٰ اپنے باپ اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول کریمؐ نے فرمایا کہ کسی کے والدین نے اپنی اولاد کو نیک ادب (علم) سے افضل کوئی عطیہ عطا نہیں کیا۔

حضرت عروہ بن زبیر رضؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی ایک کو بھی معانی قرآن اور احکام حلال و حرام اور اشعار عرب اور علم الانساب میں عائشہ رضؓ سے بڑھکر

نہیں پایا ان کی یہ خصوصیت تھی کہ جب کوئی نہایت مشکل اور پیچیدہ مسئلہ صحابہؓ میں آپڑتا تو وہ صدیقہ رضؓ کی طرف رجوع کرتے تھے اور اُن کے پاس اس کے متعلق ضرور علم پایا جاتا تھا۔

جس شخص کے پاس کوئی لونڈی ہو اور وہ اس کو خوب تعلیم دے اور تہذیب و شائستگی سکھائے پھر اس کو آزاد کرکے اُس سے شادی کرے اس کے لئے دوہرا اجر ہے۔

عریانی و لباس و عسرت

اللہ تبارک و تعالیٰ نے لباس اتارا جو انسان کی ستر پوشی کرتا ہے اور باعث زینت ہوتا ہے اس حکم کی تائید میں احادیث و روایات قابل ذکر ہیں۔

حدیث میں آیا ہے کہ حضرت مسور بن مخرمہؓ ایک پتھر اٹھائے ہوئے آرہے تھے راستہ میں تہبند کھل کر گر پڑا اور وہ اُسی حال میں پتھر اٹھائے چلے آئے آنحضرتؐ نے دیکھا تو فرمایا "جاؤ پہلے اپنا جسم ڈھانکو اور ننگے نہ پھرا کرو"

ایک مرتبہ آنحضرتؐ زکوٰۃ کے اونٹوں کی چراگاہ میں تشریف لے گئے تو دیکھا کہ ان کا چرواہا جنگل میں ننگا لیٹا ہے آپ نے اُسی وقت اُسے معزول کردیا اور فرمایا "جو شخص بے شرم ہے وہ ہمارے کسی کام کا نہیں"

دامن کا اتنا بڑا رکھنا کہ زمین پر گھسٹتا چلے ملک عرب میں فخر و تمکنت کی علامت سمجھی جاتی تھی آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جو شخص غرور سے اپنا دامن گھسیٹ کر چلے گا اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا حضرت عائشہؓ نے عرض کی "عورتوں کے متعلق کیا حکم ہے" فرمایا ایک بالشت نیچے لٹکالیں"

"بولیں کہ اتنے میں پنڈلیاں کھلی رہیں گی فرمایا تو "ایک ہات"

زمانۂ جاہلیت میں عرب عورتیں جو دوپٹہ اوڑھتی تھیں اس سے سینہ وغیرہ کھلا رہتا تھا بیہودیوں کی چھیڑ چھاڑ اور تکلیف دہی کی بنا پر یہ حکم صادر ہوا کہ عورتیں اپنی تھوڑی سی چادر نیچے لٹکا لیا کریں تاکہ پہچان ہو جائے اور ستائی نہ جائیں تو اس کا یہ اثر ہوا کہ عورتوں نے اپنے تہہ بند پھاڑ پھاڑ کر دوپٹے بنالئے اور اپنے آپ کو سیاہ چادروں سے اس طرح ڈھانپ لیا کہ بقول حضرت عائشہ رضؓ ان کے سر کوؤں کے آشیانے بن گئے۔

حضرت سعد بن عبادہ رضؓ بیمار ہوئے تو رسول اللہؐ نے فرمایا تم میں کون ان کی عیادت کرتا ہے باوجودیکہ غربت و افلاس سے صحابہ کرام رضؓ کے پاؤں میں جوتے نہ تھے موزے نہ تھے سر پہ ٹوپی نہ تھی بدن پر کپڑا نہ تھا بایں ہمہ دس پندرہ بزرگ پتھریلی زمین پر ننگے پاؤں اور کھلے سر گئے اور ان کی عیادت کی۔

ایک صحابی نے ایک عورت سے شادی کرنی چاہی تو رسول اللہؐ نے فرمایا کچھ مہر کے لئے بھی ہے بولے صرف یہ تہہ بند ہے آپ نے فرمایا وہ اگر تم نے یہ تہہ بند اس کو دیدیا تو پھر تمہاری پردہ پوشی کیونکر ہوگی کچھ اور تلاش کرو واپس آئے تو کہا کچھ نہیں ملا فرمایا کچھ نہیں تو لوہے کی ایک انگوٹھی ہی کہیں سے لاؤ بولے وہ بھی نہیں ملتی۔

حضرت مصعب بن عمیر رضؓ غزوہ احد میں شہید ہوئے تو کفن تک میسر نہ تھا بدن پر صرف ایک نمدہ تھا اسی کا کفن بنایا گیا لیکن وہ اس قدر مختصر تھا

کہ سر ڈھکتے تھے تو پاؤں کھل جاتے تھے اور پاؤں چھپاتے تھے تو سر پر کچھ نہیں رہتا تھا بالآخر آپؐ نے فرمایا کہ کپڑے سے سر کو اور پاؤں کو گھاس سے چھپا دو لیکن اور شہدا احد کو یہ بھی نصیب نہ تھا اس لئے ایک چادر میں متعدد صحابہ دفن کئے گئے۔

ابتدائے اسلام میں صحابہ کرامؓ کو کپڑوں کی نہایت تکلیف تھی حضرت عتبہ ابن غزوانؓ کا بیان ہے کہ میں ساتواں مسلمان ہوں اُس وقت یہ حالت تھی کہ میں نے ایک چادر پائی تو اس کو تقسیم کر کے آدھی خود لی اور آدھی سعدؓ کو دی۔

اکثر صحابہ کے پاس ایک تہہ بند ہوتا تھا جس کو گلے سے باندھ لیتے تھے کہ تہہ بند اور کرتا دونوں کا کام دے۔

ایک صحابی نے رسول اللہ سے دریافت کیا کہ ایک کپڑے میں نماز جائز ہے یا نہیں؟ ارشاد ہوا "کیا تم میں ہر شخص کے پاس دو کپڑے ہیں؟"

عورتوں کو زیادہ ستر پوشی کی ضرورت ہوتی ہے لیکن حضرت فاطمہؓ بی کی چادر اتنی چھوٹی تھی کہ ایک بار ادب و حیا سے کل جسم کو چھپانا چاہا تو ناکامیاب ہوئی آپؐ نے یہ حالت دیکھی تو فرمایا کوئی ہرج نہیں یہاں تو صرف تمہارا باپ اور تمہارا غلام ہے۔

بعض عورتوں کو چادر بھی میسر نہیں ہوتی تھی رسول اللہ نے عورتوں کو عیدگاہ میں جانے کی اجازت دی تو ایک صحابیہ نے کہا کہ اگر کسی عورت کے پاس چادر نہ ہو تو وہ کیا کرے ارشاد ہوا کہ اس کو دوسری عورت چادر

اوڑھ لے۔

اسی زمانہ میں دولہن کو معمولی جوڑا بھی میسر نہیں ہوتا تھا حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ میرے پاس گاڑھے کی ایک کرتی تھی شادی بیاہ میں جب کوئی عورت سنواری جاتی تھی تو وہ مجھ سے اس کو مستعار منگوالیتی تھی

ابتدائے اسلام میں صحابہ کرامؓ کے گھروں میں میاں بی بی دونوں کے لیے ایک بچھونا ہوتا تھا اور وہ بھی کھجور کے پتوں سے بنایا جاتا تھا ایک صحابی کے گھر میں صرف ایک ٹاٹ اور ایک پیالہ تھا پیالہ سے پانی پیتے تھے اور ٹاٹ آدھا اوڑھتے تھے اور آدھا بچھاتے تھے۔

صحابیات خانہ داری کے کاموں کو خود اپنے ہاتھ سے انجام دیتی تھیں اور اس میں سخت سے سخت تکلیفیں برداشت کرتی تھیں۔

حضرت فاطمہ زہراؓ رسولؐ اللہ کی محبوب ترین صاحبزادی تھیں لیکن چکی پیتے پیتے ہاتھ میں چھالے پڑ گئے تھے مشکیزوں میں پانی لاتے لاتے سینہ داغدار ہوگیا تھا جھاڑو دیتے دیتے کپڑے چیکٹ ہو گئے تھے۔

حضرت اسماءؓ حضرت ابوبکرؓ کی صاحبزادی تھیں ان کی شادی حضرت زبیرؓ سے ہوئی تھی وہ اس قدر مفلس تھے کہ ایک گھوڑے کے سوا گھر میں کچھ نہ تھا حضرت اسماءؓ خود باغوں میں جا جا کر گھوڑے کے لیے گھاس لاتی تھیں۔

رسولؐ اللہ نے حضرت زبیرؓ کو ایک قطعہ زمین بطور جاگیر دیا تھا جو مدینہ سے تین فرسخ دور تھا حضرت اسماءؓ روز وہاں جاتی تھیں اور

کھجور کی گٹھلیاں اپنے سر پر لاتیں اور ان کو کوٹ کر پانی کھینچنے والی اونٹنی کو کھلاتیں خود پانی لاتیں مشک پھٹ جاتی تو سیتیں آٹا گوندھتی روٹی پکاتیں بعض صحابیات کپڑے بنتی تھیں حضرت سودہؓ طائف کا ادیم بناتی تھیں اور اس کی وجہ سے ان کی حالت تمام ازواج مطہرات سے بہتر تھی۔

عام لباس رسول اللہ کا چادر قمیص اور تہہ بند تھا پاجامہ کبھی استعمال نہیں فرمایا اونچی ٹوپی کبھی استعمال نہیں فرمائی۔

دولہن کو سجانا سنت قدیم ہے اور بہت احادیث سے ثابت ہے بلکہ کنواری لڑکیوں کو زیور و لباس سے آراستہ رکھنا کہ ان کی منگنیاں اٹھیں یہ بھی سنت ہے۔

قرآن مجید میں لباس ستر پوشی کے لئے لازمی قرار دیا گیا ہے چنانچہ اسی کے مطابق احادیث نبوی ہیں کہ "ملعون ہے وہ جو اپنے بھائی کے ستر پر نظر ڈالے" و "خبردار کبھی برہنہ نہ رہو سوائے قضائے حاجت اور مباشرت کے" و "کوئی مرد کسی مرد کو اور کوئی عورت کسی عورت کو برہنہ نہ دیکھے" و "جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے پاس جائے تو بھی ستر کا لحاظ رکھے بالکل گدھوں کی طرح ننگے نہ ہو جائیں" حضورؐ نے فرمایا "میں آسمان سے پھینکا جاؤں اور میرے دو ٹکڑے ہو جائیں یہ بہتر ہے بجائے اس کے کہ میں کسی کے ستر کو دیکھوں یا کوئی میرا ستر دیکھے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسولؐ اللہ کو کبھی برہنہ نہیں دیکھا۔

مسجد نبوی تعمیر ہو چکی تو مسجد سے متصل رسولؐ اللہ نے ازواج مطہرات

کے لئے مکان بنوائے اس وقت تک حضرت سودہ اور حضرت عائشہؓ

اسلمہ ہجری کا عقد نکاح میں آچکی تھیں اس لئے دو ہی حجرے تھے جب اور ازواج

آتی گئیں تو اور مکانات بنتے گئے یہ مکانات کچی اینٹوں کے تھے ان میں سے

پانچ کھجور کی ٹٹیوں سے بنے تھے جو حجرے اینٹوں کے تھے ان کے اندرونی

حجرے بھی ٹٹیوں کے تھے ترتیب یہ تھی کہ حضرت ام سلمہؓ۔ام حبیبہؓ

زینبؓ جویریہؓ میمونہؓ زینب بنت جحشؓ کے مکانات شمالی جانب تھے

اور حضرت عائشہؓ صفیہؓ سودہؓ کے مقابل جانب یہ مکانات مسجد سے اس قدر

متصل تھے کہ جب آپؐ مسجد میں اعتکاف میں ہوتے تو مسجد سے سر نکال دیتے

اور ازواج مطہرات گھر میں بیٹھے بیٹھے آپؐ کے بال دھو دیتی تھیں یہ مکانات

چھ چھ سات سات ہاتھ چوڑے اور دس دس ہاتھ لمبے تھے چھت اتنی

اونچی تھی کہ آدمی کھڑے ہو کر چھت کو چھو لیتا تھا دروازوں پر کمبل کا پردہ

پڑا رہتا تھا رات کو چراغ نہیں جلتے تھے۔

حضرت علیؓ نے جب درخواست کی تو رسولؐ اللہ نے فاطمہؓ کی مرضی

دریافت کی وہ چپ رہیں۔ یہ ایک طرح کا اظہار رضا تھا صرف پانچ درہم

(ایک روپیہ چار آنہ) کی زرہ کے سوا اور جو کچھ حضرت علیؓ کا سرمایہ تھا

وہ ایک بھیڑ کی کھال اور ایک بوسیدہ یمنی چادر تھی حضرت علیؓ نے یہ سب

سرمایہ فاطمہؓ زہرا کی نذر کیا حضرت علیؓ اب تک آنحضرتؐ ہی کے پاس رہتے

تھے شادی کے بعد ضرورت ہوئی کہ الگ گھر لیں حارثہ بن نعمانؓ نے اپنا

مکان خالی کر دیا حضرت فاطمہؓ اس میں اٹھ گئیں جہیز میں بان کی چارپائی چمڑے

کا گدا جس میں کھجور کے پتے تھے ایک چھاگل، ایک مشک، دو چکیاں اور دو مٹی کے گھڑے تھے۔

حضرت عبد المطلب بن ربیعہؓ اور حضرت فضل بن عباسؓ خاندان نبوت سے تھے لیکن نکاح کا کوئی سامان نہ تھا۔

حضرت سلمہ بن صخرؓ کو ایک بار کفارہ دینے کی ضرورت پیش آئی رسول اللہؐ نے ایک غلام آزاد کرنے کا حکم دیا بولے میں تو صرف اپنی ذات کا مالک ہوں پھر آپ نے ساٹھ مسکینوں کو صدقہ دینے کو کہا بولے ذات فاقہ مستی کے ساتھ بسر کی ہے گھر میں ایک دانہ بھی نہیں۔

اسی طرح ایک اور صحابی کو صدقہ دینا پڑا ان کے پاس کچھ نہ تھا خود رسول اللہؐ نے کھجوریں عطا فرمائیں کہ جاکر فقرا کو دیدو بولے کیا مجھ سے اور میرے اہل و عیال سے زیادہ بھی کوئی فقیر ہے آپؐ نے فرمایا تو اس کو تمھیں لوگ کھا جاؤ۔

اصحاب صفہ کے تمام فضائل و مناقب میں سب سے زیادہ نمایاں فضیلت ان کا فقر و فاقہ ہے ان کی یہ حالت تھی کہ جب رسول اللہؐ کے ساتھ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو ضعف سے گر پڑتے تھے بدو دیکھتے تو کہتے تھے یہ پاگل ہیں۔

حضرت عتبہ بن غزوانؓ کا بیان ہے کہ میں ساتواں مسلمان ہوں اس وقت یہ حالت تھی کہ ہم لوگ درخت کے پتے کھا کھا کر گزر اوقات کرتے تھے جس کا نتیجہ یہ تھا کہ ہمارے جبڑے پھٹ گئے تھے۔

تمام اہل مدینہ کی غذا کھجور اور جو تھی صحابہؓ کے گھروں میں چھلنی نہیں ہوتی تھی آٹا پیس کر منہ سے پھونک دیتے تھے اڑنیکے بعد جو بچ رہتا تھا اس کو کھالیتے تھے۔

صحابہ کرامؓ کے مکانات نہایت مختصر پست اور کم حیثیت ہوتے تھے ان میں جائے ضرور تک کا وجود نہ تھا دروازوں پر پردے نہ تھے راتوں کو گھروں میں چراغ تک نہیں جلائے جاتے تھے۔

ایک بار حضرت جحیفہؓ عرب کی ایک لطیف غذا کھا کر آئے اور رسولؐ اللہ کے سامنے ڈکار لی آپؐ نے فرمایا "جن لوگوں کا پیٹ دنیا میں جس قدر زیادہ بھرے گا اسی قدر وہ قیامت کے دن بھوکے رہیں گے اس کے بعد انھوں نے کبھی پیٹ بھر کھانا نہیں کھایا رات کو کھاتے تھے تو دن بھوکے رہتے تھے اور دن کو کھاتے تھے تو رات کو فاقہ کرتے تھے۔

ایک بار رسولؐ اللہ معمول سے زیادہ فقر میں مبتلا ہو گئے حضرت علیؓ ایک یہودی کے باغ میں آئے اور سترہ ڈول پانی کے کھینچے ہر ڈول کا معاوضہ ایک کھجور قرار پایا تھا یہودی نے سترہ کھجوریں دیں ان کو لے کر خدمت مبارک میں حاضر ہوئے ایک اور صحابی اسی طرح دو صاع کھجور لائے اور آپؐ کی خدمت میں پیش کیں۔

بیہقی نے اسماءؓ بنت ابی بکرؓ سے روایت کی ہے کہ سال فتح مکہ میں حضرت ابوبکرؓ کی ہمشیر باہر نکلیں ادھر سے کچھ سوار آرہے تھے ان میں سے کسی نے آپ کی ہمشیر کے گلے میں جو چاندی کا ہار تھا نکال لیا جب رسولؐ اللہ

مسجد میں آکر تشریف فرما ہوئے تو حضرت ابوبکرؓ نے کھڑے ہو کر کہا کہ میں اللہ اور اس کے اسلام کا واسطہ دیکر اپنی بہن کا ہار مانگتا ہوں۔

ازدواجی آزادی

حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے انتقال کے بعد مشہور صحابی حضرت عثمان بن مظعونؓ کی بیوی خولہ بنت حکیمؓ خدمت نبوی میں حاضر ہوئیں اور دوسرا نکاح کرنے کے واسطے عرض کیا چنانچہ رسولؐ اللہ نے ۱۰ھ نبوت میں ام المومنین حضرت سودہؓ کے ساتھ نکاح کر لیا۔

ایک مرتبہ حضرت محمدؐ بن سلمہؓ نے ایک عورت سے نکاح کرنا چاہا اور درخت کی آڑ میں چھپ گئے کہ نکاح سے پہلے اس کو دیکھ لیں لوگوں نے ٹوکا کہ آپ رسولؐ اللہ کے صحابی ہو کر ایسا کرتے ہیں بولے آپ ہی نے اس کی اجازت دی ہے۔

ایک بار مغیرہ بن شعبہ نے نکاح کرنا چاہا اور رسولؐ اللہ سے مشورہ طلب کیا آپؐ نے فرمایا کہ پہلے عورت کو جا کر دیکھ لو

حضرت فاطمہ بنت قیسؓ ایک صحابیہ تھیں اُن سے ایک طرف تو حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ جو نہایت دولت مند صحابی تھے نکاح کرنا چاہتے تھے دوسری طرف آپ نے حضرت اسامہ بن زیدؓ کے متعلق اُن سے گفتگو کی تھی جن کی فضیلت یہ تھی کہ آپ نے فرمایا تھا کہ "جو مجھے دوست رکھتا ہے چاہیئے کہ اسامہؓ کو بھی دوست رکھے" لیکن حضرت فاطمہؓ بنت قیس نے آپ کو اپنی قسمت کا مالک بنا دیا اور کہا کہ "میرا معاملہ آپ کے

ہاتھ میں ہے جس سے چاہیے نکاح کر دیجئے۔"

ایک دن آپ نے ایک انصاری سے فرمایا "تم اپنی لڑکی میرے حوالہ کر دو" وہ تو منتظر ہی تھے باغ باغ ہو گئے لیکن آپؐ نے فرمایا "میں اپنے لئے نہیں بلکہ جلبیب کے لئے یہ پیغام دیتا ہوں" جلبیب ایک ظریف الطبع صحابی تھے جو راستوں میں کبھی ظرافت اور مذاق کی باتیں کیا کرتے تھے اس لئے صحابہؓ ان کو عموماً ناپسند کرتے تھے انھوں نے جلبیب کا نام سُنا تو بولے "اس کی ماں سے مشورہ کر لوں" ماں نے جلبیب کا نام سنا تو انکار کیا لیکن لڑکی نے کہا "رسول اللہؐ کی بات نامنظور نہیں کی جا سکتی مجھے آپؐ کے حوالہ کر دو خدا مجھے ضائع نہ کرے گا"

سہلؓ بن سعد سے روایت ہے کہ ایک عورت حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا میں اپنے آپ کو آپؐ کے نکاح میں دینا چاہتی ہوں اس پر نبی کریمؐ نے نظر اٹھائی اور اس کو دیکھا

حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ میں نبی کریمؐ کے پاس بیٹھا تھا ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے انصار میں سے ایک عورت کے ساتھ نکاح کا ارادہ کیا ہے آنحضرتؐ نے دریافت فرمایا کیا تو نے اُسے دیکھ لیا ہے اس نے کہا "نہیں" حضورؐ نے فرمایا "جا اور اس کو دیکھ لے کیونکہ انصار کی آنکھوں میں عموماً کچھ عیب ہوتا ہے"

جابرؓ بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص کسی عورت کو نکاح کا پیغام دے تو حتی الامکان

اُسے دیکھ لینا چاہیئے کہ آیا اس میں کوئی ایسی چیز ہے جو اس کو اس عورت کے ساتھ نکاح کی طرف رغبت دلانے والی ہو"

عہدِ نبوی میں ایک صحابی نے اپنی لڑکی کا نکاح اُس سے دریافت کئے بغیر کر دیا لڑکی نے بارگاہِ نبوی میں استغاثہ کیا آپ نے باپ کو بلا کر چاہا کہ نکاح فسخ کرا دیا جائے لڑکی نے عرض کیا یا رسول اللہ میں اب نکاح قبول کئے لیتی ہوں میرا مقصد صرف یہ تھا کہ ہماری بہنوں کے ذاتی حقوق کی توضیح ہو جائے۔

عام معاشرت

قیس غفاریؓ اصحاب صفہ میں سے تھے اُن کا کہنا ہے کہ ایک دن رسولؐ اللہ نے ہم لوگوں سے ارشاد فرمایا کہ سب لوگ حضرت عائشہ رضؓ کے گھر چلیں چنانچہ ہم سب حجرے میں داخل ہوئے تو حضورؐ نے حضرت عائشہ رضؓ سے فرمایا کہ ہم سب کو کھانا کھلاؤ۔

ایک دفعہ حضرت عائشہ رضؓ کے نکاح سے قبل رسولؐ اللہ حضرت ابوبکر رضؓ کے مکان پر تشریف لے گئے تو دیکھا کہ حضرت عائشہ رضؓ رو رہی تھیں حضورؐ نے حضرت ابوبکر رضؓ کی زوجہ ام رومان رضؓ سے کہا کہ تم نے میری بات کا خیال نہیں رکھا انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ لڑکی میری بات باپ سے لگا دیتی ہے۔

ایک مرتبہ رات کے وقت حضرت عائشہ رضؓ دیر کر کے گھر میں تشریف لائیں سرورِ کائناتؐ نے دریافت فرمایا تو عرض کیا "آپ کے اصحاب میں

سے ایک صاحب قرآن شریف پڑھ رہے ہیں میں نے ایسی قرأت نہیں سنی تھی" آنحضرت حضرت عائشہؓ کے ساتھ تشریف لے گئے اور بتایا کہ یہ سالم مولی ابی حذیفہؓ ہیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ میری امت میں ایسے لوگ موجود ہیں"

زہرہ بن معبدؓ صحابی کو اُن کی والدہ بچپن ہی میں آنحضرتؐ کی خدمت میں لائیں اور حضورؐ سے عرض کیا کہ اس سے بیعت لیجیے حضورؐ نے فرمایا ابھی بچہ ہے سر پہ ہاتھ پھیرا اور دعا دی۔

سردار دو عالمؐ حضرت انسؓ کے گھر جب تشریف لاتے تھے تو ان کی والدہ حضورؐ کے پسینہ کو نچوڑ کر ایک شیشی میں بھر لیتی تھیں یہ شیشی حضرت انسؓ کے پاس محفوظ تھی۔

ایک دن آنحضرتؐ ام سلیمؓ کے گھر تشریف لے گئے گھر میں ایک مشکیزہ لٹک رہا تھا آپؐ نے اس کا دھانہ اپنے منہ سے لگایا اور پانی پیا حضرت ام سلیمؓ نے اس دھانہ کو کاٹ کر اپنے پاس بطور یادگار رکھ لیا۔

سرور کائناتؐ کبھی کبھی حضرت شفاء بنت عبداللہؓ کے یہاں قیلولہ فرمایا کرتے تھے انھوں نے حضورؐ کے لیے ایک خاص بستر اور ایک خاص تہہ بند بنوا لیا تھا جس کو پہن کر آپؐ آرام فرمایا کرتے تھے۔

حضرت میمونہؓ زوجہ محترم نبوی کے گھر میں ایک مرتبہ عبداللہ بن عباسؓ آنحضرت کے دائیں جانب اور حضرت خالد بن ولیدؓ بائیں جانب بیٹھے ہوئے تھے حضرت میمونہؓ دودھ کا پیالہ لائیں تو حضورؐ نے پی کر

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کو بڑھا دیا اور فرمایا کہ حق تو تمہارا ہے بہ سبب سیدھی طرف بیٹھے ہونے کے لیکن اگر ایثار کر دو تو خالدؓ کو دے سکتے ہو وہ بولے میں آپؐ کا جھوٹا کسی کو نہیں دے سکتا۔

ایک دفعہ آپؐ نے پانی یا دودھ پیا اور جو کچھ بچ گیا وہ ام ہانیؓ کو عنایت فرمایا وہ بولیں اگرچہ روزے سے ہوں لیکن آپؐ کا جھوٹا واپس کرنا پسند نہیں کرتی۔

حضرت ام شریکؓ نہایت دولت مند اور فیاض صحابیہ تھیں انھوں نے اپنے گھر کو مہمان خانہ بنا دیا تھا رسول اللہؐ کے جو مہمان باہر سے آتے تھے وہ اکثر انھیں کے یہاں ٹھہرتے تھے۔

رسول اللہؐ کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی اور کہا کہ میرا شوہر میرے لڑکے کو لے لینا چاہتا ہے حالانکہ وہ مجھے فائدہ پہونچاتا ہے حضور نے لڑکے کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا یہ تمہارے باپ ہیں اور یہ تمہاری ماں ہے جس کا چاہو ہاتھ پکڑ لو لڑکے نے ماں کا ہاتھ پکڑ لیا

ایک صحابی نے اپنی بی بی کو طلاق دی اور اس سے بچہ کو لے لینا چاہا وہ خدمت نبوی میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ میرا یہ بیٹا اس کا ظرف میری چھاتی اس کا مشکیزہ اور میری گود اس کا گھروندا تھا اب اس کے باپ نے مجھکو طلاق دیدی اور بچہ کو مجھ سے چھین لینا چاہتا ہے حضورؐ نے فرمایا جب تک نکاح نہ کر لو تم بچہ کی سب سے زیادہ مستحق ہو۔

حضرت عائشہؓ کی خدمت میں ایک عورت سبز دوپٹہ اوڑھ کر

آئی اور جسم کھول کر دکھایا کہ شوہر نے ایسا مارا ہے کہ نیل پڑ گئے آنحضرتؐ تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ نے کہا کہ مسلمان عورتیں جو مصیبت برداشت کر رہی ہیں ہم نے ایسا نہیں دیکھا دیکھئے اس کا چہرہ اس کے دوپٹہ سے زیادہ سبز ہو گیا ہے۔

ایک موقع پر آنحضرتؐ ایک صحابی کو دفن کر کے تشریف لا رہے تھے دیکھا کہ راستہ میں حضرت فاطمہؓ جا رہی تھیں دریافت فرمایا تو عرض کیا اسی گھر میں عزاداری کے لئے گئی تھی۔

ایک سفر میں صحابہ نے آنحضرتؐ سے پیاس کی شکایت کی حضورؐ نے دو آدمی جستجو میں روانہ کئے ان کو ایک ناقہ سوار عورت ملی جس کے ساتھ پانی کی دو مشکیں تھیں ان دونوں بزرگوں نے اس کو حضورؐ کی خدمت میں پیش کیا آپؐ نے ایک برتن منگوایا اور اس میں دونوں مشکوں میں سے تھوڑا پانی ڈال کر مشکوں کے دہانے بند کر دیے اور عام اعلان کے ذریعہ سب صحابہ آئے اور پانی پی کر سیراب ہوئے لیکن مشکوں کے پانی میں کوئی کمی نہیں ہوئی عورت نے یہ معجزہ دیکھا تو اپنے قبیلہ میں آکر بیان کیا کہ خدا کی قسم آسمان و زمین کے درمیان یہ شخص اعجوبہ روزگار اور خدا کا سچا پیغمبر ہے۔

حضرت سائبؓ بن یزید کہتے ہیں کہ بیمار پڑا تو میری خالہ مجھ کو رسول اللہؐ کی خدمت میں لے گئیں حضورؐ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعائے برکت دی۔

ایک صحابیہ کا بچہ مرگیا وہ اس پر رو رہی تھیں آنحضرتؐ کا گذر ہوا تو فرمایا خدا سے ڈرو اور صبر کرو بولیں تمھیں میری مصیبت کی کیا پرواہ ہے حضورؐ چلے گئے تو لوگوں نے کہا کہ رسول اللہؐ تھے وہ دوڑی ہوئی آئیں اور عرض کی میں نے حضورؐ کو پہچانا نہیں تھا۔

ایک مرتبہ رسول اللہؐ کی خدمت میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ آئے اس وقت آپ گھر میں بیٹھے ہوئے تھے اور ران کھلی ہوئی تھی لیکن جب حضرت عثمانؓ آئے تو آپؐ نے اس کو ڈھانک لیا حضرت عائشہؓ نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ عثمانؓ شرمیلے آدمی ہیں اگر میں اسی حالت میں رہتا تو وہ اپنی حاجت پیش نہ کرتے۔

ایک سفر کے راستہ میں ایک عورت بچہ کو لیکر آنحضرتؐ کے سامنے آئی اور عرض کی یارسول اللہؐ اس کو دن بھر میں کئی کئی دفعہ دورہ پڑتا ہے آپؐ نے بچہ کو کجاوہ کے سامنے رکھا اور تین بار فرمایا" اے خدا کے دشمن نکل میں خدا کا رسول ہوں" پھر لڑکے کو عورت کو دیدیا سفر سے واپسی پر وہی عورت دو دنبے لیکر حاضر ہوئی اور عرض کی یارسول اللہؐ میرا یہ ہدیہ قبول فرمایئے خدا کی قسم پھر بچہ کے پاس وہ بلا نہیں آئی حضورؐ نے ایک دُنبہ قبول فرمالیا اور دوسرا واپس کردیا۔

حجۃ الوداع کے موقعہ پر آنحضرتؐ کی خدمت میں ایک عورت اپنا بچہ لیکر حاضر ہوئی اور عرض کی کہ یہ بولتا نہیں ہے حضورؐ نے پانی منگایا ہاتھ دھویا اور کلی کی اور فرمایا کہ یہ پانی اس کو پلا دو اور کچھ پانی اس کے اوپر

چھڑک دو دوسرے سال وہ عورت آئی اور کہا لڑکا بالکل اچھا ہو گیا اور بولنے لگا۔

رسول اللہؐ ایک دن ام حرامؓ کے گھر تشریف لے گئے انھوں نے آپؐ کو کھانا کھلایا اس کے بعد آپ لیٹ گئے اسی حالت میں آپؐ کو نیند آگئی پھر ہنستے ہوئے بیدار ہوئے تو ام حرامؓ نے ہنسی کی وجہ دریافت کی حضورؐ نے فرمایا میری امت میں سے مجاہدین کا ایک گروہ میرے سامنے پیش کیا گیا جو جہاد کے لئے دریا میں اس طرح سوار ہو کر چلے گا جس طرح تخت پہ بادشاہ ام حرامؓ نے درخواست کی کہ خدا سے دعا فرمایئے کہ میں بھی انھیں میں سے ہوں چنانچہ آنحضرتؐ نے دعا فرمائی امیر معاویہؓ کے زمانہ میں اُن کو بحری جنگ کی شرکت کا شرف حاصل ہوا اور دریا سے خشکی میں آئیں تو سواری سے گر کر درجہ شہادت نصیب ہوا۔

ایک مرتبہ حضرت اسماءؓ کھجور کی گٹھلیاں سر پر رکھے ہوئے آنحضرتؐ کو راستہ میں ملیں آپؐ نے ان کو بلایا اور پیچھے اونٹ پر سوار ہونے کے لئے کہا اُس وقت حضورؐ اونٹ پر سوار تھے اور چند صحابی آپؐ کے ہمراہ تھے اسماءؓ کہتی ہیں کہ مجھے لوگوں کے سامنے یوں جانے میں شرم آئی اور اپنے شوہر کا خیال آیا جن کی غیرت کی کوئی انتہا نہ تھی رسول اللہؐ سمجھ گئے کہ مجھے شرم آتی ہے اور تشریف لے گئے۔

ابن عساکر نے روایت کی ہے کہ حضرت اسامہ بن زیدؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہؐ نے ایک پیالہ گوشت کا دیکر حضرت عثمانؓ کے یہاں بھیجا

جب گھر میں گیا تو حضرت رقیہ رضی بھی بیٹھی ہوئی تھیں میں کبھی حضرت رقیہ رضی کے چہرے کی طرف دیکھتا تھا اور کبھی حضرت عثمان رضی کی طرف تکتا تھا جب لوٹ کر آیا تو رسول اللہ نے فرمایا "تم اندر گئے تھے" میں نے کہا ہاں فرمایا "تم نے کبھی ایسے خوبصورت میاں بی بی دیکھے ہیں" میں نے عرض کیا "نہیں!!"

حضرت ابوہریرہ رضی سے مروی ہے کہ جناب پیغمبر صلعم دن کو یا شاید رات کو بیت نبوت سے باہر نکلے اتفاقاً حضرت ابوبکر رضی اور حضرت عمر رضی دونوں سے آپ کی ملاقات ہوئی کہ یہ بھی اُسی وقت اپنے گھروں سے نکل کھڑے ہوئے تھے رسول اللہ نے فرمایا اس وقت تمہارے گھروں سے نکلنے کا سبب کیا ہے؟ عرض کیا "بھوک" فرمایا مجھے اُس مقدس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے مجھے بھی گھر سے اسی چیز نے نکالا ہے جس نے تم کو نکالا اچھا چلو چنانچہ دونوں صاحب آپ کے ساتھ چل نکلے پیغمبر صلعم صاحب ایک انصاری کے مکان پر تشریف لے گئے مگر اتفاق سے وہ گھر میں نہیں تھے ان کی بی بی نے پیغمبر صلعم صاحب کو دیکھ کر کہا آئیے آئیے یہ مکان کسی غیر کا نہیں ہے آپ ہی کا ہے پیغمبر صلعم صاحب نے انصاری کا نام لے کر پوچھا کہ تیرا شوہر کہاں ہے عورت نے جواب دیا کہ وہ ہمارے لئے میٹھا پانی لینے گیا ہے اسی اثناء میں انصاری آگئے اور انھوں نے کھجوریں اور بکری کا گوشت کھلایا۔

حضرت انس رضی کہتے ہیں کہ باشندگان مدینہ کی لونڈیوں میں سے کوئی

لونڈی رسول اللہ کا ہاتھ پکڑ لیتی اور جہاں چاہتی آپؐ کو لے جا کر عرض حال کرتی۔

وفد طارق بن عبد اللہ کے ساتھ ایک ہودج نشین (سردار قوم کی) عورت بھی تھی وہ بولی کہ میں نے اس شخص (رسول اللہ) کا چہرہ دیکھا تھا کہ چودہویں رات کے چاند کے روشن حصہ جیسا تھا اگر ایسا آدمی قیمت نہ دے تو میں ادا کر دوں گی۔

ایک موقع پر رسول اللہ کی خدمت میں چند یہودی آئے اور بجائے السلام علیک کے السام علیک (تم کو موت آئے) کہا آنحضرت نے صرف وعلیکم فرمادیا حضرت عائشہ رضؓ سے ضبط نہ ہوسکا بولیں علیکم السام واللعنۃ (تم پر موت اور لعنت) حضورؐ نے فرمایا عائشہ رضؓ نرمی چاہئے اللہ تعالیٰ ہر بات میں نرمی پسند فرماتا ہے۔

جناب نبی کریمؐ ایک دسترخوان بلکہ ایک ہی برتن میں حضرت عائشہؓ کے ساتھ کھانا کھاتے تھے ایک موقعہ پر ایک ساتھ کھانا کھا رہے تھے کہ حضرت عمر رضؓ گذرے ان کو بھی بلالیا اور تینوں صاحبوں نے ایک ساتھ کھایا۔

آنحضرتؐ کا ایک ایرانی پروسی تھا اس نے ایک مرتبہ آپؐ کی دعوت کی حضورؐ نے فرمایا عائشہ رضؓ بھی ہونگی اس نے کہا "نہیں" ارشاد فرمایا تو مجھکو بھی منظور نہیں ایرانی دوبارہ آیا اور پھر یہی سوال وجواب ہوا وہ واپس چلا گیا تیسری مرتبہ پھر آیا حضورؐ نے پھر دریافت فرمایا کہ عائشہ رضؓ کی بھی دعوت ہے اس نے کہا "ہاں" تب آنحضرتؐ اور حضرت عائشہؓ دونوں

ایرانی کے ساتھ اس کے گھر گئے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مدینہ کے باہر کی آبادیوں سے لوگ گرد و غبار اور پسینہ میں شرابور آیا کرتے تھے ایک مرتبہ ایک صاحب اسی طرح حضورؐ کے پاس آئے اور آپؐ میرے پاس بیٹھے تھے آپؐ نے فرمایا اگر اس دن (یوم جمعہ) تم غسل کر لیا کرتے تو بہتر ہوتا۔

ایک مرتبہ رسولؐ اللہ کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی آپؐ نے اُسے حکم دیا کہ تو پھر آنا اُس نے عرض کی کہ اگر میں پھر آئی اور حضورؐ کو نہ پایا یعنی آپؐ کی وفات ہو گئی تب آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ پھر ابو بکرؓ کے پاس آنا۔

حضرت عائشہؓ باہر سے آئیں اور دروازہ کھٹکھٹاتیں تو رسولؐ اللہ نماز پڑھتے ہوئے عین اُسی حالت میں جاکر دروازہ کھول دیتے۔

حجۃ الوداع کے موقعہ پر قربانی سے فارغ ہوکر آنحضرتؐ نے معمر بن عبداللہ کو بلوایا اور سر کے بال منڈوائے فرط محبت سے کچھ بال خود اپنے دست مبارک سے ابو طلحہؓ انصاری اور ان کی بیوی ام سلیمؓ اور بعض ان لوگوں کو جو قریب بیٹھے تھے عنایت فرمائے اور باقی ابو طلحہؓ نے اپنے ہاتھ سے تمام مسلمانوں میں ایک ایک دو دو کر کے تقسیم کر دیئے۔

سرِدار دو عالم جب راستے میں چلتے تو مرد عورتیں بچے جو سامنے آتے ان کو سلام کرتے۔

ایک صحابی نے نکاح کیا سامان ولیمہ کے لئے گھر میں کچھ نہ تھا

رسول اللہؐ نے اُن سے فرمایا کہ عائشہؓ کے پاس جاؤ اور آٹے کی ٹوکری مانگ لاؤ، وہ جاکر لے آئے حالانکہ کاشانہ نبوت میں اس کے سوا شام کے کھانے کو کچھ نہ تھا۔

ازواج مطہرات کے حق میں رسول اللہ نے فرمایا کہ "حق تعالیٰ نے ضروریات کے لئے تمہارا گھر سے نکلنا جائز رکھا ہے"

ایک صحابیہ اپنے کھیتوں میں چقندر بویا کرتی تھیں جب جمعہ کا دن آتا تو ان کو پکاتی تھیں اور جمعہ کے بعد تمام صحابہ کو کھلاتی تھیں۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے خدمت نبوی میں حاضر ہونا چاہا آپؐ نے فرمایا "آنے دو وہ اپنے خاندان میں بڑا ہے" جب وہ آکر بیٹھا تو آپؐ نے اس سے نہایت توجہ اور لطف سے باتیں کیں حضرت عائشہؓ کو تعجب ہوا جب وہ اٹھ کر چلا تو عرض کی "یا رسول اللہؐ آپؐ تو اس کو اچھا نہیں جانتے تھے لیکن جب وہ آیا تو آپ نے اس لطف و محبت کے ساتھ گفتگو فرمائی" ارشاد ہوا کہ "عائشہؓ بدترین آدمی وہ ہے جس کی بد اخلاقی سے ڈر کر لوگ اس سے ملنا چھوڑ دیں۔

حضرت زینبؓ سے جب نکاح ہوا اور دعوت ولیمہ کی تو کچھ لوگ کھا کر وہیں بیٹھے رہے اور حضرت زینبؓ بھی مجلس میں شریک تھیں آنحضرتؐ چاہتے تھے کہ لوگ اُٹھ جائیں لیکن زبان سے کچھ نہیں فرماتے تھے لوگوں نے کچھ خیال نہیں کیا آپؐ اٹھ کر حضرت عائشہؓ کے حجرے تک گئے واپس آئے تو اسی طرح مجمع موجود تھا پھر واپس چلے گئے اور

دوبارہ تشریف لائے۔

نجران کے نصاریٰ کو پیغمبر صاحب نے مسجد نبوی میں ٹھہرا کر خاطرداری کی اور وہ وہیں اپنے طور کی عبادت بھی کرتے تھے اُن کو پیغمبر صاحب نے بہت سمجھایا انھوں نے ایک نہ سنی اور مباہلہ کرنا چاہا تو آپ اپنی صاحبزادی جناب فاطمہ زہرؓا اور دونوں نواسوں اور اپنے چچازاد بھائی و داماد حضرت علیؓ کو لے کر قسما قسمی کے لئے باہر تشریف لے گئے مگر نصاریٰ نجران بھاگ کھڑے ہوئے۔

رسولؐ اللہ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص کسی عورت کے حُسن کو دیکھکر متاثر ہو تو اپنی بی بی کے پاس چلا جائے اس کے پاس بھی وہی ہے جو اُس کے پاس تھا۔

گواہ کو گواہ ہوتے یا گواہی دیتے وقت اور حاکم کو حکم کے وقت دیکھنا درست ہے

مرد اور عورت کو ایک حمام میں داخل ہونا درست ہے اگر پردہ ہو اور ازار پہنے ہوں۔

ایک نہایت صحیح حدیث یہ ہے کہ علی مرتضیٰؓ نے ایک روز ابن عبدالواحد سے فرمایا میں تجھ کو فاطمہ بنت رسولؐ اللہ کی ایک بات سناؤں جو سارے کنبے میں نبی صلعم کو بہت پیاری تھیں ابن الواحد نے کہا "ہاں" حضرت علیؓ نے کہا فاطمہؓ نے اتنی چکی پیسی کہ ہاتھوں میں نشان پڑ گئے پانی کے لئے مشک اٹھائی کہ گردن پر نشان پڑ گیا گھر میں جھاڑو دی

کہ سب کپڑے چیکٹ ہو گئے انھیں ایام میں رسول اللہ کے پاس کچھ غلام آگئے میں نے فاطمہؓ سے کہا تم اپنے بابا جان کے پاس جاؤ اور ایک خادم مانگو فاطمہؓ گئیں مگر وہاں ہجوم تھا مل نہ سکیں اگلے روز نبی صلعم خود آئے اور دریافت فرمایا کہ کیا ضرورت تھی فاطمہؓ چپ ہو گئیں میں نے کہا کہ میں حضورؐ کو بتاتا ہوں چکی پیستے پیستے ان کے ہاتھوں پر نشان پڑ گئے اور مشک اٹھاتے اٹھاتے گردن پر میں نے دیکھا تھا کہ حضورؐ کے پاس کچھ خادم آئے ہیں اور میں نے ہی ان سے کہا تھا کہ حضورؐ کے پاس جائیں خادم مانگیں کہ اس تکلیف سے رہائی ہو رسول اللہ نے فرمایا اے فاطمہؓ تقویٰ اختیار کرو فرائض الٰہی ادا کرو اپنے کنبہ کے اعمال کو اپنا دستور بناؤ اور جب بستر خواب پر لیٹو تب تینتیس بار سبحان اللہ اور تینتیس بار الحمد للہ اور چونتیس بار اللہ اکبر پڑھو یہ پورا سو ہو گیا یہ عمل تیرے لئے خادم سے بہتر ہے حضرت فاطمہؓ نے فرمایا میں خدا سے اور رسول خدا سے اسی حال پر خوشنود ہوں حضرت علی فرماتے ہیں "وَلَمْ یُخْدِمْهَا" فاطمہؓ کو خادمہ نہ دی۔

حضرت عائشہؓ کی والدہ ام رومانؓ کنانیہ تھیں جن کا انتقال رمضان سنہ ۶ ہجری میں ہوا رسول اللہ ان کی قبر میں خود اترے تھے اور یہ فرمایا تھا "الٰہی تجھ سے پوشیدہ نہیں کہ ام رومانؓ نے تیرے لئے اور تیرے رسولؐ کے لئے کیا کچھ برداشت کیا ہے" نیز فرمایا کہ "اگر کوئی شخص حوران جنت میں سے کسی عورت کا دیکھنا پسند کرتا ہو تو وہ ام رومانؓ کو

دیکھ لے"

آنحضرتؐ نے سنہ ہجری میں حجۃ الوداع کے موقع پر ماہ حرام کی تاریخوں میں فرمایا "مسلمانو! ہر مسلمان کی جان ومال اور آبرو اسی طرح قابل حرمت ہے جس طرح اس محترم شہر میں اس احاطۂ حرم کے اندر یہ مقدس دن قابل حرمت ہے ...."عورتوں کے بارے میں خدا سے ڈرو کہ وہ تمہارے بس میں ہیں تمہارا ان پر یہ حق ہے کہ وہ تمہارے بستر کو کسی سے نہ روندوائیں جس کو تم ناپسند کرتے ہو اگر وہ ایسا کریں تو ان کو اتنا مارو جو تکلیف دہ نہ ہو عورتوں کے ساتھ نیک سلوک کرنے کے بارے میں میری وصیت قبول کرو وہ تمہارے قبضہ میں ہیں تم کو اس کے سوا ان پر کوئی اختیار نہیں مگر یہ کہ وہ کوئی کھلی بے حیائی کا کام کریں تو اگر ایسا کریں تو ان کو خوابگاہوں میں علیحدہ کردو اور ان کو اتنا ہی مارو جو تکلیف دہ نہ ہو تو اگر وہ تمہارا کہا مان لیں تو ان پر کوئی راستہ نہ ڈھونڈو"

باب پنجم

بعد النبی

حضرت ابوبکرؓ آپ کی خدمت میں حق رسی اور دریافت سائل کے لیے مستورات حاضر ہوتی رہیں اور نماز باجماعت میں شریک ہوتی تھیں۔ آپ کا زمانہ عین وصال نبوی کے بعد کا تھا۔ عورتوں کو وہی حقوق آزادی حاصل رہے جو ان کو رسولؐ اللہ کے عہد میں حاصل تھے۔

ایک عورت کو جس کا نام زینب تھا حضرت ابوبکرؓ نے دیکھا کہ بولتی نہیں تھی آپ نے دریافت کیا تو لوگوں نے کہا کہ اس نے خاموشی کا حج مانا ہے آپ نے اس کو حکم فرمایا کہ خاموشی سے باز آ بات چیت کر کہ یہ جاہلیت کا فعل ہے اسلام میں ایسا کرنا جائز نہیں چنانچہ وہ بات چیت کرنے لگی۔

حضرت ابوبکرؓ کو جب منصب خلافت قبول کرنا پڑا تو محلہ کی عورتوں نے جن کی بکریوں کا دودھ آپ دوہ دیا کرتے تھے کہا کہ اب وہ ہماری بکریاں کیوں دوہنے لگے لیکن آپ خلافت کے کام بھی انجام دیتے تھے اور محلہ والوں کی بکریاں بھی دوہتے تھے۔

حضرت ابوبکرؓ نے ایک قبیلہ کی بوڑھی عورتوں سے مصافحہ بھی کیا تھا۔ آپ نے قیام مکہ کے زمانے میں ایک مسجد بنوائی تھی جس میں بلند آواز سے نماز پڑھا کرتے تھے جس کو سن کر محلہ کے نوجوان مرد اور عورتیں جمع ہو جاتی تھیں۔

منصب افتا حضرت ابوبکرؓ کے زمانۂ خلافت میں حضرت عائشہؓ کو منصب افتا مل گیا تھا حضرت عائشہؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں برابر فتوے صادر فرماتی رہیں اور یہ خلفائے راشدین حضرت عائشہؓ سے احادیث بھی دریافت فرمایا کرتے تھے۔

نماز نماز کے فرض کی امامت خود خلیفہ کرتے تھے البتہ حضرت عمرؓ نے تراویح کی امامت کے لئے دو مستقل امام مقرر کر دیئے تھے جو لوگوں کو باجماعت تراویح پڑھاتے تھے عورتوں کی تراویح کے لیے جن صاحب کو امام مقرر فرمایا تھا ان کا نام سلیمان بن ابی حثمہ تھا۔ لیکن حضرت عثمانؓ نے مردوں اور عورتوں کی مشترک جماعت قائم کی اور حضرت سلیمان بن ابی حثمہ کو دونوں کا امام مقرر فرمایا۔

حضرت عمرؓ کی بابت یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ جب آپ کو جماعت میں ذکور و اناث کے خلط ملط ہونے کا اندیشہ ہوا تو آپ نے مسجد میں عورتوں کے لئے ایک دروازہ مختص فرما دیا اور مردوں کو اس دروازے سے آنے جانے کی ممانعت فرما دی۔

حضرت عائشہؓ کا ایک غلام خوانده مسمیٰ ذکوان تھا وہ امام ہوا

کرتا تھا سامنے قرآن رکھ کر پڑھتا تھا اور حضرت عائشہ رض مقتدی ہوتی تھیں یہ خاص اہتمام رمضان میں تراویح کا کیا کرتی تھیں۔

حضرت سعد بن وقاص رض نے وفات پائی تو ام المومنین حضرت عائشہ رض نے چاہا کہ مسجد میں ان کا جنازہ آئے تاکہ خود حضرت عائشہ رض بھی نماز جنازہ پڑھیں لوگوں نے اعتراض کیا تو فرمایا "لوگ کس قدر جلد بات بھول جاتے ہیں آنحضرت ص نے سہیل بن بیضا کے جنازے کی نماز مسجد ہی میں پڑھی تھی"

حضرت عائشہ رض کے جنازہ میں (۵۸ ہجری) اتنا ہجوم تھا کہ لوگوں کا بیان ہے کہ اتنا مجمع کبھی نہیں دیکھا گیا بعض روایتوں میں ہے کہ عورتوں کا اژدحام دیکھکر روز عید کے ہجوم کا دھوکا ہوتا تھا۔

حضرت عباس رض کا انتقال ہوا تو بنو ہاشم نے الگ اور حضرت عثمان رض نے الگ انصار کی تمام آبادیوں میں اس کا اعلان کروایا مرد اور عورتیں اس کثرت سے جمع ہوئیں کہ کوئی شخص تابوت کے پاس نہیں پہنچ سکتا تھا۔

حضرت ہند بن ابی ہالہ حضرت خدیجہ رض کے بیٹے تھے صرف اتنے تعلق سے کہ رسول اللہ ص نے ان کی پرورش فرمائی تھی جب ان کے بیٹے کا بہ مرض طاعون بصرہ میں انتقال ہوا تو ایک عورت نے پکارا "واہندہ بن ہندہ وابن ربیب رسول اللہ" یہ سن کر لوگوں نے اپنے مردوں کی تجہیز و تکفین چھوڑ دی اور ان کے جنازے میں شریک ہو گئے۔

ابو زرعہ سے روایت ہے کہ خلیفہ متوکل کے حکم سے اس رقبہ

آراضی کی پیمائش کی گئی جس پر مجتمع ہو کر امام احمدؒ بن حنبل رحؒ کی نماز جنازہ پڑھی گئی تھی اور پھر اُس رقبہ سے تعداد نفوس کا اندازہ کیا گیا تو آٹھ لاکھ ساٹھ ہزار کی تعداد نکلی اس میں ساٹھ ہزار عورتیں تھیں آپ کی وفات ۲۴۱ھ ہجری میں بمقام بغداد شریف ہوئی تھی۔

امام احمدؒ ابن اسمٰعیل کورانی رحؒ سلطان مراد خاں والئی روم کے عہد میں تھے آپ کی وفات بمقام قسطنطنیہ ۸۹۳ھ ہجری میں ہوئی سلطان بایزید خاں نے امام موصوف کی وفات کے بعد پہلے ایک لاکھ اسی ہزار قرضہ آپ کا ادا کیا پھر نماز جنازہ کے لیے خود آیا اس نماز میں بھی کثرت سے زن و مرد شریک تھے۔

حضرت سیدہ فاطمہ زہراؓ کی وفات ۳ رمضان ۱۱ھ ہجری کو ہوئی اسماء بنت عمیس زوجہ ابوبکرؓ اور علی مرتضیٰؓ نے ان کو غسل دیا حضرت عباسؓ یا حضرت علیؓ نے نماز جنازہ پڑھائی یہ بھی روایت ہے کہ غسل میں سلمیٰ خادم رسولؐ و صفیہ بنت عبد المطلب بھی شامل تھیں۔

حج ۲۳ھ ہجری میں جب حضرت عمرؓ امیر الحجاج کی حیثیت سے تشریف لے گئے تو ازواج مطہراتؓ کو بھی نہایت احترام کے ساتھ ہمراہ لے گئے حضرت عثمانؓ اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کو سواریوں کے ساتھ کر دیا تھا یہ لوگ آگے پیچھے چلتے تھے اور کسی کو سواریوں کے قریب نہیں آنے دیتے تھے ازواج مطہرات منزل پر اترتی تھیں تو خود حضرت عمرؓ کے ساتھ قیام کرتی تھیں حضرت عثمانؓ اور حضرت

عبد الرحمن بن عوف رضؓ کسی کو قیام گاہ کے قریب آنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔

حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ حضرت عمر رضؓ نے آخر حج امہات المومنین کے ساتھ کیا تھا۔

حضرت عائشہ رضؓ کا معمول تھا کہ ہر سال حج کو تشریف لے جاتی تھیں کوہ حرا اور مروکے درمیان آپ کا خیمہ نصب ہوتا تھا دور دراز ممالک کے لوگ گروہ در گروہ آکر آپ کے حلقہ درس میں شریک ہوتے اور مسائل پیش کرتے تھے بعض مسائل دریافت کرتے لوگ جھجکا کرتے تھے تو آپ ان کی تسکین فرماتی تھیں ایک صاحب پوچھتے ہوئے شرمائے تو آپ نے فرمایا "جو تم اپنی ماں سے پوچھ سکتے تھے مجھ سے بھی پوچھ سکتے ہو" یہ ہی واقعہ ایک دفعہ ابو موسیٰ اشعری رضؓ کے ساتھ پیش آیا ان کو بھی یہ ہی جواب دیا "میں تمہاری ماں ہوں"

مصر سے جو تحائف مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کو سالانہ مواقع حج پر روانہ ہوا کرتے تھے ان کے جلو میں سوار بھی ہوتے تھے اور خلق کا ہجوم ہوتا تھا دونوں جانب گھنے درختوں سے پُر پہاڑیوں پر عورتوں کی بھیڑ ہوتی تھی۔

عہد فاروقی

ابن سعد نے اخلف بن قیس کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ایک روز ہم حضرت عمر رضؓ کے دروازہ پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک عورت گذری لوگوں نے کہا یہ امیر المومنین کی لونڈی

ہے آپ نے فرمایا باندی نہیں ہے نہ امیر المومنین کے لئے خدا کے مال میں سے باندی رکھنی حلال ہے۔

ایک موقع پر حضرت کعب ابن سورؓ حضرت عمرؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک عورت آئی اور کہا کہ میرے شوہر سے زیادہ افضل کون ہو سکتا ہے رات بھر نماز پڑھتا ہے اور دن کو روزے رکھتا ہے حضرت عمرؓ نے بھی اس کی تعریف کی وہ شرما کر چلی گئی لیکن حضرت کعبؓ نے کہا" امیر المومنین آپ نے عورت کا انصاف اس کے شوہر سے نہیں دلوایا وہ شکایت کر گئی ہے کہ میرا شوہر مجھ سے راہ و رسم نہیں رکھتا" آپ نے فرمایا اب میں سمجھ گیا ان میں انصاف کرنا چاہیئے کعبؓ نے کہا" امیر المومنین اللہ تعالیٰ نے مرد کے لئے چار عورتیں تک حلال رکھی ہیں اس حساب سے چوتھا دن اور چوتھی رات عورت کے لئے مخصوص ہونی چاہیئے حضرت عمرؓ نے کعبؓ کا فیصلہ بحال رکھا اور ان کو اسی وقت بصرہ کا قاضی مقرر کر کے بھیج دیا۔

حضرت عمرؓ گھروں پر جا کر وظائف خود تقسیم کر آتے تھے ہشام کعبی کا بیان ہے کہ وہ ہاتھ میں رجسٹر لے لیتے تھے اور حضرت عمرؓ قبیلہ خزاعہ میں جا کر ہر باکرہ و ثیبہ عورت کو اس کا وظیفہ خود اس کے ہاتھ میں دیدیتے تھے حضرت عثمانؓ نے بھی اس سنت کو قائم رکھا تھا۔

ابن جریج سے روایت ہے کہ ایک رات حضرت عمرؓ گشت شب میں تھے ایک عورت کی آواز سنی جو چند اشعار پڑھ رہی تھی آپ نے

فرمایا تجھے کیا ہو گیا اس نے کہا میرا شوہر عرصہ سے جنگ پر گیا ہوا ہے
اس کے اشتیاق میں اشعار پڑھ رہی ہوں آپ نے فرمایا تو نے برے
کام کا تو ارادہ نہیں کیا اُس نے کہا معاذ اللہ آپ نے صبح ہی سے قاصد
بُلانے کو روانہ کر دیا اور اپنی صاحبزادی حفصہؓ کے پاس تشریف لائے
اور فرمایا کہ عورت کو اپنے شوہر کی کتنے دنوں تک ضرورت نہیں ہوتی
حضرت حفصہؓ نے شرم سے سر نیچے کر لیا آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ حق
بات میں شرم نہیں فرماتا حضرت حفصہؓ نے اشارہ سے بتایا کہ تین یا زیادہ
سے زیادہ چار ماہ آپ نے حکم دیا کہ چار ماہ سے زیادہ میدان جنگ
میں کوئی نہ روکا جائے۔

حضرت جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ سے اپنی
بیویوں کے طعنہ تشنز کی شکایت کی آپ نے فرمایا تم کیا شکایت کرتے
ہو میں خود اس میں مبتلا ہوں حتیٰ کہ ضرورت سے باہر جاتا ہوں تو یہی
مجھ سے کہا جاتا ہے کہ تم فلاں قبیلہ کی عورتوں کی دیدہ بازی کے لئے
جاتے ہو عبداللہ ابن مسعودؓ بھی بیٹھے تھے آپ نے کہا امیرالمومنین
حضرت ابراہیمؑ نے اپنے رب کے یہاں حضرت سارہؑ کی بد خلقی کی
شکایت کی تو جواب ملا تھا کہ عورتیں بائیں پسلی سے پیدا کی گئی ہیں
حتی الامکان ان کو نبھانا چاہیے تاوقتیکہ دین میں خرابی نہ دیکھی جائے

حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ میں بازار کا انتظام ایک عورت کے
سپرد کیا تھا۔

ایک مرتبہ حضرت عمر رضؓ نے شفاء بنت عبداللہ العدویہ کو بلا بھیجا وہ آئیں تو دیکھا کہ عاتکہ بنت اسید پہلے سے موجود ہیں کچھ دیر کے بعد حضرت عمر رضؓ نے دونوں کو ایک ایک چادر دی لیکن شفاء کی چادر کم درجہ کی تھی اس لئے انہوں نے کہا کہ میں عاتکہ سے زیادہ قدیم الاسلام اور آپ کی چچا زاد بہن ہوں آپ نے مجھے اسی غرض کے لئے بلایا تھا اور عاتکہ تو یونہی آ گئی تھیں حضرت عمر رضؓ نے فرمایا یہ چادر تمہارے ہی دینے کے لئے رکھی تھی لیکن جب عاتکہ آ گئیں تو مجھے رسول اللہؐ کی قرابت کا لحاظ کرنا پڑا۔

ایک مرتبہ حضرت عمر رضؓ نے مدینہ کی عورتوں میں چادریں تقسیم فرمائیں ایک عمدہ چادر رہ گئی تو کسی نے کہا کہ اپنی بی بی ام کلثومؓ کو دیدیجئے ام سلیطؓ کی نسبت آپ نے فرمایا کہ وہ اس کی زیادہ مستحق ہیں کیونکہ غزوہ احد میں وہ مشک بھر بھر کے لاتی تھیں اور ہم سب کو پلاتی تھیں۔

ایک دفعہ مدینہ منورہ میں ایک قافلہ آیا اور شہر کے باہر اترا اس مرتبہ حضرت عمر رضؓ اکیلے اس کی خبرگیری و نگہبانی کے لئے تشریف لے گئے پہرہ دے رہے تھے کہ ایک طرف سے رونے کی آواز آئی عمر رضؓ اس طرف متوجہ ہوگئے تو دیکھا کہ ایک بچہ شیر خوار ایک عورت کی گود میں رو رہا ہے آپ نے اس کو بہلانے اور چپ کرانے کی تاکید کی تھوڑی دیر کے بعد پھر رونے کی آواز آئی آپ نے پھر اس کو تاکید کی کہ کچھ عرصہ کے بعد پھر رونے کی آواز سن کر اس کے پاس گئے اور غصہ سے کہا کہ "تو بڑی بے رحم ماں ہے اس کو کیوں چپ نہیں کراتی" عورت نے کہا تم مجھے کیوں بار بار دق کرتے ہو اصل واقعہ

یہ ہے کہ بچہ بھوکا ہے اور میں اس کا دودھ چھڑانا چاہتی ہوں کیونکہ جب تک بچے دودھ نہیں چھوڑتے عمرؓ ان کا وظیفہ مقرر نہیں کرتا ہے عمر فاروقؓ یہ سن کر اٹھے اور صبح ہوتے ہی یہ حکم دیا کہ پیدا ہونے کے ساتھ ہی بچوں کا وظیفہ مقرر کر دیا جائے۔

حضرت عمرؓ کے غلام اسلم کا بیان ہے کہ ایک روز عمر فاروقؓ رات کے وقت مدینہ سے حرہ کی طرف گشت کرنے کو نکلے مقام صرار میں پہونچ کر دیکھا کہ آگ روشن ہے مجھے فرمایا آؤ جس طرف آگ روشن ہے اُس طرف چلیں جب ہم لوگ قریب گئے تو دیکھا کہ ایک عورت آگ پر ہانڈی چڑھائے بیٹھی ہے اور اس کے پاس دو تین بچے رو رہے ہیں عمر فاروقؓ نے کہا السَّلامُ علیکَ یا اصحابَ الضَّوءِ عورت نے جواب دیا وعلیک السَّلام پھر عمر فاروقؓ نے قریب جانے کی اجازت طلب کی اس نے اجازت دی آپ قریب جا کر بیٹھ گئے حال دریافت کیا عورت نے کہا اندھیری رات ہے اور سردی زور کی پڑ رہی ہے یہ لڑکے بھوک سے رو رہے ہیں میں نے اُن کی تسلی کو خالی ہانڈی آگ پر چڑھا دی ہے روتے روتے یہ سو جائیں گے تب کچھ انتظام کروں گی عمر فاروقؓ نے کہا کیا عمرؓ تمہاری خبر گیری نہیں کرتا عورت نے کہا وہ ہمارا امیر تو ہو گیا ہے لیکن ہم سے غافل ہے عمر فاروقؓ یہ سُن کر اٹھے اور مدینہ میں پہونچ کر بیت المال کو کھول کر آٹا گوشت کھجوریں وغیرہ نکالا اور اسلمؓ سے کہا میری پیٹھ پر رکھدے اسلم نے مکرر سہ کر کہا لائیے میں پہونچا آؤں فرمایا ہاں قیامت کے دن تو میرا بار نہ اٹھا سکے

غرض سب چیزیں آپ لاد کر لائے اور عورت کے سامنے رکھدیں تا آنکہ کھانا تیار ہوا لڑکوں نے آسودہ ہو کر کھایا اور کھیلنے کودنے لگے عورت نے کہا اللہ تمھیں جزائے خیر دے تم امیر المومنین ہونے کے سزاوار ہو نہ کہ عمرؓ

حضرت عمرؓ کو غریب عورتوں کے چولھوں میں آگ جلانے اور کھانا پکانے میں بھی دریغ نہیں ہوتا تھا۔

حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ وحضرت عائشہؓ

حضرت علیؓ حضرت عثمانؓ کی زوجہ محترمہ کے پاس آئے اور پوچھا کہ حضرت عثمانؓ کو کس نے قتل کیا انھوں نے کہا دو آدمی اندر داخل ہوئے تھے جنھیں میں نہیں پہچانتی ان کے ساتھ محمد بن ابو بکرؓ بھی تھے حضرت علیؓ نے محمد ابن ابو بکرؓ کو بلا کر دریافت کیا تو انھوں نے کہا واقعی یہ سچ کہتی ہیں میں اندر گھسا تھا مگر جب انھوں نے میرے باپ کا ذکر کیا تو میں فوراً پیچھے ہٹ گیا اور میں بارگاہ الٰہی میں توبہ کرتا ہوں واللہ میں نے ان کو قتل نہیں کیا حضرت عثمانؓ کی حرم محترم نے فرمایا کہ یہ سچ کہتا ہے لیکن اُن دونوں کو اسی نے داخل کیا۔

ابن سعدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے دوسرے روز حضرات طلحہؓ و زبیرؓ حضرت عائشہؓ کو ہمراہ لے کر مکہ شریف ہوتے ہوئے بصرہ پہونچے اور وہاں پہونچ کر حضرت عثمانؓ کے خون کا مطالبہ کیا۔

ام المومنین حضرت عائشہؓ بعد ادائے مناسک حج مدینہ کو واپس آرہی تھیں راستہ میں مقام صرف پر عبید بن ابی سلمہ سے ملاقات ہو گئی

دریافت کیا مدینہ کا کیا حال ہے جواب دیا عثمانؓ شہید ہو گئے لوگوں نے حضرت علیؓ کی خلافت کی بیعت کر لی۔

امہات المومنین جو حضرت عائشہؓ کے ہمراہ مکہ سے مدینہ کی طرف روانہ ہونے والی تھیں بصرہ کا قصہ سن کر ٹھہر گئیں ام المومنین حفصہؓ نے ہمراہی کا قصد کیا لیکن اپنے بھائی عبداللہ بن عمرؓ کے کہنے سے رُک گئیں

حضرت علیؓ نے عبداللہ بن عمرؓ سے ارشاد کیا کہ تم مجھے اس کا ضامن دو کہ تم مدینہ سے میرے خلاف خروج نہ کرو گے ابن عمرؓ یہ کہہ کر کہ واللہ ایسا نہ ہوگا لوٹ آئے اس کے بعد ام کلثومؓ بنت حضرت علیؓ و زوجہ عمر فاروقؓ نے آکر اہل مدینہ کی خبریں جو کچھ سُنی تھیں بیان کیں دوسرے دن یہ خبر ہوئی کہ ابن عمرؓ شام کو روانہ ہو گئے علی بن ابی طالبؓ نے یہ سنتے ہی ناکہ بندی کر لی ام کلثوم نے کہا "اے پدر بزرگوار ابن عمرؓ مکہ کو ادائے عمرہ کے لئے جاتے ہیں نہ کہ آپ کی مخالفت کو وہ آپ کے مطیع ہیں حضرت علیؓ کو یقین ہو گیا اور اپنے خیال سے باز آئے۔

حضرت عثمانؓ کے واقعہ کے متعلق روانگی فوج کی سمت معین کرنے کے لئے حضرت عائشہؓ کی قیام گاہ پر مشاورت ہوئی مختصر مباحثہ کے بعد بصرہ کی جانب پیش قدمی مناسب منظور ہوئی حضرت عائشہؓ قافلہ کے ساتھ بصرہ کی طرف روانہ ہوئیں امہات المومنین اور عام مسلمانوں نے دور تک مشایعت کی۔

حضرت عائشہؓ نے بصرہ کے قریب پہونچ کر چند اشخاص کو بنابر اطلاع

بصرہ کو روانہ کیا شہر کے معززین کو خطوط لکھے بعض معززین کے گھر گئیں قبیلہ کا ایک سردار آمادہ نہ تھا اس کو خود جاکر سمجھایا حضرت علیؓ کی طرف سے عثمان بن حنیف والی بصرہ نے عمرانؓ اور ابوالاسود کو حضرت عائشہؓ کے پاس بھیجا اور سبب آمد کا دریافت کرایا حضرت عائشہؓ نے جواب میں یہ تقریر کی :۔

"خدا کی قسم میرے رتبے کے اشخاص کسی بات کو چھپا کر گھر سے نہیں نکل سکتے اور نہ کوئی ماں اصل حقیقت اپنے بیٹوں سے چھپا سکتی ہے (یہ واقعہ ۳۶ھ ہجری کا ہے اس وقت حضرت عائشہؓ کی عمر ۴۴ سال کی تھی) واقعہ یہ ہے کہ آوارہ گردوں نے مدینہ منورہ پر جو حرم محترم تھا حملہ کیا وہاں فتنے برپا کئے اور فتنہ پردازوں کو پناہ دے رکھی ہے اس بنا پر وہ خدا اور رسولؐ کی لعنت کے مستحق ہیں علاوہ بریں انھوں نے بیگناہ خلیفۂ اسلام کو قتل کیا معصوم خون کو حلال جان کر بہایا جس کا مال لینا ان کو جائز نہ تھا وہ لوٹا حرم محترم نبوی کی بے حرمتی کی ماہ مقدس کی توہین کی لوگوں کی آبرو ریزی کی مسلمانوں کی بیگناہ مار پیٹ کی ان لوگوں کے گھروں میں اتر پڑے جو ان کے رکھنے کے روادار نہ تھے نقصان وہ رہے نفع رساں نہیں نیک دل مسلمانوں کو نہ اُن سے بچنے کی طاقت ہے نہ اُن سے محفوظ ہیں میں مسلمانوں کو لے کر اس لئے نکلی ہوں کہ لوگوں کو بتاؤں کہ عام مسلمان جن کو میں پیچھے چھوڑ آئی ہوں اُن سے کیا نقصان پہونچ رہا ہے اور یہ کن کن جرائم کے مرتکب ہیں ہم اصلاح کی دعوت لے کر کھڑے ہوئے ہیں جس کا خدا اور رسول نے ہر بڑے چھوٹے اور زن و مرد کو حکم دیا ہے یہ ہے ہمارا مقصد جس کی نیکی پر ہم تمہیں

آمادہ کر رہے ہیں اور جس کی بُرائی سے تمہیں روکنا چاہتے ہیں"

دوسرے موقعہ پر حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ نے تقریریں کیں جن سے مخالفت اور موافقت کا شور ہو گیا یہ دیکھکر حضرت عائشہؓ نے پر جلال اور بلند آواز میں حمد و نعت کے بعد یہ تقریر کی :-

"لوگ عثمانؓ پر اعتراض کیا کرتے تھے اُن کے عہدہ داروں کی برائیاں بیان کرتے تھے مدینہ آکر ہم سے صلاح و مشورہ پوچھتے تھے ہم ان کو صلاح و آشتی کی جو رائے دیتے تھے وہ اس کو سمجھتے تھے عثمانؓ کی نسبت ان کو جو شکایتیں تھیں اُن پر جب غور کرتے تھے تو ہم عثمانؓ کو بیگناہ پرہیزگار راست گفتار اور ان شور و غل کرنے والوں کو گنہگار غدار اور دروغگو پاتے تھے ان کے دل میں کچھ تھا اور زبان پر کچھ ان کی تعداد جب بڑھ گئی تو بے قصور اور بلا سبب عثمانؓ کے گھر میں گھس گئے، اور جس کا خون بہانا جائز نہ تھا اس کو بہایا جس مال کا لینا درست نہ تھا اس کو لوٹا جس سرزمین کا احترام ان پر فرض تھا اُس کی بے حُرمتی کی ہاں ہوشیار! وہ کام جواب کرنا ہے اور جس کے خلاف کرنا ناسزاوار ہے وہ عثمانؓ کے قاتلوں کی گرفتاری اور کلام الہٰی کے احکام کا مضبوطی سے اجرا ہے۔ خدا نے فرمایا ہے "کیا ان کو نہیں دیکھتے جن کو کتاب الہٰی کا ایک حصہ دیا گیا کہ کتاب الہٰی کی طرف ان کو دعوت دی جاتی ہے کہ وہ فیصلہ کرے پھر یہ حال ہے کہ ایک فرقہ معترضانہ اس سے منحرف ہوتا ہے"

یہ سن کر لوگوں پر ایسا سناٹا چھا گیا گویا مُنہ میں زبان ہی نہ تھی حضرت عائشہؓ

نے تقریر اس طرح جاری رکھی:

"تم پر میرا مادری حق ہے اور مجھے فضیلت کی عزت حاصل ہے سوا
اُس کے جو اپنے رب کا فرمانبردار بندہ نہیں ہے مجھکو کوئی الزام نہیں دے
سکتا آنحضرتؐ نے میرے سینے پر سر رکھے ہوئے وفات پائی میں آپ کی
چہیتی بیویوں میں سے ہوں خدا نے مجھکو دوسروں سے ہر طرح محفوظ
رکھا اور میری ذات سے مومن و منافق میں تمیز ہوئی (واقعہ افک) اور
میرے ہی سبب سے تم پر خدا نے تیمم کا حکم نازل فرمایا پھر میرا باپ دنیا میں
تیسرا مسلمان ہے اور غار حرا میں دو کا دوسرا تھا اور پہلا شخص تھا
جو صدیق کے لقب سے مخاطب ہوا آنحضرت نے وفات پائی تو اُس
سے خوش ہو کر اور اُس کو خلافت کا طوق پہنا کر اس کے بعد جب مذہب
اسلام کی رسی ہلنے ڈھلنے لگی تو میرا ہی باپ تھا جس نے اُس کے دونوں
سرے تھام لئے جس نے نفاق کی باگ روک دی جس نے ارتداد کا
سرچشمہ خشک کر دیا جس نے یہودیوں کی آتش افروزی سرد کر دی تم لوگ
اُس وقت آنکھیں بند کئے غدر اور فتنہ کے منتظر تھے اور شور و غوغا
پر گوش بر آواز تھے اُس نے شگاف کو برابر کیا بیکار کو درست کیا گرتوں
کو سنبھالا دلوں کی مدفون بیماریوں کو دور کیا جو پانی سے سیراب ہو چکے
تھے انھیں دوبارہ تھان تک پہنچا دیا جو پیاسے تھے ان کو گھاٹ پہ
لے آیا اور جو ایک بار پانی پی چکے تھے انھیں دوبارہ پلایا جب وہ نفاق
کا سر کچل چکا اور اہل شرک کے لئے آتش جنگ مشتعل کر چکا اور تمہارے

سامان کی گٹھری کو ڈوری سے باندھ چکا تو خدا نے اُسے اٹھا لیا اپنے بعد ایک ایسے شخص کو اپنا جانشین بنا گیا جس کی طرف اگر جھکے تو محافظ بن جاتا گمراہی سے اس قدر بدور جیسی دور مدینہ کی دونوں پہاڑیاں دشمنوں کی گوشمالی اور جاہلوں سے درگذر کرتا اسلام کی نصرت میں راتوں کو جاگا کرتا اپنے پیش رو کے قدم بہ قدم چلا فتنہ و فساد کا شیرازہ درہم برہم کر دیا قرآن میں جو کچھ تھا اس کی ایک ایک چول بٹھا دی۔ ہاں! میں ہدف سوال بن گئی ہوں کہ کیوں فوج لیکر نکلی میرا مقصد اس سے گناہ کی تلاش اور فتنہ کی جستجو نہیں ہے جس کو میں پامال کرنا چاہتی ہوں جو کچھ کہہ رہی ہوں سچائی اور انصاف کے ساتھ اتمام حجت اور تنبیہ کے لئے خدائے پاک سے دعا ہے کہ وہ اپنے پیغمبر محمدؐ پر درود نازل کرے اور اس کا جانشین پیغمبروں کی جانشینی کے ساتھ تم پر مقرر کردے"

مذکورہ بالا تقریر نمونہ ہے خواتین کے کلام اور فطری جوہر طبیعت کا اوائل زمانہ اسلام میں بھی نہایت پُر مغز اور مشہور خطیب گذری ہیں احمدؒ بن ابی طاہر (المتوفی ۲۸۰ھ ہجری) نے بلاغت النساء کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جس میں مخصوص خواتین کے خطبے اور تقریریں قلمبند کی ہیں اسی میں حضرت عائشہؓ کی تقریریں بھی مذکور ہیں۔

اسلام سے قبل شاعری عورتوں میں بھی داخل تھی اور اسلام کے بعد بھی صدیوں تک سینکڑوں عورتیں شعر و سخن میں وہ کمال رکھتی تھیں کہ اب تک ان کا کلام عرب کی شاعری کا طرۂ فخر و امتیاز ہے اسی طرح علم و

ادب فقہ فلسفہ و منطق وغیرہ میں نہایت باکمال اور صرف و نحو میں کامل گذری ہیں جن کی تعداد ہزاروں تک پہونچتی ہے ان میں بہت سی ایسی تھیں جو درس و تدریس میں ماہر تھیں اور اُن سے لوگ علم حاصل کرتے تھے دور دراز سے لوگ ان معلمہ خواتین کی خدمت میں حاضر ہوتے اور علمی فوائد حاصل کرتے۔

خود حضرت عائشہؓ کے حجرے میں اکثر عورتیں اور اکثر مرد مجلس میں بیٹھتے تھے اور لوگ حجرے کے سامنے مسجد نبوی میں بیٹھے تھے اور سوالات کا جواب حاصل کرتے تھے۔

حدیث میں حضرت عائشہؓ کی مرویات کی ایک خاص حیثیت ہے یعنی ان سے اکثر وہ حدیثیں مروی ہیں جو عقائد یا فقہ کے اہم مسائل ہیں۔

حضرت علیؓ کے عہد خلافت میں بیت المال کے خزانچی ابو رافعؓ (آنحضرتؐ کے خادم) تھے اُن کی صاحبزادی کو حضرت علیؓ نے دیکھا کہ ایک موتی پہنے ہیں جو بیت المال کا تھا پوچھا کہاں سے آیا یقینا اس لڑکی کا ہاتھ کاٹوں گا ابو رافعؓ نے عرض کی امیر المومنین بخدا میں نے خود یہ موتی اس کو دیا ہے ورنہ یہ کہاں سے لاسکتی تھی۔

عمرۃ بنت عبد الرحمٰن ایک خاتون تھیں ان کو حضرت عائشہؓ نے اپنے آغوش تربیت میں پالا تھا وہ بڑی محدثہ اور عالم تھیں تمام علماء کا اتفاق ہے کہ حضرت عائشہؓ کی مرویات کا ان سے بڑھ کر کوئی

عالم نہ تھا۔

ایک بار حضرت عائشہؓ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے ناراض ہوگئیں اور عہد کرلیا کہ اب ان سے بات چیت نہ کریں گی لیکن جب عبداللہ بن زبیرؓ نے معافی مانگی اور دوسرے صحابہ نے بھی سفارش کی تو رو کر فرمایا "انی نذرت والنذر شدید" (میں نے نذر مان لی ہے اور نذر کا معاملہ نہایت سخت ہے) بالآخر اصرار و سفارش سے معاف کردیا اور کفارہ قسم میں چالیس غلام آزاد کیے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ کا مقام حبش میں انتقال ہوا اور لاش مکہ میں دفن ہوئی تو حضرت عائشہؓ ان کی قبر تک آئیں اور ایک مشہور مرثیہ کے اشعار پڑھے

حضرت عائشہ بنت طلحہؓ نے حضرت عائشہؓ کے دامن تربیت میں پرورش پائی تھی ان کا بیان ہے کہ لوگ دور دور سے ان کے پاس حاضر ہوتے تھے اور بوڑھے بوڑھے لوگ بھی آتے تھے جوان لوگ بھائی چارہ کرتے تھے اور اطراف ملک سے ہدیئے اور خطوط بھیجا کرتے تھے۔

ترمذی میں ہے کہ صحابہ کے سامنے جب کوئی مشکل سوال پیش آجاتا تو اس کو حضرت عائشہؓ ہی حل کرتی تھیں ان کے شاگردوں کا بیان ہے کہ ہم نے ان سے زیادہ خوش تقریر نہیں دیکھا تفسیر حدیث اسرار شریعت خطابت اور ادب و انساب میں ان کو کمال تھا اور شعرا کے بڑے بڑے قصیدے زبانی یاد تھے۔

موسم حج میں حضرت عائشہ رضؓ کا خیمہ لاکھوں مسلمانوں کا مرکز بن جاتا عورتیں چاروں طرف سے گھیر لیتیں اور وہ امام کی صورت میں آگے آگے اور تمام عورتیں اُن کے پیچھے پیچھے چلتیں۔

ایک مرتبہ موسم حج میں مقام منا پر خیمہ زن تھیں لوگ ملاقات کو آرہے تھے چند نوجوان ہنستے ہوئے آئے حضرت عائشہ رضؓ نے ہنسنے کی وجہ دریافت کی عرض کیا ایک صاحب خیمہ کی رسی میں الجھ کر ایسے گرے کہ آنکھیں اور گردن بچ ہی گئی ہم لوگوں کو یہ دیکھکر ہنسی آگئی حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا ہنسنا نہیں چاہیئے کسی مسلمان کے کانٹا چبھ جائے یا اس سے بھی معمولی تکلیف پہونچے تو خدا اس کا درجہ بڑھاتا ہے اور اس کا گنا معاف کرتا ہے۔

ایک بار امیر معاویہ رضؓ مدینہ منورہ آئے تو حضرت عائشہ رضؓ سے ملنے گئے حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا "تم اس طرح بے خطر تنہا میرے گھر آگئے ممکن تھا کہ میں کسی کو چھپا کر کھڑا کر دیتی کہ جیسے ہی تم آتے وہ تمہارا سر اڑا دیتا" امیر معاویہ رضؓ نے کہا "یہ دار الامان ہے یہاں آپ ایسا نہیں کر سکتی تھیں۔"

مرض الموت میں حضرت ابن عباس رضؓ نے آکر صحیح معنوں میں حضرت عائشہ رضؓ کی تعریف کی سن کر فرمایا "کاش میں پیدا نہ ہوئی ہوتی"

حضرت عائشہ رضؓ نہایت دلیر اور شجاع تھیں رات کو اکثر تنہا قبرستان چلی جاتی تھیں۔

امیر معاویہؓ شام میں کسی مقام پر ٹھہرے ہوئے تھے سامنے سے آپ کے جاہ و حشم کا سامان کنیزیں اور گاڑیاں گذریں تو آپ نے شرمسار ہو کر کہا "ہم تو دنیا میں لت پت ہو گئے"

ام المومنین حضرت عائشہؓ کا مرتبہ نہایت بلند مانا گیا ہے آپ فرماتی تھیں کہ بطور واقعہ کہتی ہوں نہ بطور فخر کہ خدا نے مجھ کو کئی شرف و امتیاز عنایت فرمائے خواب میں آنحضرتؐ کے سامنے فرشتے نے میری صورت پیش کی جب میں سات برس کی تھی تو آپؐ نے مجھ سے نکاح کیا جب میرا سن نو برس کا ہوا تو رخصتی ہوئی میرے سوا کوئی اور کنواری بیوی آپؐ کی خدمت میں نہ تھی آپ جب میرے بستر پر ہوتے تب ہی وحی آتی میں آپؐ کی محبوب ترین بیوی تھی میری شان میں قرآن میں آیتیں اتریں میں نے جبرئیلؑ کو آنکھوں سے دیکھا آپؐ نے میری ہی آغوش میں سر رکھے ہوئے وفات پائی۔

ایک مرتبہ حضرت منکدر بن عبد اللہؓ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے دریافت فرمایا کہ "تمہارے کوئی لڑکا ہے" انھوں نے کہا نہیں فرمایا اگر میرے پاس دس ہزار درہم ہوتے تو میں تم کو دے دیتی حسن اتفاق سے شام ہی کو امیر معاویہؓ نے ان کے پاس روپیہ بھیجے بولیں کس قدر جلد میری آزمائش ہوئی فوراً آدمی بھیج کر ان کو بلوایا اور دس ہزار درہم دیدیئے۔

ایک بار شام کی عورتیں حضرت عائشہؓ کی خدمت میں آئیں وہاں

حمام میں جاکر عورتیں برہنہ غسل کرتی تھیں حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا "تم ہی وہ عورتیں ہو جو حماموں میں جاتی ہیں آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ جو عورت اپنے گھر سے باہر کپڑے اتارتی ہے وہ اپنے میں اور خدا میں پردہ دری کرتی ہے"

رسولؐ اللہ کی ازواج مطہرات اور خصوصاً حضرت عائشہ رضؓ نہ صرف عورتوں کی بلکہ مردوں کی معلمہ تھیں اور بڑے بڑے صحابہ و تابعین اُن سے حدیث تفسیر اور فقہ کی تعلیم حاصل کرتے تھے

صحابیات و دیگر خواتین

رسولؐ اللہ نے شوہر کے سوا اور اعزا کے ماتم کے لئے صرف تین دن مقرر فرمائے تھے صحابیات نے اس کی سخت پابندی کی جب زینب بنت جحش رضؓ کے بھائی کا انتقال ہوا تو چوتھے دن عورتیں ملنے آئیں انھوں نے ان سب کے سامنے خوشبو لگائی اور کہا ضرورت نہ تھی لیکن میں نے آپ سے ممبر پر سنا ہے کہ کسی مسلمان عورت کو شوہر کے علاوہ تین دن سے زیادہ کسی کا ماتم کرنا جائز نہیں۔

حضرت ام حبیبہ رضؓ کے والد کا انتقال ہوا تو انھوں نے بھی تین روز کے بعد خوشبو لگائی اور کہا "مجھے اس کی ضرورت نہ تھی صرف تعمیل حکم منظور ہے"

حضرت ام الدرداؓ صحابیہ شام میں رہنے لگی تھیں چنانچہ ایک مرتبہ حضرت سلمان فارسیؓ پاپیادہ مداین سے ان سے ملنے کے

لے تشریف لے گئے۔

ال صُفّہ میں سے ایک صحابی بیمار ہوئے تو حضرت ام الدرداءؓ اونٹ پر سوار ہو کر آئیں اور اُن کی عیادت کی۔

ایک شخص کی بی بی بیمار تھیں وہ اُم الدرداءؓ کے پاس آئے انھوں نے حال پوچھا تو کہا "بیمار ہے" انھوں نے ان کو بٹھا کر کھانا کھلایا اور جب تک اُن کی بی بی بیمار رہیں حال پوچھتی رہیں اور کھانا کھلاتی رہیں۔

حضرت ابوذر غفاریؓ نے بادیہ نشینی اختیار کر لی تھی مرتے وقت بی بی نے رو کر کہا کہ میرے پاس تو آپ کے کفن کے لیے کپڑا بھی نہیں ہے بولے رو مت رسولؐ اللہ نے فرمایا ہے تم میں سے ایک آدمی جنگل میں مرے گا اور مسلمانوں کا ایک گروہ اس کے جنازے میں شریک ہوگا تم راہ دیکھو اور انتظار کرو حسن اتفاق سے ایک قافلہ آگیا اس نے اُن کی بی بی سے پوچھا کیا حال ہے بولیں ایک مسلمان مر رہا ہے اس کو کفناؤ اور ثواب لو۔

ایک صحابیہ نے مسجد قبا تک پاپیادہ جانے کی نذر مانی تھی ابھی نذر پوری نہ کرنے پائی تھیں کہ انتقال ہو گیا حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فتویٰ دیا کہ ان کی صاحبزادی نذر پوری کریں۔

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اپنے ایک دوست سے ملنے آئے وہ موجود نہ تھے ان کی بی بی سے پانی مانگا اس نے لونڈی کو

ہمسایہ کے گھر بھیجا کہ دو دو ھنگ لائے لونڈی نے دیر لگائی تو بی بی نے اس پر لعنت بھیجی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ گھر سے نکل آئے اتنے میں دوست آگئے اور کہا "آپ سے کیا حجاب تھا گھر ہی میں آگر بیٹھے ہوتے" بولے "سب کچھ کرلیا لیکن آپ کی بی بی نے لونڈی پر لعنت بھیجی اور رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ "اگر لعنت بے محل ہوتی ہے تو خود لعنت بھیجنے والی پر لوٹ آتی ہے۔ اس لئے مجھے خوف پیدا ہوا کہ شاید لونڈی معذور ہو اور وہ لعنت آپ کی بی بی پر لوٹ آئے اور میں اس کا سبب ہوں اس خیال سے گھر سے باہر نکل آیا۔

حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ ایک بوڑھی عورت سے پاؤں دبوایا کرتے تھے۔

سنہ ۷۳ ہجری میں ابن زبیرؓ بہادری کے ساتھ لڑتے لڑتے شہید ہوئے تھے آپ حرم میں قلعہ بند تھے خلیفہ عبدالملک نے حجاج بن یوسف ثقفی کو مقابلہ کے لئے بھیجا تھا حجاج نے مکہ کا محاصرہ کرکے سنگ باری شروع کردی تھی شہید ہونے کے بعد حجاج نے لاش سولی پر لٹکائی کئی دن کے بعد حضرت اسماءؓ کا ادھر سے گذر ہوا انھوں نے فرمایا "ابھی یہ شہسوار سواری سے نہیں اترا" عبدالملک کو خبر ہوئی تو اس نے حجاج کو لکھکر لاش واپس دلوائی۔

یحییٰ غسانی کہتے ہیں کہ عبدالملک بن مروان (خلیفہ بنی امیہ) حضرت ام الدرداءؓ صحابیہ کے پاس بیٹھا کرتا تھا ایک دن ام الدرداءؓ نے فرمایا کہ اے امیرالمومنین میں نے سنا ہے کہ تم اب عبادت گذار ہونے کے بعد شراب پینے لگے ہو انھوں نے کہا ہاں میں شراب پینے کے ساتھ خونخوار تھا

ہو گیا ہوں"

عبیدہ بن ابا ح الغسانی نے کہتے ہیں کہ جب عبد الملک بن مروان خلیفہ ہو گئے تو ام الدرداءؓ نے ان سے کہا کہ میں نے جب تجھے دیکھا تھا جب ہی سے سمجھتی تھی کہ تو بادشاہ ہو جائیگا انھوں نے پوچھا کیسے فرمایا کہ تجھ سے بہتر نہ میں نے کوئی بات کرنے والا دیکھا نہ بات سننے والا۔

ابو عمرو کہتے ہیں کہ خلیفہ عمر بن عبد العزیز کے پاس اسامہ بن زید کی صاحبزادی آئیں آپ نے تعظیماً ان کا استقبال کیا اور ان کو اپنے ساتھ بٹھلایا اور جو کچھ انھوں نے طلب کیا ان کو عطا کیا۔

صولی کہتے ہیں کہ ایک عورت مہدی خلیفہ بنی عباس کے پاس آئی اور کہا کہ اے رسول کے رشتہ دار میری حاجت بھی پوری کر اسے دس ہزار درہم دیجئے۔

ابن عتبہ کہتے ہیں کہ ایک روز خلیفہ مامون علماء کے ساتھ دربار عام میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک عورت نے آکر بیان کیا کہ میرے بھائی نے انتقال کیا اور چھ سو دینار چھوڑے مجھے صرف ایک دینار دیا جاتا ہے۔

۹۰ سنہ ہجری میں ولید اول کے زمانہ میں ترکوں سے مسلمانوں کی جنگ ہوئی اس میں ترک بڑی جانبازی سے لڑے اور اسلامی فوج کو پسپا کرکے لشکرگاہ تک پہونچا دیا یہ دیکھکر مسلمان عورتوں نے للکارا اور گھوڑوں کو مار مار کر میدان جنگ کی طرف واپس کیا پھر مسلمانوں نے سنبھل کر حملہ کیا اور ترکوں کو ڈھکیل کر دریا کے پار پہونچا دیا۔

ہشام کے زمانہ میں المنذر کی موت کے بعد اس کے بھائی ارطباش نے اپنے نابالغ بھتیجوں کی جاگیر پر قبضہ کر لیا المنذر کی لڑکی سارہ دونوں بھائیوں کو لے کر شام گئی اور ہشام سے چچا کے ظلم کی فریاد کی ہشام نے اسی وقت حکم لکھدیا کہ ان کی جاگیر ارطباش کے قبضہ سے نکال کر تینوں میں ان کی میراث کے مطابق تقسیم کر دی جائے ہشام سارہ کی شکل وصورت اور دانش سے بہت متاثر ہوا اور اس کی رضامندی سے اس کا عقد علیلی بن مزاحم کے ساتھ کر دیا اس رشتہ سے اس خاندان کا تعلق عرب شرفا سے قائم ہو گیا جس سے اس کو بڑا فائدہ پہنچا اور بعد کے تمام امراء وخلفاء اس کا لحاظ کرتے رہے عبدالرحمٰن الداخل خاص طور سے سارہ کی بڑی عزت کرتا تھا اس کے لئے ہر وقت دربار میں آنے کی عام اجازت تھی۔

۳۰۶ھ ہجری میں خلیفہ مقتدر کی غفلت اور لاپرواہی سے سلطنت کا نظم ونسق حرم شاہی کے ہاتھ میں آگیا حتی کہ مقتدر کی ماں ہر جمعہ کو اجلاس کرنے لگی اور قاضیوں و اعیان سلطنت کی حاضری میں فرامین جاری کرنے لگی اس کو اس خدمت کے عوض میں بیت المال سے تنخواہ ملتی تھی۔

خولہ بنت ازور اپنے بھائی حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کو رومیوں کی قید سے رہا کرنے کے لئے لڑی تھی۔

ترکی میں دوران خلافت صوبہ جات میں دیہاتی عورتوں کو علاوہ انتظام خانہ داری کے کھیتوں میں بھی کام کرنا پڑتا تھا۔

قسطنطنیہ میں بعض حمام ایسے بھی تھے جو ہر روز صبح سے شام کے سات

بجے تک مستورات کے استعمال میں رہتے تھے اور اس کے بعد مردوں کے کام میں لائے جاتے تھے مستورات سے بہت کم اُجرت لی جاتی تھی مردوں کے بہ نسبت عورتیں زیادہ تر حمام کو جاتی تھیں اور جب عورتیں حمام کو جاتی تھیں تو وہاں تمام دن قیام کرتی تھیں اور ایسے موقعوں پر بیچارے شوہروں کو شام کا کھانا اچھی طرح نہیں ملتا تھا قسطنطنیہ میں تقریباً پچھتر حمام عوام کیلئے تھے۔

خلیفہ مامون کی ماں ایک کنیز تھی جس کا نام مراجل تھا وہ ہرات کے شہر بادغیس میں پیدا ہوئی تھی علی بن عیسیٰ گورنر خراسان نے اس کو ہارون رشید کی خدمت میں بھیجا تھا۔

علی بن عیسیٰ سپہ سالار فوج روانگی کے وقت زبیدہ خاتون سے رخصت ہونے گیا زبیدہ نے چاندی کی ایک زنجیر منگوائی اور علی بن عیسیٰ کو دی کہ مامون گرفتار ہو تو اس میں باندھ کر لانا کہ امین اگرچہ میرا لخت جگر ہے تاہم مامون کا بھی مجھ پر حق ہے تم جانتے ہو کہ وہ کس کا بیٹا ہے اور کس کا بھائی ہے گرفتار ہو جائے تو پاس ادب ملحوظ رکھنا سخت کہے تو برداشت کرنا راہ میں رکاب تھام کر چلنا کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے پائے۔

مقریزی نے لکھا ہے کہ جب مامون نے مصر کا دورہ شروع کیا تو ہر گاؤں میں کم سے کم ایک رات دن ٹھہرتا تھا مقام طاء النمل میں پہونچا تو خلاف معمول وہاں قیام نہیں کیا اور آگے بڑھ گیا اس گاؤں کی مالک ایک عورت تھی یہ خبر سن کر وہ مامون کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی مجھکو کیوں محروم کیا گیا چنانچہ مامون اس کا مہمان ہوا اس نے اپنی حیثیت کے مطابق دعوت

کا سامان کیا اور رخصت کے وقت دس کتیلی اشرفیاں ایک ہی سن کے سکہ کی نذر میں پیش کیں ماموں حیرت زدہ رہ گیا۔

ایک دن ایک شکستہ حال عورت نے دربار میں آکر زبانی یہ حکایت کی کہ ایک ظالم نے میری جائداد چھین لی ہے ماموں نے کہا وہ کون ہے اور کہاں ہے اس نے اشارہ سے بتایا کہ آپ کے پہلو میں ماموں نے دیکھا تو خود اس کا بیٹا عباس تھا وزیر اعظم کو حکم دیا کہ شہزادے کو عورت کے برابر لے جاکر کھڑا کر دے دونوں کے اظہار سنے بالآخر فیصلہ عورت کے حق میں دیا اور جائداد واپس دلا دی۔

ملا محمد انصاری بروسا کے قاضی ہونے کے علاوہ مملکت عثمانیہ کے مفتی بھی تھے جاہ وحشمت کا یہ حال تھا کہ سینکڑوں لونڈی غلام کے مالک تھے چالیس لونڈیاں تو ایسی تھیں جو سونے کا تاج پہنا کرتی تھیں بایزید یلدرم سلطان روم کے زمانہ میں بماہ رجب سنہ ۸۲۳ ہجری وفات پائی ان کے جنازے پر جس کثرت کے ساتھ زن ومرد واطفال تھے اور جس شدت سے عام وخاص پھوٹ پھوٹ کر رو رہے تھے وہ ایک خاص واقعہ تھا۔

حضرت بشر حافی (المتوفی سنہ ۲۲۷ ہجری) کبار صالحین سے تھے۔ آپ ایک روز معافی بن عمران سے ملنے گئے دستک دی آواز آئی کون کہا بشر حافی ایک لڑکی نکلی اور بولی کاش تم پانچ چھ آنہ میں جوتہ خرید لیتے تو حافی نہ کہلاتے آپ کی تین بہنیں تھیں مضغہ مخہ اور زبدہ تینوں عابدہ زاہدہ متورعہ تھیں۔ امام احمد بن حنبل رح کے فرزند ارجمند عبداللہ کہتے ہیں کہ ایک عورت والد بزرگوار کے پاس آئی اور کہا جناب میں رات کو کبھی تو چراغ

کی روشنی میں اور کبھی چاندنی میں کاتا کرتی ہوں کیا فروخت کے وقت مجھ کو تبلا دینا چاہیئے کہ چاندنی میں کاتا ہوا کون سا ہے اور چراغ کی روشنی میں کون سا فرمایا اگر تو دونوں میں کچھ تفاوت خیال کرتی ہے تو تبلا دیا کر عورت نے پھر دریافت کیا کہ کیا بیمار کا کراہنا بھی شکایت میں داخل ہے فرمایا نہیں شکایت میں داخل نہیں ہے وہ چلی گئی تو والد بزرگوار نے فرمایا کہ ایسے سوال کرتے ہوئے میں نے کسی کو نہیں دیکھا عبداللہ تم اس کے پیچھے پیچھے جاؤ اور خبر لاؤ کہ یہ کون ہے میں اس کے پیچھے پیچھے چلا وہ بشرؒ کے گھر میں داخل ہو گئی میں نے سمجھا ان کی بہن ہے واپس آکر والد بزرگوار سے ذکر کیا فرمایا بخدا محال ہے کہ بشرؒ کی بہن کے سوا یہ اور کوئی ہو۔

عبداللہ سے روایت ہے کہ مخہ بشرؒ کی دوسری بہن والد بزرگوار کے پاس آئی کہا ابو عبداللہ میرا سرمایہ کل دو درہم ہیں اُن کی روئی خرید لیتی ہوں اور سوت کات کر نصف درہم نفع پر بیچ دیتی ہوں اور ہفتہ میں ایک درہم پر گزران کرتی ہوں میں رات کو کات رہی تھی کچھ لوگ مشعل لئے ہوئے میرے پاس سے گزرے میں نے اس کی روشنی میں دو آٹی سوت کات لیا لیکن یہ خیال آیا کہ اللہ تعالیٰ ضرور اس بارہ میں مجھ سے مواخذہ فرمائے گا کہ کیوں بلا اجازت دوسرے کی روشنی سے فائدہ اٹھایا مجھے صورت نجات بتائیے خدا تعالیٰ تم کو بھی نجات عطا فرمائے امام نے فرمایا اپنے کُل سرمایہ کو خیرات کردے اور بالکل بے سرمایہ ہو جا تاکہ اللہ تعالیٰ اُس سے بہتر تجھے عنایت فرمائے وہ چلی گئی تو میں نے والد بزرگوار سے عرض کیا کہ کاش آپ فرما دیتے کہ وہ اسی قدر سوت نکال

دیتی فرمایا لڑکے جس درجہ کا یہ سوال ہے اُس کی کوئی تاویل نہ ہو سکتی تھی تم یہ بتاؤ کہ یہ کون تھی میں نے کہا حضرت بشر حافیؒ کی بہن فرمایا تب ہی ایسے سوال کرتی ہے۔

بشر حافیؒ کہا کرتے تھے کہ میں نے ورع اپنی بہن سے سیکھا ہے جس کی کوشش ہمیشہ یہ ہی ہوتی تھی کہ جو کھانا وہ کھائے اس میں کسی مخلوق کا احسان نہ ہو۔

ملک شاہ سلجوقی کا باپ الپ ارسلان تھا ہمدانی لکھتا ہے کہ رَے میں ایک مغنیہ نہایت حسین وجمیلہ تھی بادشاہ نے اُسے راگ سُننے کے لئے بُلایا صورت دیکھتے ہی مفتون ہو گیا جب اپنا ارادہ اُس پر ظاہر کیا تو کہا حضور مجھے غیرت آتی ہے کہ خدا نے مجھے ایسی شکل وصورت عطا فرمائی اور میں اس کو جہنم کا ایندھن بناؤں حضور جانتے ہیں کہ حلال وحرام میں صرف ایک کلمہ کا فرق ہے اور جب حلال ایسی آسانی سے میسر ہو سکتا ہو تو حرام سے پرہیز کرنا ضروری ہے بادشاہ نے کہا سچ کہتی ہو اسی وقت قاضی کو بلوا کر نکاح پڑھا لیا۔ یہ بادشاہ ۴۶۵ھ ہجری میں فوت ہوا۔

شیخ سعدی جیسے ثقہ اور محدث خود اپنا ایک لطیفہ لکھتے ہیں کہ "با زن خویش ہم پہلو بودم۔ خواجہ کرانی آمد۔ در زد۔ گفتم کیستی۔ گفت منم۔ گفتم با زنِ خویش ہم سخنم۔ زنم بر آشفت کہ مرد کِ چہ میگوئی۔ گفتم آخر شاعر ہستم۔ بہر تو قافیہ گذارم۔

قاضی یعقوب نام اور ابو یوسف کنیت ۱۱۳ھ ہجری میں پیدا ہوئے

جب ہوش سنبھالا تو ماں نے ایک ٹھٹیرے کی دکان پر ظروفِ مسی کا بنانا سیکھنے کے لیئے بٹھا دیا قریب ہی امام اعظم ابو حنیفہ رح کا درس تھا یہ دکان سے اٹھکر درس میں جا بیٹھتے تھے ماں کو جب معلوم ہوتا تو حلقہ درس سے اٹھا کر ان کو لے جاتی امام نے چند بار اس طرح ملاحظہ فرمایا اور ابو یوسف رح بھی چند روز تک درس سے غیر حاضر رہے حتیٰ کہ امام نے خود ان کو طلب فرمایا کہا ماں کی اطاعت اور معاش کی ضرورت مجھے غیر حاضر رہنے پر مجبور کرتی ہے امام صاحب نے سو روپیہ دیئے اور فرمایا درس میں آیا کرو جب روپیہ ختم ہو جاتے امام صاحب خود بخود اور دے دیتے ابو یوسف رح خود بھی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میری ماں مجھے حلقہ درس سے اٹھانے کے واسطے آئی اور جھنجلا کر امام صاحب سے کہنے لگی کہ لڑکے کو تو خراب کرتا ہے میں کہتی ہوں کہ یہ بے پدر بچہ دو آنہ کا روزگار سیکھ لے تو اچھا ہے اور تو اُسے کتابوں میں لگا لیتا ہے امام صاحب نے فرمایا کہ یہ علم پڑھ کر روغن پستہ کے ساتھ فالودہ کھایا کرے گا بڑھیا غصہ میں باہر نکل گئی اور گلی میں جا کر کہا کہ یہ بوڑھا سٹھیا گیا جو ایسی باتیں کرتا ہے۔

ہارون رشید نے امام ابو یوسف رح کو بلوایا خود امام ابو یوسف کا بیان ہے کہ جب میں ایوان کے دروازہ میں داخل ہوا تو ایک کمرہ میں ایک حسین نوجوان قید تھا اس نے میرے سامنے گڑگڑاتے ہوئے ہاتھ پھیلائے مگر میں اس کا مدعا کچھ نہ سمجھا۔ اندر گیا تو خلیفہ نے پوچھا بادشاہ کسی زانی پر اپنے ذاتی مخاصمہ پر حد شرعی جاری کر سکتا ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ خلیفہ نے سنتے ہی سجدہ کیا۔

پھر دریافت کیا تم کہاں سے کہتے ہو میں نے کہا رسول اللہ کا ارشاد ہے کہ جب شبہ ہو جائے تو ملزم پر سزا شرعی جاری نہ کرو، ہارون رشید نے پوچھا کہ معائنہ کے بعد کیا شبہ رہ سکتا ہے میں نے کہا معائنہ بھی ایک قسم کا علم ہے اور کوئی شخص اپنے علم سے مجرم کو سزا نہیں دے سکتا خلیفہ نے شکر سجدہ کیا مجکو انعام دیا اور اس نوجوان کو آزاد کر دیا۔

ہشیم بن عدی خلفاء منصور مہدی اور ہارون رشید کا مصاحب شاعر اور ادیب تھا ایک دفعہ مہدی نے کہا کہ میں عرب کی تواضع و سخاوت اور کج خلقی و بخل کے متعلق متضاد حکایتیں سنتا رہا ہوں ہشیم تمہاری کیا رائے ہے کہا حضور میں چشم دید عرض کروں گا میں ایک دوست کی ملاقات کی غرض سے سفر کو چلا ناقہ پر سوار تھا دن بھر کی مسافت کے بعد مجھے جنگل ہی میں رات ہو گئی میں نے ادھر ادھر نظر ڈالی تو ایک خیمہ نظر آیا میں وہاں چلا گیا خیمہ میں ایک عورت تھی اس نے پوچھا تو کون ہے میں نے کہا مہمان بولی مہمان کا یہاں کیا کام تمام جنگل موجود ہے اس کے بعد خود دکھائی کر بیٹھ رہی میری بات تک نہ پوچھی تھوڑی دیر بعد اس کا شوہر تازے دودھ کا بھرا ہوا برتن لئے آپہنچا سلام کیا اور پوچھا کون ہے میں نے کہا مہمان کہا مرحبا خوب تشریف لائے پھر بیوی سے پوچھا کہ مہمان کو بھی کھانا کھلایا بولی نہیں اس پر مرد دودھ کا بھرا ہوا گلاس میرے لئے لے آیا پھر عورت سے لڑنے لگا کہ تو نے خود روٹی کھالی اور مہمان کو بھوکا رکھا اور مرد نے عورت کو مارا پیٹا پھر اندر سے چھرا لے کر نکلا اور میری سواری کے ناقہ کو ذبح کر ڈالا میں نے

نرمی سے کہا بھائی صاحب آپ نے یہ کیا کیا کہا بخدا یہ نہیں ہو سکتا کہ میرے گھر میں آکر مہمان بھوکا رہے غرض اس نے گوشت پکایا اور جب ہم کھا چکے تو تھوڑے سے کباب عورت کے پاس لے گیا جب صبح ہوئی تو چپکے سے اٹھ کر چلدیا میں حیران تھا کہ اب سواری کے بغیر کیا ہوگا تھوڑا دن چڑھا تھا کہ ایک تیز رفتار اونٹ لے کر وہی شخص آگیا اور کہا ناقہ کے عیوض یہ اونٹ قبول فرمایئے پھر مجھے سوار کرادیا اور کچھ گوشت زاد راہ کے لیئے میرے ساتھ کر دیا چلتے چلتے پھر رات جنگل ہی میں ہو گئی مجھے ایک خیمہ نظر پڑا جس میں ایک عورت بیٹھی تھی اُس نے پوچھا کون میں نے کہا مہمان بولی مرحبا تشریف لایئے پھر اُس نے روٹی پکائی اور دودھ کا برتن سامنے لاکر رکھا اور عذر بھی کیا اتنے میں ایک مرد اعرابی آیا سلام علیک کے بعد مجھ سے پوچھا تم کون میں نے کہا مہمان جواب دیا کہ ہمارے ہاں مہمان کا کیا کام ہے پھر عورت کے پاس گیا روٹی مانگی وہ بولی میں نے مہمان کو کھلا دی مرد نہایت خفا ہو آپس میں خوب جھگڑا ہونے رہا مجکو ہنسی آرہی تھی مرد نے مجھ سے ہنسنے کی وجہ پوچھی اور قسم دی میں نے کہا کل ایک بادیہ نشین کے خیمہ میں مہمان ہوا تھا وہاں مرد متواضع تھا یہاں عورت مہمان نواز ہے۔ کہا میری عورت اُس مرد کی بہن ہے اور اُس کی عورت میری بہن ہے۔

ہشیم بن عدی نے ایک اور حکایت یہ بیان کی کہ ایک شخص مرغ کا گوشت کھا رہا تھا سائل آیا تو اس نے سختی اور بدمزاجی کے ساتھ محروم

کر دیا کچھ عرصہ کے بعد بیوی کو چھوڑ دیا عورت نے اور جگہ شادی کر لی ایک روز اُس کے یہاں سائل آیا یہ شخص مرغ کا گوشت کھا رہا تھا عورت سے کہا سائل کو دے عورت روٹی دینے گئی تو اُس نے سائل کو پہچان لیا کہ اس کا پہلا شوہر ہے۔ خاوند سے آکر تاسفانہ لہجہ میں ذکر کیا۔ یہ دوسرا شوہر بولا کہ میں وہی سائل ہوں جسے اس شخص نے مدت ہوئی سختی کے ساتھ محروم کر دیا تھا۔

عثمان خان اول (۱۲۸۸ء تا ۱۳۲۶ء) اپنی نو عمری کے زمانہ میں ایک بزرگ کی خدمت میں اکثر حاضر ہوتا رہتا تھا۔ ان خدا رسیدہ عالم کا نام ادہ بالی تھا جو اتیر دنی گاؤں میں رہا کرتے تھے ان کی ایک لڑکی نہایت حسین تھی جس کا نام مال خاتون تھا عثمان اس کو دیکھکر فریفتہ ہو گیا اور نکاح کا پیغام دیا ادہ بالی نے فرق مراتب کا خیال کر کے قبول نہیں کیا دو سال تک عشق و محبت کا سلسلہ قائم رہا عثمان نے ایک خواب دیکھا جو ادہ بالی سے بیان کیا اُس نے عثمان کی شاندار مستقبل کی تعبیر دیکھکر مال خاتون کو نکاح میں دے دیا۔ ادہ بالی ہی کی تلقین سے عثمان اور اس کے قبیلہ کے لوگ اسلام میں داخل ہوئے۔

قدسیہ اور یرموق کے معرکۃ الآرا غزوات میں مسلمان عورتوں نے لڑائی کے زخمیوں کی بہترین تیمار داری کی تھی۔

حضرت عائشہ نے مشہور جنگ جمل کی بذات خاص تحریک کی بذات خود اپنی فوج کی سپہ سالاری کی۔

حضرت فاطمہؓ بنت رسولؐ اللہ نے تقرری خلیفہ کے مباحث میں اکثر حصہ لیا۔

قتال کربلا کے بعد رسولؐ اللہ کی نواسی اور حضرت امام حسینؑ کی بہن حضرت زینبؓ نے اپنے کم سن بھتیجے کو بنی امیہ سے محفوظ و مامون رکھا۔ ممدوحہ کے غیر مفتوح جذبات نے ظالم ابن زیاد اور بے رحم یزید کو مرعوب کر دیا تھا۔

حارث بن عوف کی نوجوان بیوی نے دو رقیب قبیلوں کی پرانی رنجش و فساد کا تصفیہ کیا تھا۔

امیر عثمان کی ماں اور بہن نے قصر پر قاتلوں کی حملہ آوری کی مدافعت میں متواتر حصہ لیا وہ اپنے آدمیوں کو ہمت دلاتی تھیں اُن کو کھانا پہنچاتی تھیں اسلحہ تقسیم کرتی تھیں اور بعض مواقع پر دشمنوں پر گولہ باری کرتی تھیں۔

ہارون رشید کے زمانہ میں شیخ الشہداء فخر النساءؒ بغداد کی مسجد میں ادب پر علانیہ خطبہ دیا کرتی تھیں۔

سیدہ نفیسہؒ حضرت امام شافعیؒ کی شاگرد رشید تھیں بلکہ امام صاحب کی نماز جنازہ بھی انھوں نے پڑھی تھی۔

مختار ثانی کے زمانہ نابالغی میں اُن کی ماں نے اپنے وزراء اور امراء کے ساتھ عدالت العالیہ اور ایوان شاہی کی صدارت کی۔

حضرت رابعہ بصریؒ مشہور و معروف صوفیائے کرام میں سے تھیں۔

امر مسلمہ ہے کہ مسلمان عورتوں نے بادشاہت اور حکمرانی بھی کی نظام سلطنت قائم کیا اور جاگیردار و تعلقہ دار تو بکثرت ہوئیں ان میں سلطانہ رضیہ اور نورجہاں عہد مغلیہ کی یادگار ہیں۔

زینب اندلس کے ایک کتب فروش کی بیٹی تھیں شاعری میں اعلیٰ درجہ رکھتی تھیں۔ عالم تھیں اور علماء و فضلاء کی صحبت میں ان کا اعلیٰ درجہ تھا۔

عبادیہ اندلس کی ادیب و شاعرہ تھیں۔ فی البدیہہ شعر کہنے میں مشاق اور حاضر جواب تھیں۔

عروضیہ ابوالمعروف عبدالرحمٰن کی نادمہ صرف و نحو اور فقہ و عروض میں کمال رکھتی تھیں

اندلس کے بادشاہ عبدالرحمٰن ثالث (المتوفی ۳۵۰ھ ہجری) کے زمانہ میں صفیہ بنت عبداللہ رازی صاحب علم اور خوشنویس تھیں، شاعرہ ہونے کے علاوہ نہایت حسین و جمیل بھی تھیں۔ اسی عہد میں عائذہ شہر قرطبہ کی مشہور شاعرہ اور فاضلہ تھیں، حسن و جمال میں اور زہد و تقویٰ میں یگانۂ روزگار تھیں۔

۳۶۶ھ ہجری میں قدقہ اندلس میں نامور عالم گذری ہیں ان کے کتب خانہ میں نایاب کتابیں تھیں۔

مورخ ابن عیان کا بیان ہے کہ قرطبہ کے ایک شخص احمد کی بیٹی عائشہ تھی۔ اس خاتون نے مدت العمر نکاح نہیں کیا۔ ۴۰۰ھ ہجری میں وفات پائی۔ مشہور عالم و فاضل تھیں۔ اندلس کے بادشاہوں سے بیدھڑک

گفتگو کرتیں اور انعام حاصل کرتی تھیں۔ علماء سے مباحثہ و مناظرہ کرتی تھیں خوشنویس تھیں اور شاہی کتب خانہ کی کتابیں ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھیں۔

امام ابو حنیفہؒ کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی اور دریافت کیا کہ ایک شخص اپنی بیوی کو طلاق دینی چاہتا ہے کیونکر دے آپ نے اس کو امام حمّاد کی خدمت میں جانے کی اور مسئلہ دریافت کرنے کی ہدایت فرمائی۔

ایک دن ایک عورت امام ابو حنیفہؒ کے پاس ایک تھان فروخت کرنے کے لئے لائی اور اس کی قیمت سو روپیہ بتائی آپ نے فرمایا کہ یہ قیمت کم ہے اُس نے دو سو روپیہ بتائے فرمایا یہ تھان پانچ سو سے کم کا نہیں ہے اُس نے تعجب سے کہا کہ آپ شاید ہنسی کرتے ہیں امام صاحب نے پانچ سو میں تھان خود خرید لیا۔

ایک دن قاضی محمدؒ بن عبدالرحمٰن معروف بہ ابن ابی لیلیٰ مجلس قضاء سے اٹھے راہ میں ایک عورت کو ایک شخص سے جھگڑتے دیکھا عورت نے اس شخص کو "یا ابن الزانیین" (اے زانی اور زانیہ کے بیٹے) کہدیا چنانچہ عورت آپ کے حکم سے گرفتار کر کے مجلس قضاء میں لائی گئی اور اس کو سزا کا حکم سنایا گیا۔

رضیہ بیگم ۱۲۳۶ء سے ۱۲۴۰ء تک ہندوستان کی حکمران رہی التمش کے بیٹے تھے مگر نا قابل تھے اس لئے التمش نے اپنی بیٹی رضیہ کو تخت

و تاج سپرد کیا امرا و ارا کین سلطنت نے عورت کی تخت نشینی پسند نہیں
کی اور التمش کے بیٹے رکن الدین کو تخت نشین کر دیا وہ نااہل ثابت ہوا
تو پھر رضیہ ہی کو سلطان بنایا۔ اس خاتون نے اپنی جرأت و لیاقت
سے حالات پر قابو حاصل کر لیا اور ملک میں امن و امان قائم کر دیا۔ یہ
نہایت سمجھ دار اور لائق عورت تھی انصاف پسند حکمران تھی مردانہ
لباس پہن کر دربار کرتی تھی۔ اُس نے امیر التونیہ ترک سے شادی کر لی تھی
عوام میں بے پردہ نکلتی تھی۔ ۱۲۴۰ء میں چند ہندوؤں نے رضیہ اور
اُس کے شوہر التونیہ کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالا۔

چاند بی بی بیجانگر کے خاندان نظام شاہی کی شہزادی تھی۔ اکبر کی
فوج نے جب احمد نگر پر حملہ کیا تو ملکہ چاند بی بی نے بڑی جرأت و شجاعت
سے مغلوں کا مقابلہ کیا اور انھیں پسپا کر دیا۔

نور جہاں بیگم کا نام مہر النساء تھا یہ پہلے علی قلی خاں معروف بہ شیر افگن
کی منکوحہ تھی شیر افگن کی وفات کے بعد ۱۶۱۱ء میں مغل بادشاہ جہانگیر
نے اس سے شادی کر لی۔ یہ خاتون بھی نہایت قابل اور معاملہ فہم
تھی جہانگیر نے سلطنت کا سب کام اُسی پر چھوڑ دیا تھا اور سلطنت
کی اصل مالک نور جہاں تھی سکوں اور فرامین پر اسی کا نام چلتا تھا فارسی
زبان کی ماہر اور ادیبہ و شاعرہ تھی۔ جہانگیر کابل کو جاتے ہوئے دریائے
جہلم پر قیام پذیر ہوا کہ مہابت خاں نے گرفتار کر لیا۔ نور جہاں نے پہلے تو
بادشاہ کو رہا کرانے کی کوشش کی اور جب ناکام رہی تو خود بھی بادشاہ

کے ساتھ قید میں شریک ہو گی اور مہابت خاں کو غافل پاکر معہ جہانگیر کے قید سے نکل گئی۔

شاہجہاں کی پاک دامن بیٹی جہاں آرا نے قید میں باپ کا بہت ساتھ دیا اور آخر وقت تک مصروف خدمت رہی یہ خاتون بھی بہت قابل و ذکی الطبع تھی۔ زیب النساء کا شمار بھی نہایت قابل خواتین میں ہے وہ بلند پایہ ادیب و شاعرہ تھی۔

امام ابو حنیفہؒ کی والدہ معظمہ کو کوفہ میں عمرو بن ذر مشہور واعظ سے خاص عقیدت تھی کوئی مسئلہ پیش آتا تو امام صاحب کو حکم دیتیں کہ عمرو بن ذر سے پوچھ آؤ کبھی اصرار کرتیں کہ میں خود چل کر پوچھوں گی خچر پر سوار ہوتیں امام صاحب کو حکم دیتیں ساتھ ہوتے خود مسئلہ کی صورت بیان کرتیں اور جواب حاصل کرتیں تب تسکین ہوتی۔

خلیفہ منصور اور حرہ خاتون (منصور کی بیوی) میں کچھ شکر رنجی ہو گئی امام ابو حنیفہؒ کو طلب کیا گیا منصور نے پوچھا شرع کی رُو سے مرد کتنے نکاح کر سکتا ہے امام صاحب نے کہا چار مگر یہ اجازت اُس شخص کے لئے خاص ہے جو عدل پر قادر ہو ورنہ ایک سے زیادہ نکاح کرنا اچھا نہیں۔ منصور چپ ہو گیا۔ حرہ خاتون نے خادم کے ہاتھ پچاس ہزار درہم بھیجے یہ کہکر کہ "آپ کی کنیز سلام کہتی ہے اور آپ کی حق گوئی کی نہایت مشکور ہے" امام صاحب نے درہم واپس کر دیئے اور کہا کہ یہ میرا فرض منصبی تھا۔

ایک مرتبہ خلیفہ ہارون الرشید رقہ گیا اس زمانہ میں عبد اللہ بن مبارک بھی رقہ پہونچے اُن کے آنے کی خبر مشہور ہوئی تو ہر طرف سے لوگ دوڑے اور اس قدر کشمکش ہوئی کہ لوگوں کی جوتیاں ٹوٹ گئیں ہزاروں آدمی ساتھ ہوئے اور ہر طرف گرد چھا گئی ہارون رشید کی ایک حرم نے یہ تماشہ دیکھا تو حیرت زدہ ہو کر پوچھا یہ کیا حال ہے لوگوں نے کہا خراسان کا عالم آیا ہے بولی کہ حقیقت میں سلطنت اس کا نام ہے ہارون رشید کی حکومت بھی کوئی حکومت ہے کہ پولیس اور سپاہیوں کے بغیر ایک آدمی بھی حاضر نہیں ہو سکتا۔

۶۳۷ھ ہجری میں ملک صالح تخت نشین ہوا اسی کے عہد میں فرانس کے بادشاہ لوئی نہم نے دمیاط پر حملہ کیا ملک صالح بیمار تھا مقابلہ کرتا رہا اُس کا انتقال ہو گیا تو اس کی بیوی شجرۃ الدر نے جو نہایت عاقلہ تھی اپنے بادشاہ کی موت کو مخفی رکھا اور اُس کی طرف سے خود فرامین پر دستخط کرتی رہی اُس کا بیٹا توران شاہ بلاد کرد میں تھا اُس کو اپنے پاس بُلا لیا توران شاہ نے آکر دشمن کا مقابلہ کیا اور لوئی نہم کو گرفتار کر لیا بعدہٗ توران شاہ خود مارا گیا تو عنان سلطنت شجرۃ الدر نے اپنے ہاتھ میں لے لی اور فدیہ کی رقم خطیر کے بدلے لوئی نہم کو آزاد کر دیا۔

حضرت ابو الدرداءؓ رات کے بیشتر حصہ میں نماز میں مشغول رہتے تھے چنانچہ حضرت سلمان فارسیؓ نے اُن کی بی بی کی شکایت پر اس سے ان کو باصرار روکا۔

جسٹس امیر علی نے تاریخ عرب میں لکھا ہے کہ عباسیہ خاندان کے دسویں خلیفہ متوکل کے زمانہ تک مستورات غیر معمولی آزادی سے بہرہ ور رہیں باپ اپنی تعلیم یافتہ اور حسین لڑکیوں کے نام سے مثلاً ابو صفرہ۔ و ابو لیلیٰ پکارے جانے پر فخر کرتے تھے اور بھائی اور منگیتر لڑائی میں اپنی بہن یا منگیتر کا نام لے کر سرگرمی سے کام کرتے تھے۔ اعلیٰ طبقہ کی بیگمات بلا تکلف اور بغیر کسی خیال فاسد کے مردوں سے گفتگو کرتی تھیں جیسا کہ فردوسی نے لکھا ہے:

دو لب پُر ز خندہ دو رُخ پر ز شرم ٭ برفتار نیکو بہ گفتار گرم

عورتیں اپنے مہمانوں کی میزبانی بلا لحاظ کرتی تھیں چونکہ وہ اپنی حالت کا پورا اندازہ رکھتی تھیں اس لئے تمام لوگ اُن کی عزت کرتے تھے۔

ایک مصنف ابو طیب محمدؒ المفضل الدلی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ مکہ معظمہ سے واپس ہوتے ہوئے مدینہ منورہ کے قریب ٹھہر گئے سورج کی طپش نے اُن کو مجبور کیا کہ وہ قریب ایک مکان میں جو باسلیقہ معلوم ہوتا تھا پناہ حاصل کرنے کی استدعا کریں وہ صحن میں داخل ہوئے اور صاحب خانہ سے پوچھا کہ آیا وہ اپنے اونٹ سے اتر آئیں۔ ایک عورت کی آواز نے اُن کو اجازت مستدعیہ دیدی۔ ربت البیت یعنی مالکہ مکان نے پکار کر کہا اتر آیئے۔ پھر انھوں نے مکان کے اندر جلنے کی اجازت چاہی اور اجازت پاکر مکان کے اندر داخل ہوئے جہاں انھوں نے ایک خاتون

کو دیکھا کہ سورج سے زیادہ حسین اپنے کار خانگی میں مشغول تھی۔ عورت نے اُن سے بیٹھنے کو کہا اور دونوں بات چیت کرنے لگے کہ الفاظ اُس خاتون کے ہونٹوں سے مثل موتی کے نکلتے تھے۔ دوران گفتگو اس کی دادی آئی اور دونوں کے قریب بیٹھ گئی اور بہ مذاق لہجہ میں اجنبی کو متنبہ کیا کہ اس خوبصورت لڑکی کے جادو سے ہوشیار رہنا۔

مصنّف موصوف کے والد نے ایک اور واقعہ بیان کیا ہے جس سے اُس زمانہ کے رسم ورواج پر مزید روشنی پڑتی ہے۔ وہ مکہ معظمہ کو جا رہے تھے راستہ میں ایک دوست کے مکان پر ٹھہرے دوست نے اُن سے پوچھا کہ آپ خرقہ سے تعارف حاصل کرنا پسند کریں گے۔ خرقہ وہ مشہور عورت تھی جس کی تعریف بنی امیہ کے زمانہ میں ایک مشہور شاعر نے کی تھی۔ ایسی خوبصورت عورت سے تعارف کی خواہش ظاہر کرنے پر وہ اس کے گھر لے جائے گئے جہاں ایک لانبے قد والی انتہائی حسین و جوان العمر عورت نے ان کا استقبال کیا انھوں نے سلام کیا اور بیٹھنے کی اجازت چاہی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم دونوں دیر تک گفتگو کرتے رہے حتیٰ کہ عورت نے ہنسکر پوچھا "کیا آپ نے کبھی حج کیا ہے" انھوں نے جواب دیا "کئی مرتبہ" خرقہ نے کہا پھر مجھ تک آنے میں آپ کے لئے کیا وجہ مانع ہوئی۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ میں ایسی تھی ہوں جس کے پاس زمانہ حج میں آنا چاہیئے کیا آپ نے اپنے چچا کا ارشاد نہیں سنا کہ تکمیل حج کے لئے خرقہ کے گھر پر جب وہ بے نقاب ہو کارواں کو ٹھہرنا چاہیئے۔

حاکمیوں کے عہد اوّل میں سیّدہ سکینہؓ دختر امام حسینؑ شہید کربلا اپنے زمانہ کی مستورات میں باعتبار نسب وحسن وعقل وعفت یکتائے روزگار تھیں۔ ان کے کاشانہ پر شعراء فقہاء علماء اور دیگر جماعتوں کے پرہیزگار لوگوں کا مجمع رہتا تھا۔ اُن کے مکان کی مجالس پُر رونق اور پُر جوش ہوا کرتی تھیں جن میں خود سیدہ سکینہؓ کے فی البدیہہ عاقلانہ اور پُر مذاق جوابات سے جان پڑ جاتی تھی۔

ام البنین زوجہ ولید اول اور ہمشیرہ عمر ثانی مشہور عورتوں میں سے تھیں انھوں نے حجاج (گورنر) کو اپنے سامنے بلا کر وہ زبردست لیکچر دیا تھا جو تاریخ میں مشہور ہے۔

عرب کی عورتیں شاعری اور شعر گوئی کی بے حد شائق تھیں۔ اکثر نے بڑے مرتبہ کی تصانیف چھوڑی ہیں۔ مشہور ولیہ رابعہ بھی اُسی زمانہ میں گذری ہیں وہ اپنے زمانہ کے صوفیا میں بڑا مرتبہ رکھتی تھیں۔

خلیفہ رشید کے زمانہ میں عورتیں گھوڑے پر سوار ہو کر لڑنے جاتی تھیں اور فوج پر کمانڈ کرتی تھیں۔ خلیفہ مقتدر کی والدہ عدالت العالیہ کی صدر تھیں درخواستیں سماعت کرتی تھیں اور امراء اور غیر ملکی سفراء کو شرف ملاقات عطا کرتی تھیں۔

خلفاء رشید و مامون کے زمانہ میں مستورات علم۔ ذہانت اور شاعری میں حصہ دار تھیں اپنے علم و ادب سے مجالس کو زندگی بخشتی تھیں شاہزادی زبیدہ ایک ہنرمند خاتون اور کامل شاعرہ تھیں۔

لبا اوقات رشید کو نظم میں خط لکھتی تھیں وہ خط جو انھوں نے اپنے بیٹے امین کی وفات پر مامون کو لکھا ہے اُس سے اُن کی اعلیٰ قابلیت اور ذہانت ظاہر ہو جاتی ہے۔

خلیفہ مامون اور خلیفہ معتصم کے زمانہ میں عبیدہ تنبوریہ گذری ہیں اُن کی بابت مصنف کتاب الاغانی نے لکھا ہے کہ نہایت حسین، پارسا اور عالم تھیں اس کی تصدیق مشہور مغنی اسحاق نے کی ہے وہ بہت خوش گلو تھیں اور مصنف بھی تھیں۔

خلیفہ متوکل کے محل میں شاعرہ فضل گذری ہیں جو اپنے ہم عصر شاعروں میں سب سے اعلیٰ درجہ رکھتی تھیں۔

شیخا شہدا جو چھٹی صدی ہجری میں گذری ہیں بغداد میں علم تاریخ پر لکچر دیا کرتی تھیں اور خوشنویسی میں مشہور تھیں۔

زینب ام المویدبارہویں صدی عیسوی یا چھٹی سدی ہجری کے وسط میں گذری ہیں۔ اپنے زمانہ کی مشہور فقیہہ تھیں اُن کو مشہور فقہاء نے اسناد تکمیل تفویض کی تھیں۔ فقہ کی تعلیم دینے کی ان کو اجازت تھی۔

سلطان صلاح الدین کے عہد میں ابوالفراج کی دختر تقیہ سُنَن پر لکچر دیا کرتی تھیں اور بڑے مرتبہ کی شاعرہ تھیں۔

عرب مستورات کس مرتبہ پر پہونچی ہوئی تھیں اس کی واضح تصویر امیر اسامہ نے کھینچی ہے۔

شاہزادیاں اور امیر زادیاں گانے کی محفلیں (نوبت الخاتون) کیا

کرتی تھیں۔ شاہزادی علانیہ ایک خوش عقیدہ اور پارسا خاتون تھی جو اپنے زمانہ کے گانیوالوں میں اعلیٰ درجہ رکھتی تھی اور اس کی تصنیفات کا ذکر کتاب الاغانی کے مصنف نے بہت تعریف کے ساتھ کیا ہے۔

اسپین (اندلس) میں عرب خواتین ٹورنامنٹ اور کھیلوں میں بے پردہ جاتی تھیں جس سے دارالسلطنت میں زندہ دلی ہوجاتی تھی۔ عام میلو میں عورتوں کی موجودگی منظر میں تروتازگی پیدا کردیتی تھی مرد و عورت کے میل جول سے پاکیزہ خیالی اور اعمال صالح رونما ہوگئے تھے جن کا فی زمانہ اُن مسلمانوں کو جو ہندوستان میں رہتے ہیں بہت کم احساس ہوسکتا ہے۔

گرنیڈا کی لڑکیاں علم وفن میں کچھ کم مشہور نہیں تھیں۔ نزہون۔ زینب۔ ہمزہ۔ حفصہ۔ الکلاہیہ۔ صفیہ۔ ماریہ نے اپنے وطن میں بڑی خوبیاں حاصل کی تھیں۔ نزہون ابوبکر انعشانی کی دختر نہایت فصیح شاعرہ تھی جو ادب و تاریخ میں ماہر تھی۔ وہ اختتام چھٹی صدی ہجری میں گذری ہے۔

زینب اور ہمزہ زیاد کی لڑکیاں تھیں جو کتب فروش تھا اور گرنیڈا کے قرب وجوار میں رہا کرتا تھا۔ ابن الاطہر نے اپنی کتاب تحفۃ القدیم میں لکھا ہے کہ دونوں بہت عمدہ شاعر ہیں۔ نیک و پارسا ہیں۔ جملہ شعبوں میں کامل ہیں۔ دونوں حسین۔ امیر۔ نیک اور عفت مآب ہیں۔ اُن کے ذوق علم نے اُن کو ادباء کے زمرہ میں داخل کردیا۔ جن سے وہ ہمسری

اور بے تکلفی کی شان سے ملا کرتی تھیں۔ اور کبھی کسی نے ان کو قواعد نسائیت کی فروگذاشت پر ملزم نہیں ٹھہرایا۔

حفصہ اور کلاہیہ۔ گرنیڈا کی ساکن تھیں۔ صفیہ سیوائل کی رہنے والی تھی۔ شاعری میں ممتاز ہونے کے علاوہ وہ سب سے بڑھ کر خوشنویس تھی۔ اس کی خوشنویسی ایسی مقبول ہوئی کہ بڑے بڑے ماہر کاتب اس کی تقلید کرتے تھے۔

ماریہ بنت ابو یعقوب الفیصلی بھی اپنے علم و فضل میں مشہور تھی۔

خلیفہ کے دارالسلطنت (اندلس) میں عورتوں کو اعلیٰ درجہ حاصل تھا۔ مردوں کی مجالس میں آزادی سے شریک ہوتی تھیں اور اپنی موجودگی سے کھیلوں اور ٹورنامنٹ میں زندگی پیدا کر دیتی تھیں وہ دلیری اور وہ ولولہ شجاعت جس کے لئے گرنیڈا کے عرب مشہور ہوئے بلاشک خواتین کے شریفانہ اثر سے پیدا ہوا۔ جب خواتین زنگارنگ شالیں اوڑھے ہوئے مساجد میں آتی تھیں تو مثال دی جاتی تھی کہ یہ خوبصورت سبزہ زار میں موسم بہار کے پھول ہیں۔

ہجرت کے دس برس بعد عرب کے طرز معاشرت میں بہت فرق ہو گیا تھا خصوصاً عورتوں کے لباس میں بڑی تبدیلی ہو گئی تھی۔ اس سے قبل مکانوں میں جائے تخلیہ نہیں ہوا کرتی تھی۔ اب یہ رواج ہو گیا تھا کہ عورتوں کے کمرے مخصوص کر دیئے گئے تھے۔

خلافت چہارم کے بعد بھی عرب مستورات قطعی آزاد تھیں

اسلامی جمہوریت میں عورت آزادی کے ساتھ عوام میں چلتی پھرتی تھی خلفاء کے وعظ سنا کرتی تھی اور علی ابن عباس وغیرہ کی تقریروں میں حاضر ہوتی تھی اسلام سے پہلے قدیم یہودیوں کی طرح عرب بھی غیر معین تعداد ازدواج رکھتے تھے۔ اب یہ تعداد معین ہو گئی تھی۔

عورت کی پوشاک ایک ڈھیلی ڈھالی شلوار تھی قمیص گلے پر کھلی ہوتی تھی اُس پہ موسم سرما میں بالخصوص ایک چست بنڈی پہنی جاتی تھی لیکن خاص لباس میں ایک لانبی قبا ہوتی تھی جو کسی قدر انگریزی عورتوں کے چغہ کے مشابہ ہوتی تھی باہر نکلنے پر اس کے اوپر ایک ڈھیلا ڈھالا لبادہ ہوتا تھا جس کو چاروں طرف ڈال لیا جاتا تھا کہ جسم چھپا رہے اور کپڑے مٹی اور گرد سے محفوظ رہیں ایک رومال سر پہ پیشانی کے گرد باندھ لیا جاتا تھا۔ اسلام سے قبل عورتوں کی قمیص اور بنڈی سینہ پر کھلی ہوئی پہنی جاتی تھی۔ رسول اللہ نے باہر جانے کے لئے لانبی قبا کا استعمال بتایا تھا جس سے عباسیوں کے زمانۂ مابعد تک جسم کو پورے طور پر ڈھانپ لینے کا دستور تھا۔ یہ ہی رواج مصر و دیگر ممالک اسلامی میں رائج ہو گیا۔ عرب عورت پہلے سے اور اب بھی پورے طور پہ آزاد ہے تنہائی میں رکھے جانے کا دستور نہیں ہے۔ وہ نقل و حرکت میں آزاد ہے وعظ و خطبہ سنا کرتی ہے۔

عہد عباسیہ کے شروع میں عورتوں کی حالت بمقابلہ عہد بنی امیہ کسی طرح مختلف نہیں تھی۔ خلیفہ منصور کے زمانہ میں ان کی دو چچازاد

شاہزادیاں مردانہ لباس میں جیبیز نشانوں کی جنگ میں شریک تھیں۔

ظلم و بدعت

۶۳ھ ہجری میں یزید نے بہت بڑا لشکر مدینہ والوں کی طرف روانہ کیا ہزاروں صحابہ شہید ہوئے مدینہ شریف لوٹ لیا گیا بدبخت لشکریوں نے سینکڑوں لڑکیوں کی بکارت زائل کی واقدی نے عبداللہ بن حنظلہ الفضیل سے روایت کی ہے کہ واللہ ہم نے یزید پر اُس وقت تک خروج نہیں کیا جب تک ہمیں یہ یقین نہیں ہوا کہ اب آسمان سے پتھر برس پڑیں گے سخت تعجب ہے کہ لوگ ماؤں بیٹیوں اور بہنوں سے نکاح کریں اور کھلم کھلا شراب پئیں اور نماز چھوڑ دیں۔

خلیفہ المتوکل کی چار ہزار باندیاں تھیں جن سے یہ فائدہ اٹھا چکا تھا

۳۵۲ھ ہجری میں عاشورہ کے روز معز الدولہ نے بہ زمانہ خلیفہ المطیع اللہ بازار بند کروائے باورچیوں کو کھانا پکانے سے منع کرایا بازار میں ایک دار لکڑی نصب کرا کر اس پر ایک موٹا کپڑا ڈلوایا عورتیں بال کھولے اور اپنے منہ پر طمانچے مارتی ہوئی حسین علیہ السلام کا ماتم کرتی شارع عام پر نکلیں یہ بدعت کئی برس تک جاری رہی۔

۵۲۵ھ ہجری میں اہل بغداد نے جب المسترشد باللہ ابو منصور خلیفہ کے قید ہو جانے کا حال سنا تو لوگ سروں پر خاک ڈالتے ہوئے شور کرتے ہوئے بازاروں میں نکلے اور عورتیں خلیفہ کے لئے سر کے بال کھولے بیان کرتی ہوئی نکلیں۔

خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رضؓ کو ایک مرتبہ معلوم ہوا کہ خواتین جنازہ کے ساتھ بال کھولے نوحہ کرتی ہوئی نکلتی ہیں آپ نے حکم جاری کیا کہ اس نوحہ و ماتم پر قدغن بلیغ کیا جائے اور مسلمانوں کو لہو و لعب اور راگ باجے سے روکا جائے جو نہ مانے اُسے اعتدال کے ساتھ سزا دی جائے۔

اہل عجم کے اثر سے حماموں کا عام رواج ہو گیا تھا جن میں عورتیں اور مرد بے باکانہ غسل کرتے تھے اور شرم و حیا کا کوئی لحاظ نہ رکھا جاتا تھا خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رضؓ نے عورتوں کو حمام میں جانے سے بالکل روک دیا اور مردوں کو حکم دیا کہ وہ بغیر تہبند حمام میں غسل نہ کریں۔

خلیفہ سلیمان کو عورتوں اور نکاح سے دلچسپی تھی اس لئے اُس کے زمانہ میں اس کا چرچا تھا اور لوگوں کا موضوع بحث شادی اور لونڈیاں ہو گیا تھا۔

معتصم باللہ بن ہارون کی ماں ترک تھی۔ ترکوں کی تعداد فوج میں بڑھ گئی تھی یہ ترک سڑکوں پر بغداد میں بے تحاشہ گھوڑے دوڑاتے تھے جس سے اکثر عورتیں بچے زخمی ہو جاتے تھے (۲۱۸ھ تا ۲۲۷ھ)

خلیفہ امین نے ایک حوض میں رنگ برنگ کی مچھلیاں ڈلوائی تھیں جن کی سونے کی نتھنیوں میں بیش قیمت موتی پڑے تھے خوبصورت لونڈیوں کے ساتھ ہمیشہ اُس کے کنارے شکار کھیلا کرتا تھا۔

خلیفہ مامون نے ابراہیم کے لئے لاکھ درہم کا اشتہار گرفتاری دیا تھا ایک غلام نے ابراہیم کو چھپائے رکھا لیکن کوئی معاوضہ نہیں لیتا تھا ابراہیم

نے خیال کیا کہ میرا میزبان میرے مصارف سے گرانبار ہوا جاتا ہے چپکے سے نکل کھڑا ہوا اور اخفائے حال کے لیے زنانہ لباس پہن لیا تاہم راہ میں ایک فوجی سوار نے پہچان لیا اور چلّا کر لپٹ گیا ابراہیم نے اس کو ڈھکیل دیا وہ ایک گڑھے میں جا پڑا ابراہیم موقع پاکر اس پار جا پہونچا اور ایک عورت سے جو اپنے مکان کے دروازے پر کھڑی تھی۔ درخواست کی کہ میری جان بچالے اس نے نہایت خوشی سے استقبال کیا لیکن بدقسمتی سے یہ نیک دل عورت اُسی سوار کی جورو نکلی جس نے ابراہیم کا پردہ فاش کرنا چاہا تھا ذرا دیر کے بعد وہ بے رحم سوار آپہونچا مکان میں گھسنے کے ساتھ ہی اُس کی نگاہ ابراہیم پر پڑی بچھڑا کو الگ لیجا کر ساری داستان سُنائی تاہم اُس فیاض عورت نے ابراہیم کو تسکین دی کہ جب تک میں ہوں آپ کو کوئی ضرر نہ پہونچے گا تین دن اُس کا مہمان رہا چوتھے دن عورت نے کہا افسوس میں آپ کی حفاظت کا ذمہ نہیں اٹھا سکتی مجبوراً وہاں سے بھی نکلنا پڑا ابراہیم کو اپنی ایک کنیز یا دآئی سیدھا اُس کے مکان پر گیا وہ دیکھکر باہر نکل آئی اور روتی ہوئی آواز اور ریائی آنسوؤں سے ابراہیم کا استقبال کیا پھر باہر چلی گئی۔ ابراہیم نے خیال کیا کہ دعوت کے اہتمام میں جاتی ہے کچھ عرصہ بعد وہ پولیس کے خونخوار سپاہی بازار سے لے آئی ابراہیم اُس وقت زنانہ لباس میں تھا۔

بغداد میں آکر مامون کا طرز حکومت بالکل بدل گیا اس کو عام اطلاعات کا عشق سا ہو گیا تھا سترہ سو عجوزہ عورتیں مقرر تھیں جو تمام

دن شہر میں پھرتی تھیں اور شہر کا کچا چٹھا اس کو پہونچاتی تھیں لیکن مامون کے سوا اور کسی کو ان کے نام و نشان سے اطلاع نہ تھی۔

لونڈیوں کی عام اجازت نے عیاشی کے سب حوصلے پورے کر دیئے تھے بنو امیہ اور بنی عباس میں ایک بھی خلیفہ ایسا نہیں گذرا جو اس فن میں مناسب دستگاہ نہ رکھتا ہو بڑے بڑے مذہبی علماء بھی نغمۂ و سرود کی چاٹ سے خالی نہ تھے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے زاہد خشک بھی فن نغمہ میں بہت سے سُروں کے موجد ہیں

۔ مغنیوں کے علاوہ ایک اور طائفہ تھا یعنی روم و ایشیائے کوچک کی گُل اندام نازنینیں جو لڑائی کی لوٹ میں پکڑی آتی تھیں دلال ان کو سستے داموں پر خرید لیتے تھے اور موسیقی شاعری ظرافت حاضر جوابی کی تعلیم دلاتے تھے پھر گراں قیمت پر بازار میں بکتی تھیں۔ مامون کی شبستان عیش میں ان حوروشوں کا بڑا جھرمٹ رہتا تھا۔

عریب ایک کنیز تھی لاکھ درہم اس کی خریداری میں صرف ہوئے تھے وہ مامون کی محبوبہ خاص تھی۔ مامون کی ایک دوسری کنیز بذل تھی اُس عہد میں تعلیم یافتہ کنیزیں عموماً امرا و خوشحال لوگوں کے حرم میں داخل تھیں اور چونکہ ان کے حقوق اور معاشرت عملی طور سے ہر خاندان میں اصلی ازواج کے برابر بلکہ بڑھکر تھے اس لئے عورتوں کی تعلیم اور آزادی کا مسئلہ بہت کچھ ان کی بدولت حل ہو گیا تھا۔

معتمد علی اللہ قید کر لیا گیا تھا عید کا دن تھا اور شہر میں چہل پہل

تھی اتنے میں معتمد کی دو بیٹیاں اپنے باپ کو دیکھنے زندان میں آئیں یہ لڑکیاں گلی بازار میں لوگوں کو گیت سنا کر بھیک مانگ کر گذران کرتی تھیں زندان میں ایک عہدہ دار بھی موجود تھا۔ شہزادیوں کو دیکھکر اس کا دل بھر آیا اور بے ساختہ شعر پڑھا " تو اپنی بیٹیوں کو ایسی حالت میں دیکھ رہا ہے کہ پیٹ سے بھوکی اور بدن سے ننگی ہیں لوگوں کے سامنے گیت گاتی ہیں اور کوڑی پاس نہیں ایک دن ابوہاشم معتمد کا بیٹا زندان میں دیکھنے گیا باپ نے یہ اشعار پڑھے " اے قید کیا تو مجھے مسلمان نہیں سمجھتی نادان بے شعور بچے پر بھی رحم کر۔ اس بچہ کی بہنوں پر بھی رحم کر جن کو اس بچے کے ساتھ ہی تو نے حنظل و زہر کا گھونٹ پلا دیا ہے۔ لڑکیوں میں سے کوئی تو اس عمر کی ہے جو اس مصیبت کو سمجھ سکتی ہے سو وہ اتنا رو رہی ہے کہ اس کے اندھا ہو جانے کا ڈر ہے کوئی لڑکی ایسی ہے جو کچھ بھی نہیں جانتی وہ صرف چھاتی چوسنے کیلئے منہ کا کھولنا جانتی ہے۔ معتمد جیل خانہ کے اندر ۴۸۸ھ میں فوت ہوا۔

ابن تومرت مہدی الہرغی ۵۲۴ھ ہجری میں فوت ہوا۔ ایک مرتبہ مراکش میں چلا جاتا تھا کہ اس کی نگاہ پہاڑی لوگوں کی اولاد پر پڑی دیکھا کہ پہاڑی تو سانولے اور گندم گوں ملیشی چشم ہیں مگر ان کے بعض بچے خوب سرخ و سفید اور گربہ چشم ہیں ابن تومرت نے جب یہ اسرار پوچھا تو لوگوں نے بتلایا کہ شاہی عہدہ دار جو خراج لینے کے لئے آتے ہیں رات کو ہمارے گھروں میں رہتے ہیں اور عورتوں کو آلودہ کرتے ہیں انہیں شب ہم کو گھروں

میں ٹھہرنے نہیں دیا جاتا یہ ساری خرابی اس ظلم کی ہے۔ ابن تومرتا کی رائے سے یہ تجویز قرار پائی کہ سپاہی آئیں تو ان کی عورتیں خوب شراب پلا دیں اس پر عمل کیا گیا اور سب سپاہی بدمستی میں قتل کر دیئے گئے۔ کہتے ہیں کہ ابن تومرتا کی بہن کات لیتی تھی اسی پر دونوں کا گذارا ہوتا تھا۔

ابو الطاہر محمدؐ بن بقیہ پہلے عزالدولہ بختیار بن معزالدولہ کا باورچی تھا پھر وزیر ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ ابن بقیہ نے بیس روز میں بیس ہزار خلعت لوگوں کو عطا کئے تھے۔ ابواسحق کا بیان ہے کہ ایک شب جلسہ میں میں موجود تھا۔ ابن بقیہ نے دو سو دفعہ پوشاک بدلی پہلی پوشاک اتار کر انعام میں دے دیتا تھا۔ ایک گویا لونڈی یہ دیکھ کر بولی کہ حضور ان پوشاکوں میں شاید بہٹریاں ہونگی جو بدن پر کپڑے رہنے ہی نہیں دیتیں۔ ابن بقیہ ۲۶ھ ہجری میں فوت ہوا۔

خلیفہ ہارون رشید کو جعفر برمکی اور اپنی بہن عباسہ سے بہت محبت تھی ایک دن اس نے جعفر سے کہا کہ میں چاہتا ہوں عباسہ کے ساتھ تیرا نکاح کر دوں مگر میرے بغیر تم دونوں کبھی ایک جگہ جمع نہ ہونا۔ مورخین کا اس بارہ میں اختلاف ہے کہ ہارون الرشید کس بات پر جعفر سے ناراض ہوا تھا بعض کا خیال ہے کہ جعفر ہمیشہ عباسہ سے محترز رہا مگر عباسہ نے اپنی ساس کو کہلا بھیجا کہ کسی طرح مجھے میرے شوہر تک پہونچا دے ورنہ میں اپنے بھائی کو تم سے برگشتہ کر دوں گی بڑھیا نے مان لیا ایک شب جب جعفر نشہ میں چور تھا عباسہ کو بلا کر اس کے پاس بھیج دیا عباسہ رات بھر وہاں رہی چلتے

وقت کہنے لگی وزیر صاحب شہزادیوں کے ہتھکنڈے بھی دیکھے جعفر بولا شہزادی کون۔ کہا میں عباسہ امیر المومنین کی بہن ہوں۔ خدا کی قدرت عباسہ کے لڑکا پیدا ہوا۔ اخفائے راز کے لئے مکہ معظمہ بھیج دیا گیا اس اثناء میں یحییٰ کی بیگمات سے بگڑ گئی یحییٰ ناظر محلات تھا شروع شام ہی سے آمد و رفت بند کر دیتا تھا اور بیگمات ناراض ہوتی تھیں زبیدہ خاتون نے ہارون رشید سے شکایت کی ہارون رشید نے کہا کہ مجھے یحییٰ کی نسبت کوئی بھی شک نہیں ہو سکتا۔ زبیدہ بولی اگر وہ ایسا معتبر ہے تو اس کا بیٹا جعفر کیا خاک اڑا رہا ہے۔ ہارون رشید نے پوچھا کیا۔ کہا عباسہ نے بچہ جنا ہے رشید نے کہا ثبوت۔ بولی مکہ مکرمہ میں خود بچہ موجود ہے۔ رشید چھ ماہ کے بعد حج کے بہانہ مکہ مکرمہ کو روانہ ہوا عباسہ نے بچہ کو یمن بھجوا دیا مگر رشید کو یہ امر متحقق ہو گیا اور حج سے واپس آ کر جعفر کو قتل کرا دیا۔ ابن بدرون کہتا ہے کہ علیہ بنت مہدی نے ایک روز ہارون رشید سے پوچھا کہ میں دیکھ رہی ہوں کہ جب سے برآمکہ تباہ کرائے گئے حضور کا دل خوش نظر نہیں آتے اُن کے بگاڑ کی وجہ کیا تھی بولا عزیز از جان اگر میں سمجھ لوں کہ اس کی اصلیت میرے قمیص کو معلوم ہو گئی ہے تو اُسے بھی چاک کر ڈالوں۔

اصمعی کہتے ہیں کہ میں ایک دن یحییٰ برمکی کے پاس گیا پوچھا اصمعی تیری بیوی ہے میں نے کہا "نہیں" کہا کنیزک ہے۔ میں نے کہا نہیں ایک خادمہ ہے۔ یہ سن کر ایک نہایت حسین و ظریف لونڈی کو طلب کیا اور مجھے بخش دیا

میں نے شکریہ ادا کیا مگر لونڈی سے چٹائی کہا حضور مجھے ایسے کریہہ المنظر بدرو شخص کو دیتے ہیں میرے حال پر رحم کریں۔ یحیی نے مجھ سے کہا اگر تم کو اس کے عوض دو ہزار دینار دیئے جائیں تو تم خوش ہو سکتے ہو میں نے کہا ہاں۔ لونڈی سے کہا اچھا جاؤ مجھ سے کہا میں اس کی ایک حرکت سے ناراض ہو گیا تھا اور اُسے سزا دینا چاہتا تھا مگر اس کی گریہ وزاری پر رحم آ گیا اور معاف کر دیا میں نے کہا اگر حضور پہلے سے بتا دیتے تو کپڑے بدل کر بالوں میں کنگھی کر کے اور خوشبو لگا کر آتا یحیی اس پر ہنس پڑا اور مجھے ایک ہزار دینار اور عنایت کئے۔

محمد ابن عناد کا کہنا ہے کہ میں نے ایک روز عید کے دن اپنی والدہ کے پاس ایک بڑھیا دیکھی جس کی حالت بہت خراب تھی میں نے پوچھا اماں جان یہ کون ہے کہا جعفر برمکی کی والدہ میں نے ادب سے سلام کیا پاس گیا پوچھا مائی صاحبہ کوئی بات سُناؤ کہا بیٹا ایک عید تو میں نے ایسی دیکھی کہ چار سو باندیاں لونڈیاں خاص میری خدمت میں دست بستہ حاضر تھیں باوجود اس کے میں یہ سمجھتی تھی کہ میرے بیٹے نالائق ہیں اور ایک عید آج بھی ہے کہ بکرے کی دو کھالیں ہیں میرے پاس ایک نیچے بچھا لیتی ہوں اور ایک کو اوڑھ لیتی ہوں۔

نپولین نے مصریوں سے میل جول بڑھانے کے لئے اُن کے رسم و رواج بھی اختیار کر لیے تھے وہ کبھی کبھی مصری لباس بھی پہنا کرتا تھا اس نے نوجوان مصری عورتوں سے اپنے سپاہیوں کی شادی کرائی۔

اورخان (۱۳۲۶ء تا ۱۳۵۹ء) عثمان خاں اول کا چھوٹا بیٹا تھا جو تخت نشین ہوا اس کا نکاح کنٹا کوزین شاہنشاہ قسطنطنیہ کی لڑکی تھیوڈورا سے ۱۳۴۵ء میں ہوا اورخاں نے تھیوڈورا کو اس کے مذہب پر قائم رہنے دیا۔

بایزید اول یلدرم (۱۳۸۹ء تا ۱۴۰۲ء) کا نکاح سرویا کے بادشاہ اسٹیفن کی بہن ڈیسپینا شہزادی سے ہوا تھا جس کی ترغیب سے اُس نے شراب بھی شروع کردی تھی اور رہ تن محل سرا کے عیش و نشاط میں محو ہو گیا۔ سرویا کے مجاہدین صلیب کے ساتھ اُن کی طوائفیں بھی آئی تھیں جن سے فوجی کیمپ نشاط محل بن گیا تھا۔

سلیم اول (۱۵۱۲ء تا ۱۵۲۰ء) کے زمانہ میں فلسطین کے مسیحوں کے سامنے بحر روم سے کوئی جہاز مسلمان ملکوں کو روانہ نہیں ہو سکتا تھا قبچاق کرمیا اور روم کے مسلمان حج نہیں کر سکتے تھے۔ وینس کی بازار مسلمان عورتوں کی ناموس کی خرید و فروخت کی بڑی منڈی بن گئی تھی مسلمان قیدی مصر لاکر بیچ ڈالے جاتے تھے اور اگر لڑکیاں ہوتیں تو وہ اٹلی کے امرا کے عیش خانوں میں بھیج دی جاتی تھیں۔

مراد ثالث (۱۵۷۴ء تا ۱۵۹۵ء) پر حرم کی چار خاتونوں کا اثر خصوصیت کے ساتھ بہت زیادہ تھا۔ انصرام حکومت انھیں خواتین کی منشا کے مطابق ہوتا تھا ایک سلطانہ نوربانو دوسری سلطانہ صفیہ جو وینس کے مشہور خاندان بفو کی رئیس زادی تھی تیسری ایک ہنگری کی خاتون تھی

اور جو کہ خاتون جہان فدا حرم سلطانی کی مہتمم خاص تھی۔ حرم کی مداخلت سے نظام سلطنت میں طرح طرح کی خرابیاں پیدا ہو گئیں۔

ابراہیم (۱۶۴۰ء تا ۱۶۴۸ء) بھی عیش حرم میں پڑ گیا تھا اور عنان سلطنت عورتوں کے ہاتھ میں تھی۔

محمد رابع (۱۶۴۸ء تا ۱۶۸۷ء) کے زمانہ میں حکومت حرم کے ہاتھ میں تھی اور خود حرم میں دو جماعتیں تھیں۔

سلیمان ثانی (۱۶۸۷ء تا ۱۶۹۱ء) کے عہد میں فوج نے بغاوت کی اور صدر اعظم سیاوش پاشا کے محل پر بھی حملہ کیا اور اُسے قتل کر کے حرم میں داخل ہو گئے اس کی بیوی جو سلطان محمد رابع کی بیٹی تھی نیز اس کی بہن اور دیگر خواتین کی بے حرمتی کی۔

عبدالحمید اول (۱۷۷۴ء تا ۱۷۸۹ء) کے عہد میں روسیوں نے تین دن تک اوکزاکوف کو فتح کرنے کے بعد بوڑھے مسلمانوں بچوں اور عورتوں کو قتل کیا۔ اوکزاکوف کے محاصرے میں اینحلٹ شاہزادہ پوٹمکن کے ساتھ تھا وہ کہتا ہے کہ "تقریباً چار سو ترکی عورتیں اور بچے شہر سے نکال کر روسی فوج کے پڑاؤ پر لائے گئے رات میں سخت برف گرا تھا اور ان غریبوں کو کپڑے نہ میسر ہونے کی وجہ سے نہایت تکلیف تھی اکثر شدید زخموں میں مبتلا تھے یہ سب بالکل خاموش تھے کوئی عورت نہ روتی تھی نہ چلاتی تھی حالانکہ کسی کا باپ کسی کا بچہ کسی کا شوہر قتل ہو چکا تھا میں نے جو سوال کئے ان کا جواب انھوں نے غیر مضطربانہ طور پر دیا مجھکو حیرت تھی کہ

آیا یہ کیفیت تسلیم و رضا اُن کے مذہب کی تعلیم پر مبنی تھی میں آج تک اس کی وجہ نہیں معلوم کر سکا ایک عورت نہایت رنجیدہ اور چپ چاپ بیٹھی تھی میں نے اُس سے از راہ تسلی و تشفی کہا کہ تم اور مصیبت زدہ عورتوں کی طرح بہ حیثیت مسلمان تکلیف کیوں نہیں برداشت کرتیں اور ہمت سے کیوں کام نہیں لیتیں اُس نے یہ پُر اثر جواب دیا کہ میں نے اپنے باپ اپنے شوہر اور اپنے بچوں کو قتل ہوتے ہوئے دیکھا ہے اب میرا ایک بچہ رہ گیا ہے میں نے فوراً دریافت کیا کہ وہ بچہ کہاں ہے اس نے ایک بچہ کی طرف جو اس کے قریب پڑا تھا اور اسی وقت دم توڑ رہا تھا اشارہ کر کے سکون کے ساتھ کہا کہ "یہ ہے" میں اور میرے ہمراہی بے اختیار رو پڑے لیکن وہ ذرا بھی نہ روئی۔ یہ لوگ بارہ دن میرے ساتھ رہے لیکن کسی نے نہ کبھی کوئی شکوہ کیا نہ اپنے صدمہ کو ظاہر ہونے دیا ہر عورت خواہ بوڑھی تھی یا جوان اپنی سرگذشت اس طرح بیان کرتی تھی گویا کسی غیر متعلق شخص کا قصہ کہہ رہی ہے نہ کوئی فریاد تھی نہ ٹھنڈی سانسیں اور نہ کوئی آنسو"

یزید بن عبد الملک نہایت عیش پسند و آرام طلب تھا۔ سلامہ اور حبابہ اس کی محبوب کنیزیں تھیں۔ حبابہ کا کسی معمولی حادثہ سے انتقال ہو گیا تو یزید نے تین دن تک اس کی نعش کو اپنے محل میں ہی رکھا اور بار بار نعش کو بوسہ دیتا اور پیار کرتا تھا۔

بقول خالدہ ادیب خانم (خاتون ترکی) دولت عثمانیہ کا سلطان سلیمان اعظم دراصل خود محکوم تھا اور اس پر اُس کی روسی بیگم روکسالین

کی حکومت مسلط تھی۔

سلاطین عثمانی شادی بیاہ کے معاملہ میں غیر محتاط رہے انھوں نے غیر مسلم عورتوں سے نکاح کرنے میں کوئی غلطی محسوس نہیں کی۔ اور خاں نے کنٹا کوزین کی لڑکی تھیوڈورا سے شادی کی اور اسے دین عیسوی پہ قائم رہنے کی اجازت دی۔ اور خاں کے جانشین سلطان مراد اول نے بلغاریہ کے بادشاہ سیمان کی لڑکی سے شادی کی سلطان بایزید یلدرم نے سرویا کے بادشاہ کی بہن ڈیسپینا سے نکاح کیا۔ ان کے علاوہ غیر مسلم باندیاں اور کنیزیں کثیر تعداد میں داخل محل شاہی رہتی تھیں اس طرح نسل سلطانی میں بھی بہت زیادہ تغیر ہو گیا تھا سلیم ثانی کی ماں روسی تھی اس لئے وہ نصف روسی تھا محمد ثالث نصف اطالوی تھا اور عثمان ثانی و مراد رابع وابراہیم اول آدھے روسی تھے۔

یہ امر مسلمہ ہے کہ عیسائی اور یہودی عورتوں کے ساتھ نکاح کر لینا اسلام میں جائز ہے لیکن ایسے تعلقات کے نتائج تباہ کن بھی ہو سکتے ہیں یہی وجہ ہو سکتی تھی کہ جب حضرت حذیفہ بن الیمان نے مدائن میں ایک یہودی خاتون سے نکاح کیا تو حضرت عمر رضہ نے ان کو تاکید لکھا کہ تم اس عورت کو چھوڑ دو۔ حذیفہ نے پوچھا کیا یہ فعل حرام ہے حضرت عمر رضہ نے پھر جواب لکھا کہ "میں تم کو قسم دیتا ہوں کہ تم میرے خط کو پڑھ کر اسے ہاتھ سے رکھنے کے قبل ہی اس خاتون سے قطع تعلق کر لو مجھکو اندیشہ ہے کہ کہیں مسلمان تمہاری پیروی کر کے ذمیوں کی عورتوں سے نکاح کرنا شروع نہ کر دیں کہ یہ بات

مسلمان عورتوں کے لئے ایک فتنہ سے کم نہ ہوگی" بالخصوص یہ فعل سلاطین و عمال حکومت کے لئے خراب نتائج کا پیش خیمہ متصور ہوتا ہے نیز قرآن کریم کی اس آیت کے خلاف ہوتا ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ "مشرک عورت سے مشرک ہی نکاح کرتے ہیں"

ہندوستان کے اکثر مسلمان بادشاہوں نے عیش پرستی اختیار کی اور قیام حرم کے ساتھ بہت سی عورتیں رکھنے لگے۔ بعض نے ہندو عورتوں سے شادیاں کیں۔ طرفہ یہ کہ اُن کی اولاد جائز بھی متصور کی گئی۔

ترکی سلطنت کے زوال میں یہ بات بھی شامل ہے کہ سلیمان اعظم کو حرم سلطانی نے اس پر بھی آمادہ کر لیا کہ وہ شہزادوں کو محل میں بند رکھکر تعلیم و تربیت دلانے کا رواج ڈال دے اس رواج کا یہ اثر ہوا کہ تخت نشینی کے وقت تک وہ قصر شاہی کے باہر قدم نہیں رکھ سکتے تھے اس نئے رواج قفس خانہ سے وہ عیش و عشرت اور تن آسانی کے عادی ہو گئے اور ان کی منظور نظر بیگمات سلطنت کے بڑے بڑے عہدے فروخت کرنے لگیں۔

عہد بنی امیہ میں ولید ثانی کے دور میں مشرقی طرز حرم اختیار کیا گیا۔

متوکل نے جو عربی نیرو تھا رسومات و ضیافتوں سے عورتوں کو علیحدہ رکھنے کا فرمان جاری کیا۔

باب ششم

سرگذشت نسواں

اسلامی نقطۂ نظر کے علاوہ دنیا میں عورتوں کے ساتھ کیا سلوک ہوا اس کا تذکرہ بھی ضروری ہے۔ یہ امر مسلّمہ ہے کہ خلقی طور پر عورت یقیناً مرد سے کمزور ہوتی ہے تاہم اس کی ساخت میں اہل مغرب نے کچھ خصوصیات بھی پائی ہیں۔

ساخت

مغرب والوں نے تحقیقات سے ثابت کیا ہے کہ پانچ برس کی عمر تک لڑکے بمقابلہ لڑکیوں کے لانبے رہتے ہیں سات سال کی عمر کو پہنچکر دونوں برابر ہو جاتے ہیں نو سال کی عمر سے بارہ سال کی عمر تک لڑکے پھر بڑھ جاتے ہیں لیکن تیرہ اور پندرہ سال کی عمر کے درمیان لڑکیاں پھر لڑکوں کے برابر ہو جاتی ہیں پندرہ سال کے بعد ترقی جسم میں نسل ذکور اپنی برتری جاری رکھتی ہے۔

اوسط درجہ کی عورت کا دماغ بمقابلہ اوسط درجہ کے آدمی کے چھوٹا ہوتا ہے اس وجہ سے کہ عورت کا قد مرد کے قد سے نسبتاً چھوٹا ہوتا ہے۔

پختہ عمر کے مرد و زن کی جسمانی تنقیح سے جو بعد موت فوراً کی گئی یہ ظاہر ہوا کہ مرد میں پٹھوں اور چربی کا وزن بیالیس۴۲ اور اٹھارہ۱۸ کے

تناسب سے ہوتا ہے اور عورت میں چھتیس[۳۶] اور اٹھائیس[۲۸] کا ہوتا ہے یعنی عورتوں میں بمقابلہ مردوں کے زیادہ چربی ہوتی ہے چنانچہ چالیس[۴۰] سال کی عمر میں مرد اپنے انتہائی وزن کو پہونچ جاتا ہے جبکہ عورت پچاس سال کی عمر میں پہونچتی ہے۔

بالعموم کسی مرد اور اُس کی زوجہ کا جب وہ قریب بیٹھے ہوں مشاہدہ کیا جائے تو اُن کے قد میں کوئی نمایاں فرق نہیں ہوگا لیکن جب دونوں کھڑے ہو جائیں تو مرد بیّن طور پر لانبا ہوگا اس کی وجہ یہ ہے کہ لمبائی میں عورت کا دھڑ بمقابلہ مرد کے زیادہ لانبا ہوتا ہے اگر جسم کی پوری لمبائی سو[۱۰۰] سے ظاہر کی جائے تو یوروپین مرد کے دھڑ کی لمبائی اندازاً تینتیس[۳۳] اعشاریہ پانچ[۵] اور یوروپین عورت کی چھتیس ہوگی۔

اگرچہ عورتوں کا دھڑ نسبتاً لانبا ہوتا ہے لیکن ہاتھ پیر چھوٹے ہوتے ہیں۔ عورت کے چھوٹے بازو بجا طور پر اس کو بمقابلہ مرد کے طفلانہ حرکات کے قریب تر کر دیتے ہیں لیکن یہ امر واقعہ اُس مرد کے لیے جو یہ ثابت کرنا چاہے کہ عورتیں مردوں سے کم درجہ پر ہوتی ہیں کوئی بڑی وقعت نہیں رکھتا ہے کیونکہ عورت بجا طور پر جواب دے سکتی ہے اور دیا بھی ہے کہ چونکہ ہر وحشی اور لنگور کا اگلا بازو عام طور پر لانبا ہوتا ہے لہٰذا مرد بمقابلہ عورت کے لنگور اور وحشی سے قریب تر ہوتا ہے۔

ایک اور امر واقعہ جو مردوں کو پریشان کرتا ہے وہ یہ ہے کہ

عورت کا جابڑہ مرد کے مقابلہ میں اناثی اور نسوانی کی نسبت سے ہوتا ہے اور بڑا جابڑہ ادنی درجہ کے انسان یعنی لنگور کی خصوصیت ہوتی ہے اس سے یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ یقین عامہ کے برعکس مرد بمقابلہ عورتوں کے زیادہ بکواس کرنے والے ہوتے ہیں۔ مسلمہ طور پر عورت کا جابڑہ مرد سے چھوٹا ہوتا ہے۔

عورت کے شانے فطرتاً اس کے کولہوں سے چھوٹے ہوتے ہیں مرد کا معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے۔ عورت کے کولہے مرد کے کولہوں سے بدرجہ اوسط چار انچ بڑے ہوتے ہیں۔ بیس سال کی عمر پر پیمائش واقعی سے معلوم ہوا کہ عورت کولہوں کے گرد مرد کے مقابلہ میں نصف انچ کم تھی پھر جب اسی عمر کے برابر قد والے مرد اور عورتوں کو لیا گیا تو کولہوں کی گولائی عورتوں میں بمقابلہ مردوں کے چھ انچ زیادہ تھی۔

گذشتہ ایک سو برس کے اعداد وشمار سے ظاہر ہوا ہے کہ پانچ سے پندرہ سال کی عمر کے بچے قطع عضو بمقابلہ مردوں کے بہتر طور پر برداشت کرتے ہیں اور عورتیں مردوں کے مقابلہ میں زیادہ اچھی طرح برداشت کرتی ہیں قطع عضو کے اعداد سے ثابت ہو چکا ہے کہ ایک ہزار دو سو چوالیس مردوں میں چار سو اکتالیس اموات واقع ہوئیں یعنی پینتیس اعشاریہ پانچ فیصدی اسی کے مقابلہ میں عورتوں کی دو سو چھیاسی میں تراسی اموات کی یعنی انتیس اعشاریہ تین فیصدی شرح تھی۔

اعداد وشمار سے ظاہر ہوا ہے کہ وہ عورتیں جن کی پیدائش

موسم بہار میں ہوتی ہو زیادہ عرصہ تک زندہ رہتی ہیں کیونکہ سال کے
اس موسم میں پیدا ہونیوالوں میں سب سے زیادہ قوت ہونا خیال کیا گیا
ہے اور یہ پیدائش لازمی طور پر اناث کی ہونا چاہئے کہ یہ ہی صنف نازک
باوجود اپنی تمام کمزوریوں کے ثابت کرچکی ہے کہ وہ بمقابلہ مرد کے زیادہ
قوت برداشت کی حامل ہوتی ہے۔

۱۹۳۶ء کے جرمنی اعداد سے یہ معلوم ہوا کہ دس لاکھ مردوں
میں دو سو دس اور دس لاکھ عورتوں میں تین سو دس کی عمر ایک سو برس
کی ہوتی ہے۔

ایک لاکھ اشخاص ذکور میں سے جو ایک ہی دن پیدا ہو گئے ہوں
چھیاسٹھ سال گذرنے پر نصف سے زائد زندہ پائے جائیں گے یہ ہی
تناسب ایک لاکھ عورتوں کی بابت اڑسٹھ سال گذرنے پر صادق آئے
گا۔ کل مردوں میں سے ایک تہائی سے زیادہ بہتر سال تک زندہ رہتے
ہیں اور کل عورتوں میں سے ایک تہائی پچہتر سال تک زندہ رہتی ہیں۔

انگلستان میں ایک ہزار میں سے سات سو پچاس مرد پچاس
سال کی عمر تک اور منجملہ ایک ہزار عورتوں کے سات سو نوے عورتیں
نصف صدی کی عمر حاصل کرتی ہیں۔ ایک صدی عمر پانیوالوں کے اعداد
اور بھی تعجب خیز ہیں۔ یعنی ایک لاکھ مردوں میں سے پندرہ اور ایک لاکھ
عورتوں میں تریسٹھ۔ فرانس میں ایک صدی عمر پانیوالوں میں سے ہر دس
میں سات عورتیں بقیہ یورپ میں اکیس میں سولہ عورتیں تھیں۔ حرا کی

متحدہ امریکہ میں ۲ ہزار پانچ سو تراسی عورتیں بمقابلہ ایک ہزار تین سو
اٹھانوے مردوں کے سَو برس کی عمر تک زندہ رہتے ہوئے پائی گئی
ہیں۔ بایں ہمہ وسط عمر عورت کے لیے بمقابلہ مرد کے زیادہ خطرناک
ہوتی ہے۔

عورتوں کی امید زیست بمقابلہ مردوں کے تین اعشاریہ تین برس
زیادہ ہوتی ہے اس کے کئی وجوہ ہیں۔ عورتوں میں جسمانی برداشت کی
زیادہ قوت مقابلہ ہوتی ہے اُن کو کم پریشانیاں ہوتی ہیں اور اُن کی زندگی
بالعموم بہت محفوظ رہتی ہے۔

کسی مرد کی مدت حیات میں جو معتدل زندگی بسر کرتا ہو اور جس کے
اعضاء تندرست ہوں تیس[۳۰] اور پچپن کی عمر کے درمیان بہترین زمانہ ہوا
کرتا ہے اور عورت کا پچیس[۲۵] اور چالیس کی عمر کے درمیان

عرب قدیم

ریگستان گوبی۔ ترکستان۔ پومی رینیا۔ جاوا۔ برزل
اسکینڈی نیویا۔ ہانڈوراز۔ جنوبی افریقہ۔ کانگو۔
شمالی امریکہ حتیٰ کہ آرکٹک میں اصل گہوارہ تمدن کی جستجو کی جا چکی ہے
ماہرین و مستشدین حال نے جس مقام کے لئے سب سے زیادہ زور
دیا ہے وہ ممالک عرب ہیں جہاں سب سے زیادہ قدیم آثارات پتھر
کی عمارتوں کے پائے گئے ہیں۔ معین۔ سبا۔ نینوا۔ بابل۔ یور۔ کش۔
نیپر۔ یوروق یا اریق۔ نعاش۔ ادب۔ ممالک عرب کے وہ شہر ہیں
جہاں کھدائی کی مہمات کی گئیں اور یہ شہر قدیم ترین تمدن کا نمونہ ثابت

ہوئے ہیں۔ دستیاب شدہ آثارات سے قدیم روایات عرب کی پوری طرح تصدیق ہوتی ہے اور بلاشبہ واضح ہوتا ہے کہ دنیا کے تمام رسم و رواج اور عقائد و اوہام کا سرچشمہ یہی ممالک عرب تھے۔

ایک زمانہ وہ تھا کہ عرب کا ہر گھر میکدہ بنا رہتا تھا۔ گھر کی عورتیں ساقی بنا کرتی تھیں۔ مغنیہ عورتیں گاتی بجاتی تھیں اور اسی عالم مخموری میں بے شرمی کی باتیں ہوتی تھیں۔ شراب پر صدہا اشعار کہے جاتے تھے جیسا کہ قبیلہ تغلب کا ایک شاعر کہتا ہے کہ "اے عمرو کی ماں تو نے ہم سے پیالہ ہٹا لیا حالانکہ پیالے کا دور داہنی طرف تھا پھر تیرا وہ ہم نشین جس کو تو نہیں پلاتی تین میں سب سے بدتر نہیں ہے"

عورتیں کاہنہ ہوا کرتی تھیں جو آئندہ کی پیش گوئی کرتی تھیں۔

اہل عرب کا خیال تھا کہ ہر شاعر کے ساتھ ایک شیطان رہتا ہے۔ وہی شاعر کو اشعار القا کرتا ہے اسی لئے مخبل شاعر کی شیطانہ عمرو کی بیٹی کہی جاتی تھی۔

سفر میں جاتے تو کسی درخت میں ڈورا لپیٹ کر گرہ لگا دیتے اور واپس آکر دیکھتے اگر گرہ کھلی ہوتی تو سمجھتے کہ ان کی عورت نے بدکاری کی قمار بازی میں اپنی بیویوں کی بھی بازی لگاتے تھے۔

عرب میں عورتوں کو رہن رکھا جاتا تھا اگر میعاد معینہ کے اندر ان کو نہ چھڑایا جاتا تو مرتہن مالک ہو جاتا تھا۔ ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ کی عورتوں کو پکڑ کر بیچ ڈالتا تھا۔

دوار بُت کے گرد عورتیں اور نوجوان لڑکیاں طواف کرتی تھیں۔
امراء القیس نے کہا ہے کہ "ہمارے سامنے ہرنوں کا ایسا گلہ جس کی ہرنیاں دوار (بت) کی کنواری لڑکیاں معلوم ہوتی تھیں گویا بڑے بڑے دامنوں کی چادریں اوڑھے ہیں۔

حیرہ کے عرب بادشاہوں نے عیسائی عورتیں بھی محل میں داخل کرلی تھیں۔

اہلِ مدین (۱۳۵۰ تا ۱۴۵۰ قبل مسیح) کے شرفا خاندان کی لڑکیاں بدترین اخلاق کا نمونہ تھیں ان عورتوں نے بنی اسرائیل کے نوجوان سپاہیوں کو قابو میں لاکر سردار سے باغی کرادیا اور بتوں کے سامنے سجدہ کرایا اور ان پر قربانیاں چڑھوائیں۔

اہلِ عرب لڑکیوں کی پیدائش سے ناخوش و ناراض ہوتے تھے اور ان کو ہلاک بھی کردیتے تھے۔

عرب کے لوگ زنا کو جائز سمجھتے تھے فاحشہ عورتیں گھروں کے سامنے جھنڈیاں لگاکر بیٹھتی تھیں۔ اور صاحب الرّایات کہلاتی تھیں ان کی اولاد جائز سمجھی جاتی تھی۔ رؤسا لونڈیوں کو حکم دیتے تھے کہ بدکاری کے ذریعہ سے کچھ کما لائیں اور ان کی نذر کریں۔ کوئی دلیر و قوی شخص ہوتا تو اپنی عورت کو اُس کے پاس بھیجدیتے کہ اس سے ہم بستر ہو۔ اس طریقہ پر جو بچہ پیدا ہوتا تو یقین کرلیتے کہ اُس میں بھی قوت و دلیری کے اوصاف ہوں گے۔ کچھ مرد جن کی تعداد بیک وقت دس سے زیادہ نہیں ہوتی تھی کسی عورت کے پاس

جاتے اور سب اُس سے ہم بستر ہوتے عورت حاملہ ہو کر جب بچہ جنتی تو اُن سب کو بلواتی اور اُن میں سے کسی ایک سے کہتی کہ یہ بچہ تمہارا ہے اُس شخص کو ماننا پڑتا اور وہ بچہ اُسی مرد کا کہا جاتا اگر کسی فاحشہ عورت کے بچہ پیدا ہوتا تو وہ قیافہ شناس کو بلاتی وہ بچہ دیکھکر کہتا کہ فلاں مرد کا بچہ ہے عورت اُس مرد کو بلا کر کہتی کہ یہ بچہ تمہارا ہے۔

ایک دستور یہ تھا کہ عورت سے مدت معینہ کے لئے تعلق عقد کر لیتے اور مدت گذر جانے کے بعد عورت کی اجرت معینہ ادا کر کے اس کو الگ کر دیتے اس کو متعہ کہتے تھے۔

عورتوں کو اکثر گھوڑے کی دُم سے باندھ کر گھوڑے کو سرپٹ دوڑا دیتے جس سے اُن کے بدن کے ٹکڑے اڑ جاتے تھے سلاطین اور رؤسا عرب بیشتر یہ سزا دیا کرتے تھے۔

عہد جہالت کے حج میں ہزاروں آدمی برہنہ ہو کر کعبہ کا طواف کرتے اور یہی حال عورتوں کا بھی ہوتا تھا۔ نہاتے وقت پردہ نہیں کرتے تھے کھلے میدان میں ننگے ہو کر نہاتے تھے نہ پاخانہ پیشاب کے وقت پردہ کرتے تھے۔ آپس میں ایک دوسرے سے اپنی عورتوں سے ہم صحبتی کے حالات بیان کرتے تھے۔ سوتیلی ماں کو وراثت میں حاصل کر کے اس کو اپنی زوجیت میں لے لیتے تھے۔

متروکہ میں عورتوں کو کچھ نہیں دیتے تھے ان کا اصول تھا کہ ترکہ اُسی کو ملنا چاہیئے جو تلوار چلا سکے۔

مفتوحہ قبیلہ کی عورتیں عین میدان جنگ میں فاتحین کے تصرف میں لائی جاتیں۔ اگر صلح ہو کر عورتیں واپس کی جاتیں تو ان کو بدستور گھروں میں داخل کر لیا جاتا۔ فاتحین اس تصرف پر ناز کرتے۔ بنو غبسہ نے جب بنو عامر پر فتح پائی تو اُن کی عورتوں کو عین میدان جنگ میں رسوا کیا۔ فرزدق شاعر نے اس واقعہ کی طرف ذیل کے شعر میں اشارہ کیا ہے:۔
"تو لوگ عورتوں پر متصرف ہو گئے، اور اگر کوئی پردہ درمیان میں تھا تو صرف نیزے تھے"۔

طلاق کے لئے کوئی شرط اور عدت نہیں تھی جب تک شوہر چاہتا عورت شوہر سے علیحدہ رہتی اور کسی اور سے شادی بھی نہیں کر سکتی تھی نکاح کی کوئی تعداد نہیں تھی آٹھ آٹھ دس دس بیویاں رکھنا معمولی بات تھی۔ حقیقی بہنوں کے ساتھ بہ یک وقت نکاح جائز تھا۔ ایام کے زمانہ میں عورتوں کو علیحدہ کر دیتے اور اُن کے ساتھ کھانا پینا چھوڑ دیتے تھے۔

عورت جب بیوہ ہو جاتی تو گھر سے باہر کسی تنگ کوٹھری میں اس کو رکھا جاتا اور خراب سے خراب کپڑے پہننے کو دیئے جاتے کسی قسم کی خوشبو استعمال نہ کر سکتی اس کیفیت میں جب ایک سال ہو جاتا تو ایک بکری یا گدھا لاتے اس سے وہ اپنا جسم مس کرتی پھر کوٹھری سے باہر نکال کر اُس کے ہاتھ میں مینگنی دی جاتی وہ اس کو لے کر پھینک دیتی تب سوگ سے نکلنے دی جاتی

عورت کا مہر باپ کو ملا کرتا تھا عورت کو مہر سے کوئی علاقہ نہ ہوتا۔

گھر میں لڑکی پیدا ہوتی تو بڑا غم ہوتا اور باپ کو نہایت شرمندگی ہوتی اسی بناء پر دختر کشی رائج ہو گئی۔ لڑکی کو زمین کھود کر زندہ گاڑ دیتے جس کو عربی میں وأد کہتے تھے۔

عورت بیوہ ہو کر شوہر کے ورثاء کی میراث ہو جاتی تھی ان میں جو کوئی اگر بیوہ پر چادر ڈال دیتا تو وہ اس کی جائز مدخولہ ہو جاتی۔

اجنہ مذکر اور مؤنث دونوں مانے جاتے تھے۔ مؤنث اجنہ کو سعلاۃ کہتے تھے۔ عمرو بن یربوعہ ایک سربرآوردہ شخص تھا۔ اس نے سعلاۃ سے نکاح کیا اس سے اولاد ہوئی اور کہا گیا کہ بلقیس ملکہ یمن سعلاۃ ہی کے بطن سے تھی۔

متاخر زمانہ کے جو آثارات دستیاب ہوئے ہیں ان میں بیل کے سر کا نقش مرد یا عورت کی تصویر بھی بنی ہے بعض میں مقدس مذہبی درخت کی تصویر ہے جس کے سامنے اس کے پجاری موجود ہیں۔ بیل کے علاوہ سانپ وغیرہ کی برنجی مورتیں بھی ملی ہیں اہل عرب سانپ کو نہیں مارتے تھے۔

بابل کے کھنڈروں میں جو آثارات ملے اور کتبات پڑھے گئے ان میں مذکر معبودوں کے علاوہ مونث دیویوں کے نام بھی ہیں۔ سین (چاند) شمش (سورج) اشتار (محبت و حسن کی دیوی)، بیلیت الین (طاقت کی دیوی) کے نام پائے گئے ہیں۔

مسلمانوں کو دوسری یا تیسری صدی میں یمن کے ایک کتبہ میں یہ تحریر ملی تھی کہ "شمر یرعش بادشاہ نے یہ سورج دیوی کے لئے بنایا" صنعاء کے کلیسا میں کعیت اور اس کی بی بی کے دو بت پوجے جاتے تھے۔ قبائل اوس و خزرج کی مخصوص دیوی مناۃ تھی۔ مقام نخلہ پر ایک دیوی تھی جس کا نام عزیٰ تھا۔

حجر کے قبطی کتبوں میں سے ایک کتبہ کا اندراج بدیں معنی ہے:۔

"یہ قبرستان کلم بنت وائلہ بنت حرم اور اس کی لڑکی کلیبہ نے اپنی اور اپنی اولاد کے لئے ماہ طیبہ میں حارث شاہ انباط محب قوم کی نویں سال جلوس میں بنوایا۔ ذوالشری اور رغبیشی اور لات اور عمنر اور منوت اس پر لعنت کریں گے جو اس قبرستان کو فروخت کرے گا یا مول لے گا یا رہن رکھیگا یا کوئی لاش نکالے گا۔ یا اس میں کلم اور اس کی بیٹی اور اس کی اولاد کے علاوہ کسی اور کو دفن کرے گا اگر کوئی اس وصیت کے خلاف ورزی کرے تو ذوالشریٰ۔ ہبل اور منوات اس پر پانچ لعنتیں بھیجیں اور کاہن اس پر جرمانہ کرے جس کی تعداد ایک ہزار درہم حارثی ہو....."

ایک کتبہ کے پڑھنے سے معلوم ہوا کہ حضرت یوسفؑ کے زمانہ میں یمن میں ایک ملکہ تھی جس کا نام تاجہ تھا اور اس نے زمانہ قحط میں قاصد کو حضرت یوسفؑ کے پاس روانہ کیا تھا چنانچہ ابن ہشام (۲۰۶ھ) نے لکھا ہے کہ یمن میں ایک دفعہ سیلاب سے ایک قبر کھل گئی تو ایک عورت کی لاش برآمد ہوئی اس کے گلے میں موتیوں کے سات ہار اور انگلیوں میں

مرصع انگوٹھیاں تھیں اس کے سرہانے ایک لوح تھی جس پر یہ کتبہ تحریر تھا:۔
"تیرے نام پر جو حمیر کا خدا ہے میں ذوشفر کی بیٹی تاجہ ہوں میں نے
اپنے قاصد کو یوسفؑ کے پاس بھیجا تھا اس نے جب دیر لگائی تو میں نے چاندی
پھر سونا بھیجا لیکن کچھ حاصل نہ ہوا پھر میں نے حکم دیا کہ میرے جواہرات پیس کر آٹا
بنایا جائے لیکن وہ بیکار رہتا جو شخص میرا حال سُنے اس کو میرے حال پر رحم کرنا
چاہیے جو عورت میرے زیور پہنے گی وہ میری ہی موت مرے گی"
تدمر ملک شام (عرب) کا ایک مشہور مقام تھا یہاں کی ملکہ زبابہ تھی
جس کا نام اہل عرب میں مشہور اور ضرب المثل تھا
شمالی عرب میں عراق کے منقش آثارات قدیم سے تین چار حکمران عورتوں
کے نام دستیاب ہو چکے ہیں ایک ملکہ عرب کا نام شمسیہ تھا۔
عراق کے کتبات میں قیدار کا ذکر آیا ہے اور بنی قیدار میں دو شہزادیوں
کے نام ملے ہیں ایک زبیبی اور دوسری سمی۔
یمامہ کی زرقا کے متعلق مشہور ہے کہ وہ اس درجہ تیز نظر تھی کہ دشمن
کی فوج کو تین یوم کی مسافت سے دیکھ لیتی تھی۔
تیسری صدی عیسوی میں عرب کی ملکہ ذنوبیہ کی طاقت در سلطنت کا
دارالسلطنت تدمر تھا وہاں کے آثارات میں پچاس ستونوں کا خوبصورت
سلسلہ برآمد ہوا ہے یہ عمارت سورنا دیبی کے مندر کے لیے بنائی گئی تھی۔
خانہ کعبہ میں علاوہ بتوں کے رنگین تصاویر بھی تھیں انہیں میں حضرت
مریمؑ کی تصویر بھی تھی عرب میں عورتوں کا ایک فرقہ تھا جو بی بی مریم کو خدا

ان کی پرستش کرتا تھا۔

فرشتوں کے متعلق اہل عرب کا عقیدہ تھا کہ یہ اللہ کی بیٹیاں ہیں اُن کے نزدیک خدائی کارخانہ عورتوں ہی کے ہاتھ میں تھا اسی لئے قرآن مجید کی سورۃ النساء میں باری تعالیٰ کا ارشاد ہوا ہے کہ "خدا کو چھوڑ کر یہ عورتوں کو پکارتے ہیں"

بتوں کو بلند مقامات پہ رکھتے تھے۔ ان پہ قربانیاں چڑھاتے تھے اور بخور جلاتے تھے۔

مصر۔ یونان۔ روم ایران و ہند قدیم

ہندوستان اور کارتھیج میں اولاد کو بتوں اور دیبیوں پہ بھینٹ چڑھاتے تھے۔

ہندوستان میں دختر کشی کی کثرت تھی۔

اسپارٹا اور روم میں بدصورت اولاد کو راستہ پر پھینک دیتے تھے۔

یونان میں ارسطو اور افلاطون جائز رکھتے تھے کہ ضعیف اولاد ضائع کردی جائے۔

ہندوستان کے ویدک عہد میں عورتوں کو محکومیت و غلامی کا درجہ دیا گیا۔ کسی اعلیٰ ذات کے مرد کا کسی کمتر ذات کی عورت سے زنا کرنا جرم نہیں تھا۔ لوگ بیویوں کو رہن رکھکر قرض لیا کرتے تھے اور قماربازی میں عورتوں کی بازی لگاتے تھے۔ بدہ راہبہ کی عصمت دری کی سزا میں صرف کچھ جرمانہ تھا۔

ایران میں مانی نے یہ تعلیم دی تھی کہ دنیا سے گوشہ گیری کر کے

اس کو ویران و برباد کر دیا جائے اور ترک ازدواج سے نسل انسانی کو منقطع کر دیا جائے تاکہ بدی کا خاتمہ ہو جائے۔

ہندوستان کے جین مذہب والے ننگی مورت اور ننگے سادھوؤں کی پرستش کرتے تھے۔ گوتم بدھ جین لوگوں کے ننگا رہنے اور فاقہ کشی کر کے جان دینے کو برا خیال کرتے تھے۔

ہنود کے دیوتا مذکر و مؤنث دونوں ہوتے تھے۔ عرب سیاح جو سندھ اور دکن کے شہروں اور ساحلوں سے گذرے انھوں نے معبدوں میں پجارن عورتوں اور دیوداسیوں کی جو اخلاقی کیفیتیں لکھی ہیں وہ حد درجہ شرمناک ہیں ایک عورت کے کئی شوہر ہوتے تھے وہ بیوہ ہو کر زندگی کی ہر لذت سے عمر بھر کے لئے قانوناً محروم کر دی جاتی تھی شوہر کے مرنے پر اس کی بیوہ کو زندہ نذر آتش کر دیا جاتا تھا۔ بعض فرقوں میں عورتیں مردکو اور مرد عورتوں کو ننگا کر کے پوجتے تھے۔ شراب پی کر ایسے بدمست ہوتے تھے کہ پھر ماں بہن اپنی اور پرائی کی تمیز باقی نہیں رہتی تھی اور اس کو وہ نیکی کا کام سمجھتے تھے۔ راجاؤں اور امراء کی بیویوں کی تعداد مقرر نہ تھی عورتیں فروخت کی جاتی تھیں۔

مصریوں نے جب عورتوں کو بادشاہ بنانا شروع کیا تو شام کے بادشاہ ولید بن دومع نے ان پر حملہ آوری کی اور مصریوں کو اس کی بادشاہی قبول کرنا پڑی۔ مصر میں کئی مشہور حکمراں عورتیں گذری ہیں جن میں کلوپیٹرا حاتشوفیط۔ اور حطاری زیادہ نامور رہی ہیں۔

ایران میں باپ کا بیٹی کو اور بھائی کا بہن کو زوجیت میں داخل کرنا معمولی بات تھی پانچویں صدی عیسوی کے وسط میں یزدجرد وہاں کا بادشاہ تھا اس نے اپنی بیٹی سے عقد کیا اور اس کے بعد بیٹی کو قتل کر دیا۔ عورتوں کو بد اخلاق اور بے وفا سمجھنا اور اُن پر کوئی اعتماد نہ کرنا ایران کے قدیم تمدن کا جزو اعلیٰ تھا۔ قباد اول کے زمانے میں ایک شخص مزدک گزرا۔ اس کی تلقین تھی کہ عورت اور دولت کسی ایک شخص کی ملکیت نہیں ہو سکتی ان کو کُل جماعت میں مشترک رکھنا چاہیے۔ مزدک کے نزدیک کسی ایک مرد کی بیوی کسی دوسرے مرد کے ساتھ ہم بستر ہو سکتی تھی اس اصول کو عیش پرستی اور ہوس رانی کی خاطر امیر اور غریب دونوں نے بخوشی مان لیا تھا۔

۱۴۱۵ء کی ایک روایت بیان کی گئی ہے کہ روم میں پادریوں کے ایک اسقف اعظم سینٹ سرل کی ملاقاتی خاتون ہلیشیا نامی تھی ایک دن وہ درسگاہ سے واپس آ رہی تھی کہ راہبوں کے ایک گروہ نے اس پر حملہ کر کے گاڑی سے اُتار لیا پھر اس کو ننگا کیا اور گھسیٹتے ہوئے تفریح گاہ میں لائے وہاں پادری پیٹر کے گرز سے اُس کا خاتمہ کر دیا۔

ہندوستان کا ایک قدیم رواج یہ بھی ہے کہ لڑکیوں کی شادی کم سنی میں کی جاتی ہے۔ عورتیں جائداد کی مالک نہیں ہو سکتیں۔ لڑکی کو مصیبت کی جڑ اور لڑکے کو آسمانی روشنی کہا جاتا تھا۔ شاہزادیاں اپنے شوہر خود پسند کرتی تھیں جس کے لئے سوئمبر کا رواج تھا۔ عورتوں کو تعلیم سے محروم رکھا جاتا تھا برہمن لڑکی غیر برہمن سے شادی نہیں کر سکتی تھی۔ بیوہ کی شادی ناجائز تھی۔ نیچے طبقہ

کے لوگ بالکل برہنہ رہتے تھے۔ عورتیں کمر کے نیچے صرف ایک کم چوڑا کپڑا لپیٹ لیتی تھیں۔ تعلیم کے متعلق ان کا یہ کہنا تھا "عورت کو تعلیم دینا ایسا ہے گویا بندر کے ہاتھوں میں چھری کا دیدی" پردہ بالکل مفقود تھا۔ رگ وید کے ایک منتر میں یہ کہا گیا ہے کہ "یہ مبارک دلہن ہے آؤ اس کو دیکھو" دوسرے منتر میں یہ امید ظاہر کی گئی ہے کہ "اے دلہن تو شاد اور مطمئن رہ کر عام جلسوں میں تقریر کرنے کی ہمت حاصل کر" جب کسی حسین یا خوشنما شے کا تذکرہ کرنا ہوتا تو شاعران وید اُس خوش پوشاک خاتون کا تخیل کرتے جو کسی کام کے لئے باہر جارہی ہو اور یہ تشبیہ معینہ معیار ہوتی تھی۔ ترقی معاشرت کے زمانہ میں لڑکے اور لڑکیاں ساتھ ساتھ پڑھتی لکھتی تھیں چنانچہ لوا اور کشنا نے اتریوی کے پاس تعلیم حاصل کی تھی جس کی کتنی والمکی میں تھی۔ مالتی مادھو کے پڑھنے سے یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ کمندکی نے مالتی اور مادھو کی شادی کرانے میں گہری دلچسپی لی تھی اس لئے کہ وہ اُن کے والدین کے ساتھ ہم مکتب رہ چکی تھی۔ ویدوں سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اکثر عشقیہ شادیاں بھی ہوا کرتی تھیں اور قبل مناکحت عاشق و معشوق ایک دوسرے سے ملاقاتیں کرتے تھے اور ایک دوسرے کے ساتھ سیر کیا کرتے تھے۔ کہا مہترا میں عشقیہ شادیوں کی زیادہ تفصیلات مذکور ہیں جس سے واضح ہوتا ہے کہ ہندو قوم میں کسی قسم کا پردہ نہیں تھا۔ رزمیہ نظموں میں بھی پردے کا وجود نہیں پایا جاتا تھا رغاسہ میں دروپدی کا سب کے سامنے آنا ثابت کرتا ہے کہ پردے کا کوئی سوال ہی نہ تھا۔ اسی طرح نہ تو کنتی نہ

ہی گنڈ ہری پردہ کرتی ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔ اجودھیا کو واپس آنے کی ترغیب دینے کے لئے جب بھرت کے ساتھ کوشلیا۔ کیکئی اور سومترا چترکوٹ جاتی ہیں تو کسی جگہ یہ بیان نہیں کیا گیا کہ وہ ڈیرے خیموں میں کسی پردے کے ساتھ گئی تھیں۔ ہندو ڈرامہ "سواپنا وساودتا" میں پدمنی ہیروئن بے پردہ دکھائی گئی ہے۔

ہندو اپنی عورتیں اور لڑکیاں مندروں کے لئے بھی وقف کر دیا کرتے تھے۔

قدیم قانون روم میں باپ کو سب سے زیادہ اختیارات حاصل ہوتے تھے اُس کو اپنے افراد خاندان کے متعلق زندگی اور موت کا اختیار حاصل ہوتا تھا وہ ان کو فروخت بھی کر سکتا تھا روم کی نابالغ یا غیر شادی شدہ لڑکی یا عورت تاحیات پدر اپنے باپ کے اور بعد ممات پدر اپنے سب سے قریبی رشتہ دار ذکور کے قبضہ و اختیار میں رہتی تھی شادی ہو جانے پر وہ کلیتاً اپنے شوہر کے اختیار و تصرف میں آ جاتی تھی۔

سری رامچندر جی کے والد مہاراجہ دسرتھ کی تین بیویاں تھیں۔ سری کرشن جی کی سینکڑوں بیویاں تھیں آٹھ عام طور تسلیم کی گئی ہیں۔ راجہ پانڈو کے جدامجد کی دو بیویاں تھیں راجہ شنتنو اور راجہ ویچترا ویرج کی دو دو بیبیاں تھیں۔

ہرش وردھن جو ۶۰۶ء سے ۶۴۷ء تک حکمران تھا اُس کی بہن راجشوری کی شادی بارہ سال کی عمر میں ہوئی تھی ہرش کی ماں شوہر کے بعد

جل کر مر گئی تھی لیکن راجیشوری کو ہرش نے اس وقت بچالیا جب کہ وہ جل کر مرنے کی تیاری کر رہی تھی۔

راجپوتوں کی عورتیں بہادر ہوا کرتی تھیں۔ ہندو میں اکثر حکمراں عورتیں بھی ہوئی ہیں۔ بارہویں صدی عیسوی کے آخر میں کاکتی خاندان کا راجہ گنپتی ہوا۔ اس کی وفات کے بعد اس کی بیٹی رودرماں نے بتیس[۳۲] سال تک ملک دکن میں حکومت کی۔

مورخ البیرونی کے بقول ہندو مغرور ہوتے تھے غیر ملکیوں کے ساتھ برا برتاؤ کرتے تھے۔ ذات پات کی تفریق تھی۔ کم عمری کی شادی کا رواج تھا۔ ماں باپ شادی کا معاہدہ و انتظام کرتے تھے۔ طلاق کا ہمیشہ سے کبھی کوئی نشان نہیں پایا گیا۔ بیوہ کی دوسری شادی نہیں ہوتی تھی۔

مرہٹہ راجہ رام ۱۷۰۰ء میں فوت ہوا۔ اس کے بعد اس کی رانی تارابائی مغلوں سے برسرپیکار رہی یہ رانی نہایت دانشمند اور بیدار مغز تھی۔

مغل بادشاہ اکبر نے ستی کی رسم ممنوع قرار دی۔ اس بادشاہ نے کم سنی کی شادی کا بھی انسداد کیا تھا لیکن خود اس کی کئی بیویاں تھیں۔ حرم سرا میں مسلمان بیگمات اور ہندو خواتین کی مساوی عزت ہوتی تھی۔

اورنگ زیب کے زمانہ میں ہندو نے ایک نئے فرقہ کی ایجاد کی تھی یہ لوگ بھگتی اور مساوات کے وعظ کہتے تھے۔ مرد و عورت وِشنو یا کرشن جی کی پوجا کے لئے مندر میں جمع ہوتے تھے۔ ذات پات کی تقسیم کو مذموم سمجھتے تھے۔

اڑلیسہ میں کھوند قوم کے لوگ آدمیوں کی قربانی کرتے تھے۔ عورتوں کو فروخت کرتے تھے۔ کاٹھیاواڑ اور راجپوتانہ کے بعض حصوں میں دختر کشی کا رواج تھا۔ ۱۸۳۲ء کے قانون کی رو سے ان باتوں کا معہ ستی کے انسداد کیا گیا اور غلامی کو بھی ممنوع قرار دیا گیا۔

اوائل زمانہ عیسائیت میں کفر یہ بت پرستی بھی خفیہ طور پر ہوتی تھی ایسے بت پرستوں کو جادوگر کہا جاتا تھا عیسائی گرجا نے ایسے لوگوں پر جادوگر۔ شیطان اور کافر ہونے کا الزام لگایا تھا۔ سب سے پہلی ڈائن عورت ۱۴۲۴ء میں روم میں جلائی گئی۔ جیمس اول (۱۶۰۳ء تا ۱۶۲۵ء) بادشاہ انگلستان کے عہد حکومت میں سینکڑوں عورتیں ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر اسی جرم میں بے گناہ ماری ڈالی گئیں آخری ڈائن اندلس میں ۱۷۸۱ء میں جلائی گئی۔

یہ بات بھی مانی ہوئی ہے کہ ممالک یورپ میں عورتیں حکمراں ہوتی رہی ہیں۔

لنکا کی قدیم چٹانوں میں مصوری کے آثارات دستیاب ہوئے ہیں جو پانچویں صدی قبل مسیح کے ہیں اُن میں ایسی نوجوان عورتوں کی تصویریں ہیں جو نصف حصہ جسم تک بادلوں سے گھری ہوئی ہیں اور زمین پر پھول برسا رہی ہیں۔

جنوبی اطالیہ میں پانچویں صدی قبل مسیح کے آخر حصہ میں ایک نامور مصور گذرا ہے جو برہنہ عورتوں کی تصویر کشی میں مشہور تھا۔

آئی اور دنیا کا بہترین مصور چھٹی صدی قبل مسیح میں اپیلیس تھا اس نے اپنی بہترین صنعت "ایفرو ڈائٹ انابو میں" نامی تصویر میں ظاہر کیا ہے اس تصویر میں اس نے یونان کی "حسن کی دیوی" کو دکھایا تھا جو سمندر میں پیدا ہو کر جب باہر نکلتی ہے تو اپنے بالوں سے پانی نچوڑ رہی تھی۔

رومن لاگے موجب جو کہ یورپ کا سنگ بنیاد تھا عورتوں کے حقوق یہ تھے کہ وہ شادی کے بعد شوہر کی زر خرید جائداد ہو جاتی تھی اس کا کل مال و متاع شوہر کا ہو جاتا تھا وہ جو کچھ زر و مال پیدا کرتی تھی سب شوہر کا مملوک ہوتا تھا۔ وہ کوئی عہدہ نہیں پا سکتی تھی۔ وہ کسی کی ضامن نہیں ہو سکتی تھی وہ کوئی وصیت بھی نہیں کر سکتی تھی۔

یورپ میں ایک جلسہ بدیں غرض منعقد ہوا تھا کہ آیا عورت میں روح ہوتی ہے یا نہیں۔ جلسہ نے بڑی فیاضی سے کام لے کر یہ طے کیا کہ عورت نوع انسان میں داخل ہے اس لئے ذی روح بھی ہے لیکن اس کے پیدا کرنے کی غرض صرف یہ ہے کہ مرد کی خدمت کرے۔

یہودیوں میں بھی نکاح درحقیقت عورت کا خرید لینا ہوتا تھا جس کی قیمت عورت کے باپ کو دی جاتی تھی۔

عیسائیوں میں صرف اولاد اکبر کو جائداد غیر منقولہ کی وراثت پہنچتی ہے باقی رشتہ دار بالکل محروم رہتے ہیں۔ عرب قدیم کی طرح ہندو میں صرف اولاد ذکور وارث ہوتی ہے اور قرابت دار وں کو کچھ نہیں ملتا۔

عرب میں ایک قاعدہ یہ بھی تھا کہ جب کوئی شخص مرجاتا تو اُس کے بھائی زبردستی اس کی بیوہ سے نکاح کر لیتے یا اُس کو نکاح سے باز رکھتے اور جب اُس سے کچھ رقم وصول کر لیتے تب شادی کی اجازت دیتے۔ ہنود کی اکثر ذاتوں میں یہ دستور آج تک رائج ہے۔

عیسائیوں میں صرف "زنا" کی بنا پر طلاق دی جا سکتی ہے ہندوؤں میں بھی اسی قسم کا قانون ہے یہودی بات بات پر طلاق دے سکتے ہیں کھانے میں نمک تیز ہو جائے یا اپنی بیوی سے زیادہ خوبصورت عورت ہاتھ آ جائے تو بے تکلف طلاق دی جا سکتی ہے۔

ترقی کا زمانہ

ممالک عرب میں اکثر انبیاء کے ذریعہ تبلیغ وحدانیت ہوتی رہی علی ہذا ہندوستان میں بھی ویدوں میں وحدت الوجود کا سبق درج ہے اور کرشن جی سے بزرگ تبلیغ وحدانیت کرتے رہے۔ انبیاء کے زمانہ میں اخلاقی اور معاشرتی ترقی ہونے کے آثار پائے گئے ہیں۔ اور عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی مثالیں موجود پائی گئی ہیں۔

سب سے قدیم مجموعہ قوانین وہ ہے جو حمورابی شاہ بابل نے ۲۲۵۰ قبل مسیح میں مرتب کیا تھا اس میں قانون ابراہیمی کا اعادہ کیا گیا ہے۔ حمورابی کے اس قانون کی کل تین ہزار چھ سو سطریں ہیں جو مٹیار کے گرد منقوش ہیں۔ بابل کے اس چار ہزار سالہ مجموعہ قوانین کی ایک بہترین اور دلچسپ صورت عورتوں کے ساتھ وہ اعلیٰ سلوک ہے جو

اس میں نمایاں کیا گیا ہے یہ ازدواجی قانون اکثر معاملات میں اُن قوانین سے مطابق ہے جو فی زمانہ متمدن ممالک میں رائج ہیں اُس قانون کی رُو سے عورتوں کو عملاً جملہ حقوق مثل شہری مردوں کے حاصل تھے اور وہ آزادی کے ساتھ تجارت اور علمی مشاغل میں حصہ لیتی تھیں۔ اس میں ایسے مسائل بھی شامل تھے جن سے بیوہ۔ یتیم اور غریب عورتوں کی حق رسی مقصود تھی۔ مینار کے بالائی حصہ پر حمورابی کا یہ اندراج ہے کہ اس کو یہ قانون سورج دیوتا سے عطا ہوا تھا۔ دراصل قانون مذکور کی حقیقت ہرگز الہامی نہیں ہے بلکہ وہ ایک باترتیب و مختصر بیان متعدد قوانین سابقہ ہے جو اس قانون سے کہیں زیادہ پرانے تھے۔ یہ مینار آٹھ فیٹ بلند مردوک دیوتا کی معبدگاہ واقع بابل سے برآمد کی گئی ہے۔

بابل کی طرح مصر و یونان میں بھی عورتوں کو معاشرت میں اعلیٰ درجہ حاصل تھا مصری قانون قدیم کی رُو سے جائدادیں وراثت ماں کی طرف سے ملا کرتی تھی البتہ اُن کے قانون میں بھائی اور بہن کی مناکحت جائز تھی بلکہ قابلِ تحسین متصور ہوتی تھی یہ اصول اس امر واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اس قسم کی شادیاں شاہی حلقوں میں بکثرت رائج تھیں۔ مصریوں کے منتشر کتبات سے پتہ چلتا ہے کہ اُن کا مجموعہ قانون پانچ ہزار سال پرانا ہے۔ اُن کے قانونی نظریے عاقلانہ اور منصفانہ ثابت ہوتے ہیں۔

جزیرہ کریٹہ کا ایک قدیم شہر گورٹائن تھا وہاں متعدد محرابی کتبات دستیاب ہوئے ہیں جو ۷۵۰ھ اور ۶۰۰ھ قبل مسیح کے ہیں۔

نیز دیگر زمانہ کے وہ کتبات ہیں جو تقریباً سنہ ۲۵۰ قبل مسیح سے شروع ہوتے ہیں۔ گور طائن قانون کی سب سے زیادہ تعجب خیز کیفیت یہ ہے کہ اس میں قدیم خیالات کے ساتھ ساتھ اکثر نہایت ترقی یافتہ اصول پائے جاتے ہیں، جو شادی بیاہ اور خاندانی جائداد سے متعلق ہیں اس قانون سے شادی شدہ عورتوں کے حقوق ناعاقبت اندیش شوہروں کے مقابلہ میں نہایت احتیاط سے محفوظ کئے گئے اور جائداد میں لڑکوں کی طرح لڑکیاں بھی وراثت پاتی تھیں۔

ایک زمانہ میں ہندوؤں کی عورتیں آزادانہ چلتی پھرتی تھیں اور جلسوں میں شریک ہوتی تھیں کپڑا بنا جانتی تھیں شادی کے وقت لڑکی اپنے دولہا کے لئے خود کپڑا بنتی تھی بچپن کی شادی نہیں ہوتی تھی لوگ اپنی پسند سے شادی کرنے میں آزاد تھے ذات کی قید نہیں تھی برہمن نیچی ذات میں شادی کر سکتے تھے۔ عورتیں کافی آزاد تھیں اپنے شوہروں کے ساتھ یگیوں میں شریک ہوتی تھیں۔ لڑکیاں تعلیم یافتہ بھی ہوتی تھیں بعض عورتیں رشیوں کے رتبہ پر پہونچ گئیں اور انھوں نے ویدوں کے منتر تصنیف کئے۔

رومی جب زیادہ مہذب و متمدن ہوئے تو عورتوں پر حکمرانی کے ضوابط رفتہ رفتہ نرم ہوتے گئے بالآخر عیسوی کا سن شروع ہونے تک رومی عورتیں ذاتیات اور جائداد دونوں میں بڑی حد تک خود مختار ہو گئیں روم کی خاتونیں ہندوستان کی ململ اس کثرت سے استعمال کرتی تھیں کہ

روم کا مورخ پلینی اپنے ملک کا کثیر روپیہ ہندوستان چلے جانے پر تاسف ظاہر کرتا ہے۔

شاہی حلقوں کی شادیاں بعض اوقات ممالک غیر کے مابین بھی ہوا کرتی تھیں۔ عام خیال یہ ہے کہ اہل چین ریشم پیدا کرنے میں تین ہزار چھ سو سال قبل مسیح سے مشغول رہے ہیں۔ اہل ایران نے ۳۰۰ سنہ قبل مسیح میں ریشم کا اپنا کاروبار قائم کر لیا تھا اور اس کی روایت یہ بیان کی گئی ہے کہ اہل چین کے رازوں کو چین کی ایک شاہزادی نے جس کی شادی ایران کے شاہزادے سے ہوئی تھی افشا کر دیا تھا۔

پردے کی ابتدا عورتوں کو زنانہ مکان میں قید و نظر بند رکھنے کی ایجاد کو مسلمانوں کے مذہب سے وابستہ کیا گیا ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ اس جبر و ظلم کے بانی اور عورت و مرد میں عدم مساوات کے حامی صرف مسلمان اور اُن کا دین اسلام ہے سانگر نز دلیا نے ہنود کو یہ یقین دلا دیا کہ اُن کی عورتوں کا بے پردہ ہو جانا صرف مسلمانوں کی وجہ سے ہوا ورنہ اُن کے مذہب و معاشرت میں کبھی پردے کا رواج نہیں تھا۔ سر جیمس فرگوسن نے یہ فتویٰ دیدیا کہ :-

"عورتوں کی پردہ نشینی ہندوؤں کا قدیم رواج نہیں ہے بلکہ اُن کا یہ فعل غیر ملکی دستور پر مبنی ہے جس کی تعلیم اسلامی رسم سے لی گئی ہے اور جس کی ابتدا ہندوستان میں اسلامی فتوحات کے وقت سے ہوئی ہے"

مذکورہ بالا بیان کی تائید ہندوؤں نے ان الفاظ سے کی ہے :۔

ہندوؤں نے اپنے طبقۂ نسوانی کو زمانہ کی اوباشی اور دست درازی سے محفوظ رکھنے کی خاطر کم عمری کی شادی کا طریقہ اختیار کر لیا کہ اس طرح کم سن لڑکیوں کی حفاظت کے لئے اُن کے شوہر بہ شکل نگہبان دستیاب ہو گئے اور سن رسیدہ عورتوں کو زنان خانوں میں چھپا دیا گیا۔ وجہ یہ ہے کہ قرآن طلاق اور ایک سے زائد ازواج کی اجازت دیتا ہے اور شوہر کی مرضی اور خیال پر نکاح ہر وقت فسخ ہو سکتا ہے نیز اسلامی شریعت کے بموجب کوئی شخص کسی شادی شدہ عورت کو سوائے ذوی الحرام کے اگر اس کا شوہر راضی ہو بہ نظر نکاح دیکھ سکتا ہے۔ ہر مرد کی عورت کسی مرد کی زوجہ جائز ہو سکتی ہے جس کو وہ عورت پسند کر لے اور اپنے شوہر کو طلاق دینے پر راضی کر سکے۔

مسلمان حکمرانوں نے خوبصورت ہندو عورتوں کو اگرچہ وہ شادی شدہ تھیں اپنے زنان خانوں میں داخل کر لیا انھیں دست درازیوں سے بچنے کے لئے عورتوں کو دروازوں کے اندر کر لیا گیا اور ہوشیاری سے با نقاب کر دیا گیا کیونکہ ہندوؤں کو پردے کی ایجاد ہمسایہ مسلمان آبادی میں تیار شدہ مل گئی کہ اس وقت کی متزلزل قومی صورت حالی میں

ظاہری فوائد کو دیکھتے ہوئے عورتوں کی خاطر پردہ اختیار
کر لیا گیا۔ بایں ہمہ نسوانی قید کے نقائص عورتوں کی صرف
قلیل آبادی تک محدود ہیں زیادہ حصہ آبادی شودر اور ان
سے نیچی ذات کے لوگوں پر مشتمل ہے جن کی عورتیں عام طور پہ
آزادی سے چلتی پھرتی ہیں نہ صرف وہ اپنے گھروں کے قریب
جوار میں دیکھی جاتی ہیں بلکہ وہ سڑکوں، بازاروں اور کھیتوں
پر آتی جاتی ہیں بعض موقعوں پر اعلیٰ ذات کی عورتوں کو بھی
آزادی حاصل رہتی ہے تاکہ وہ تہواروں میں شریک ہوں
اور تیرتھ کو جائیں"۔

انگریزوں کا بیان اور ہنود کی مذکورہ بالا تائید قطعی لغو اور بے بنیاد
ہے۔ ہنود کی اپنی کوئی تاریخ نہیں ہے وید مختلف آدمیوں کی تصنیف و
ترمیم ہے۔ ہنود کے اعتقادات افسانوی اور غیر ملکی ہیں۔ ان کی معاشرت
کہانیوں۔ ڈراموں۔ رزمیہ نظموں اور بھاٹوں کے گیتوں پر منحصر ہے۔
مورخین متفق ہیں کہ مفروضہ قوم آریہ نے جس کی آمد ہندوستان میں ۱۵۰۰
ق م کے بعد متصور ہوتی ہے۔ قدیم باشندگان سے شادی بیاہ کر کے انھیں اپنے
میں ملا لیا تھا۔ مفتوح قوم دراوڑ تھے ان کے اور آسٹرولائڈ دراوڑ کے
دیوتا اور رسم و رواج اختیار کر لئے تھے۔ شودر بھی مفروضہ آریوں میں مخلوط
ہو گئے تھے اس طرح بقول مورخ ایچ۔ جی۔ ویلس ہندو کوئی ایک قوم نہیں
ہے بلکہ متعدد قوموں کی ایک قوم ہے۔ ہنود کو اعتراف ہے کہ انھیں مفتوح

قوم کی عورتوں سے شادی کرنا ناگزیر تھا تاکہ نسل میں کمی نہ ہو۔ ویدوں کے زمانہ ([illegible] ق م) میں لڑکیوں کے واسطے کم سنی کی شادی لازمی کر دی تھی جسکی وجہ یہ تھی کہ مفروضہ آریہ لوگ ان کی لڑکیوں کو بجبر حاصل نہ کر سکیں اور یہی سبب ستی کی رسم کا ہوا ذریعہ اور مفروضہ آریوں میں عورتوں کا تناسب اس شدت اور کثرت سے ہوا کہ بالآخر ہر دو قومیں اس بات پر مجبور ہوئیں کہ عورتوں کو منجملہ حقوق انسانیت سے محروم کر دیا جائے چنانچہ ان کو وراثت میں کوئی حصہ نہیں ملتا تھا۔ بیوہ کی دوسری شادی ممنوع تھی بلکہ اس کو شوہر متوفی کے ساتھ زندہ جلا دیا جاتا تھا۔ کم سنی کی شادی لازمی قرار دیدی تھی ذاتوں کی تفریق کر دی گئی تاکہ باہر گھر شادی بیاہ نہ ہو سکے راجہ اور امراء کئی بیویاں رکھ سکتے تھے۔ اُسی زمانہ میں نواس یعنی زنان خانہ کا رواج قائم ہوا اور علم صرف مردوں کے واسطے مخصوص کیا گیا۔ اشوک (۲۷۳ تا ۲۳۲ ق م) کے دور حکومت میں بھی ستی، بچپن کی شادی اور پردے کا رواج تھا عورتوں کے لئے زنانہ مکان مخصوص تھا۔ شنگ اور کانو خاندان کے عہد حکومت (۱۸۴ تا ۲۸ ق م) میں عورتوں پر اور بھی زیادہ سختی ہو گئی تھی۔ چینی سیاح ہیوانگ چوانگ جو ۶۳۰ء میں ہندوستان آیا لکھتا ہے کہ ذاتوں کی تفریق بہت ترقی پر ہے۔ بچپن کی شادی کا رواج ہے۔ عربوں کا پہلا حملہ ۷۱۲ء میں ہوا اُس وقت بھی بچپن کی شادی اور پردے کا رواج جاری تھا۔ برہمنوں اور امراء میں زنان خانے لازمی طور پر ہوا کرتے تھے۔ البتہ شودر اور اُن سے نیچی ذات والوں میں کبھی پردہ نہیں ہوا لیکن اُن میں بچپن کی شادی کا رواج نہایت شدت اور سختی سے جاری رہا۔ انگریز اور ہنود کا یہ اعتراض کہ ہندوستان

بھی پردے کا رواج مسلمانوں کی وجہ سے ہوا خود ہندو کی تصانیف سے باطل ہو جاتا ہے بلکہ جو اعتراض جبر و ظلم کے انھوں نے مسلمانوں سے متعلق کیے ہیں وہ خود ہندو پر بدرجۂ اتم صادق ہوتے ہیں انھوں نے ہندوستان کے اصلی باشندوں کو بہ جبر مخلوط النسل کیا اور اپنی نسل کی افزائش کے لیے اُن کی عورتوں کو زبردستی تصرف میں لائے۔

ہندوؤں کی نظموں۔ ناولوں۔ لیلاؤں۔ ناٹکوں اور کتبوں سے بھی پورے طور پر واضح ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی آمد سے صدہا سال قبل ان میں پردہ اور نواس قائم ہو چکا تھا چنانچہ بن باس کی روانگی کے لیے جس وقت سیتا جی اجودھیا کی گلیوں سے گذرتی ہیں تو راماین میں اس بات پر اظہار تاسف کیا گیا ہے کہ وہ خاتون جس کو اس وقت تک آسمان کے فرشتوں نے بھی نہیں دیکھا تھا وہ عوام الناس کی آنکھوں کا تماشہ بن گئی تھی۔ پر اتما کے ڈرامے میں سیتا جی کو نقاب ڈالے ہوئے آتا دکھایا گیا ہے حالانکہ بعد کو رام نقاب ہٹا لینے کو کہتے ہیں تاکہ اجودھیا کے غمگسار باشندے شاہزادی کا رخصتی درشن کر لیں اس ڈرامے میں دسرتھ کی رانیاں بھی بانقاب ظاہر کی گئی ہیں اور اُن کی نقاب ایسی مکمل ظاہر کی گئی ہے کہ خود دسرتھ بھی کچھ دیر تک ان کو پہچان نہ سکے۔ سوانیا وساودتا میں ہیروئن پدماوتی شادی سے قبل پردہ نہیں کرتی ہے لیکن شادی کے بعد وہ اس بات کو پسند نہیں کرتی کہ اُس کا شوہر اجنبی کے سفیر سے اس کے سامنے ملاقات کرے۔ شکنتلا کو جیسے ہی معزز خاتون کا درجہ ملتا ہے اس کو فوراً بانقاب

کردیا جاتا ہے۔

مالابار کے علاقوں میں برہمنوں کی قوم میں زمانہ دراز سے پردے کا رواج چلا آتا ہے ان کی عورتیں ایک عمر معینہ کے بعد مکان کی چہار دیواری کے اندر بند کر دی جاتی ہیں جن کو کبھی کوئی اجنبی دیکھ نہیں سکتا۔

اہل مغرب کا یہ اعتراض کہ دنیا کے جس گوشہ میں بھی پردہ کا رواج ہے وہ مسلمانوں کی وجہ سے ہے سراسر غلط ہے۔ اکثر ممالک ایسے ہیں جہاں کبھی اسلامی اقتدار نہیں رہا لیکن پھر بھی وہاں پردے کا وجود پایا جاتا ہے۔ کم و بیش سختی کے ساتھ کر دیا۔ چین اور جنوبی امریکہ کی اندلسی نو آبادیات میں پردہ رائج ہے تاتاریوں کی تاریخ میں مستشرقین لکھتے ہیں کہ ہندوستان اور قسطنطنیہ فتح کرنے سے پہلے انھوں نے پردہ اختیار کر لیا تھا۔

اگرچہ ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد سے صدہا سال قبل پردہ رائج ہو گیا تھا لیکن ہندو اس بدعت کے موجد نہیں معلوم ہوتے کیونکہ انھوں نے پردے اور قید مکان کی مثال بھی ممالک بیرونی سے حاصل کی۔

یونان وہ ملک ہے جہاں سب سے پہلے پردے اور قید مکان کی ابتداء ہوئی قدیم یونانیوں میں عام قاعدہ تھا کہ عورتوں کو سلاخ دار دروازوں کے اندر بند رکھا جاتا تھا اور بیشتر مقفل کر دیا جاتا تھا کہ وہ کسی طرح باہر نہیں نکل سکتی تھیں۔

ملک ایران جو یونان کا ہم عصر تھا وہاں بھی عورتوں کو حاسدانہ طور

پر عام نظروں سے محفوظ و مقید رکھا جاتا تھا عورت کے قریب ترین عزیزوں کے علاوہ سوائے شوہر کے اور کسی کو اُس کے چہرہ دیکھنے کا حق نہیں تھا۔

یونان کی تبتع دیگر ممالک یورپ نے کی اور اُن میں عام طور پر پردہ رائج ہوگیا جو عہدِ عیسائیت تک قائم رہا۔ اُس زمانہ میں جب کہ عیسائیوں میں بی بی مریم کی پرستش کی جاتی تھی عورتوں کو قطعی طور پر مردوں سے علیحدہ رکھا جاتا تھا اُن کو عام طور پر باہر نکلنے کی ممانعت تھی اور تنہائی میں رکھے جانے کا دستور تھا۔ رفتہ رفتہ اتنی سہولت دی گئی کہ اگر باہر نکلنا ضروری ہو تو سر سے پیر تک کپڑے سے ڈھک کر نکلا کریں۔ زیادہ ترقی کے زمانہ میں جب عورتوں کو کافی آزادی ملی تب بھی سترہویں صدی عیسوی تک تمام یورپ میں یہ رواج تھا کہ سر سے پیر تک ملبوس ہونے کے علاوہ چہرے پر جالی یا کسی باریک کپڑے کا نقاب ضرور استعمال ہوتا تھا۔ یورپ والے اس کی غلط تعبیر یہ کرتے ہیں کہ اس نقاب سے مقصود چہرے کو تمازتِ آفتاب سے محفوظ رکھنے کا تھا یہ صحیح نہیں ہے۔ اُن ممالک میں جو سرد یا انتہائی سرد رہتے ہیں تمازتِ آفتاب کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا مزید برآں وہ تمازتِ آفتاب اب کہاں گئی؟

مسلمانوں میں پردے کی ایجاد عجیب نوعیت رکھتی ہے۔ بارگاہِ ایزدی سے مسلمان عورتوں کی آزادی اور اختیارِ عمل برقرار رکھا گیا۔ سرورِ کائناتؐ اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں اور اُس کے بعد صدیوں تک مذہب

اسلام میں پردہ اور قید مکان نامعلوم شے تھی۔ بقول جسٹس امیر علی :-

اسلامی دنیا میں پردے کی ابتداء عہد بنی امیہ میں مابین ۷۶۱ء و ۸۰۰ء کے ہوئی جمہوریت اسلامیہ ختم ہو چکی تھی۔ عہد خود مختاری شروع ہو گیا تھا۔ ایسے لوگ جو بد اخلاقی اور بد مذاقی میں مشہور رہتے اسلام کے مسلمہ خلیفہ ہو گئے۔ جمعیت بد اطوار ہو گئی لہذا با رتبہ طبقہ اناث نے علیحدگی اختیار کی اور مسلمانوں نے ایرانی دستور پردے کا اختیار کیا۔"

مذکورہ بالا پردہ صرف امراء تک محدود تھا اور وہ بھی اس حد تک کہ مسلمانوں کے عام جلسوں کی شرکت سے عورتیں کنارہ کش ہو گئیں۔ یہ مشرقی طرز حرم عہد بنی امیہ میں ولید ثانی کے زمانہ حکومت میں اختیار کیا گیا تھا۔ متوکل نے (جو عربی نیرو تھا) عام رسومات اور ضیافتوں سے عورتوں کو علیحدہ رہنے کا فرمان جاری کیا۔ باوجود اس کے بارہویں صدی عیسوی کے آخر تک عورتیں مردوں سے وقار و خودداری کے ساتھ پیش آتی تھیں ضیافتیں کرتی تھیں جو لوگ ملنے آتے تھے اُن سے ملاقات کرتی تھیں۔ پردے کی غیر معمولی سختی بارہویں صدی عیسوی کے ختم سے پہلے وجود میں نہیں آئی تھی۔ اعلیٰ ترین رتبہ کی عورتیں بے نقاب مردوں کے سامنے آتی تھیں۔ اسلامی عورتوں کے یہ پرامن ایام قادر باللہ (بنی عباس) کے اس پست حکم شاہی سے ختم ہو گئے جس میں اُس نے عورتوں کو مسجدوں۔ تعلیم گاہوں اور عام طور پر

بغیر پردہ جانے اور باہر نکلنے کی ممانعت کر دی۔ پھر بھی بدوی عرب اور سرکیشیا کے لوگوں میں کبھی پردہ نہیں ہوا۔

حقیقت یہ تھی کہ خلفاء بنی عباس عیش ونشاط میں محو اور رقص و سرود کی محفلوں کے دلدادہ ہوگئے انھوں نے بہ یک زمانہ سینکڑوں عورتوں کو پابند نکاح کر کے داخل حرم کر دیا۔ عورتوں کی اس تعداد کثیر سے خلیفہ کو شاذونادر موقع خلوت کا ملتا تھا۔ چنانچہ ضروری ہوگیا کہ اُن کے جذبات فطری پر قابو حاصل کرنے کے لئے ان کو مقید کر دیا جائے اور ایسا ہی کیا گیا کہ ان کو محلوں کے اندر محبوس کر کے دربان مقرر کر دیئے گئے۔ اگر یہ طریقہ اختیار نہ کیا جاتا تو شر انگیز واقعات رونما ہو کر خلفاء کی آبرو ریزی کا باعث ہوتے اور شورشوں و بغاوتوں کی گرم بازاری ہو جاتی۔ ایسے خلفاء کی نظروں سے بچانے کے لئے امراء نے اپنی عورتوں کو بھی قید کر دیا۔ جس کے بعد عورتوں کو بالعموم مسجدوں میں جانے سے روکا گیا اور تعلیم و تربیت سے حکماً باز رکھا گیا۔

باری تعالی کا صاف و صریح حکم ہے کہ کوئی مسلمان بہ یک وقت چار عورتوں سے زیادہ نکاح میں نہیں رکھ سکتا۔ خلفائے وقت نے اس حکم کی خلاف ورزی کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس ایک گناہ کے سبب مزید معصیت کا ارتکاب کرنا پڑا اور عورتوں کو خلاف حکم الٰہی مقید کرنا ناگزیر ہو گیا۔

اسلام اب دنیا کے ہر گوشہ میں پہونچ چکا تھا۔ مسلمانوں نے اپنی

خود مختار حکومتیں بھی قائم کر لی تھیں اور قدیم رشتۂ تعلق مرکزی حکومت سے توڑ لیا تھا۔ لہٰذا ہر ملک میں اپنا اپنا دستور پردے کا قائم ہوا کسی جگہ قطعی پردہ نہیں ہوا اور کہیں صرف مخصوص عورتوں تک محدود رہا اور بعض مقامات پر امیر و غریب اور شریف و رذیل کی تفریق کے ساتھ امراء اور شرفاء تک پردہ جائز ہوا۔ غرباء اور رذائل مستثنیٰ رکھے گئے مختلف مقامات پر مختلف رسم و رواج ہونا ہی صاف دلیل اس بات کی ہے پردہ اور قید مکان بدعت ہے ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ تمام دنیائے اسلام میں ایک ہی شعار و طریقہ کیوں نہ ہوتا۔

جہاں تک ہندوستانی پردے کا تعلق ہے مسلمانوں نے ہنود سے اکتساب کیا ہے۔ ہندوؤں میں اونچ نیچ کی تفریق ہے چنانچہ وہی تفریق شریف اور رذیل کی مسلمانوں نے قائم کر لی۔ ہنود ذاتوں اور برادریوں میں منقسم ہیں مسلمانوں نے بھی اپنے آپ کو ذاتوں اور برادریوں میں تقسیم کر لیا۔ ہنود کی امیر اور اعلیٰ ذات کی عورتیں نواس میں رہتی ہیں۔ مسلمان امیر عورتیں بھی زنان خانوں میں زندگی بسر کرتی ہیں۔ ہنود میں غریب اور نیچی ذات کی عورتیں بر سر بازار نکلتی ہیں اور امراء کی خدمت گذاری کرتی ہیں۔ یہ ہی دستور بعینہ مسلمانوں نے جائز کر لیا ہے۔ ہنود میں معیار شرافت مال و زر پر موقوف ہے اور نیچی ذات والے ثروت پا کر اپنی عورتوں کو مکان میں قید کر دیتے ہیں۔ مسلمانوں میں دولت ہی سے شرافت اور پردہ حاصل ہوتا ہے۔

ہندوستانی پردے کی بدعت کا ایک یہ نتیجہ بھی برآمد ہوا کہ مسلمانوں میں اخوت اور مساوات کا خاتمہ ہوگیا۔ اسلام میں مساوات نہایت پرشوکت اور اہم مسئلہ تھا جس پر تمام اقوام و مذاہب کو رشک ہوتا تھا۔ مساوات کے معنی یہ نہیں کہ ایک جاہل بمقابلہ عالم کے اور ایک غدار بمقابلہ وفادار کے ایک ناکارہ بمقابلہ ایک فرض شناس کے یکساں حیثیت رکھتے ہوں۔ ایسا کرنا حقوق انسانیت و اخلاق کو تباہ کردیتا ہے بلکہ مساوات کے یہ معنی ہیں کہ ہر شخص کو شرعاً و قانوناً و اخلاقاً وہ تمام حقوق حاصل ہوں جو کسی دوسرے شخص کو اُسی دین کے اندر حاصل شدہ ہوں۔ اسلام نے انھیں عدم مساوات کے جملہ احتمالات کا خاتمہ کردیا تھا اور وحدت اسلامی کے اندر داخل ہونیوالے ہر شخص کو خواہ وہ مرد ہو یا عورت خواہ وہ کسی قوم اور ملک کا باشندہ ہو جملہ حقوق میں بالکل مساوی اور برابر کا سمجھا تھا۔ برآمکہ آتش پرست تھے اسلام لانے کے بعد انھیں کا خاندان ہارون رشید کی وزارت عظمیٰ پر تمکن تمام رکھتا تھا۔

رائے دہندگی کا حق ہر غلام و آزاد۔ زردار و بے زر کو حاصل تھا۔ اور یہی حق عورتوں کو بھی حاصل تھا۔ عورتیں اور غلام کسی دشمن کو پناہ دینے کا اختیار رکھتے تھے جس کی پیروی سپہ سالار پر فرض تھی۔

مساوات کا سبق سب سے زیادہ تزویج میں دیا گیا۔ زینب بنت جحش قرشیہ رسول اللہ کی سگی پھوپی کی بیٹی کا نکاح اول زید بن حارثہ سے ہوا تھا جن کو اہل مکہ زرخرید غلام جانتے تھے اور جن کو بازار عکاظ سے خرید کر

لانے والا حکیم بن حزام ابھی موجود تھا۔ فاطمہ بنت ولید بن عتبہ قرشیہ حضرت ابو حذیفہ کی برادر زادی تھیں اور قریش کی مشہور ترین خواتین میں شمار کی جاتی تھیں اور مہاجرات میں سے تھیں۔ ان کا نکاح ابو حذیفہؓ کے غلام سالمؓ سے ہوا تھا۔ یہ دو مثالیں قرشی عورتوں کی ہیں۔

انصار مدینہ بھی اپنی بیٹی دینے میں بہت سخت تھے۔ سردار ہاشم بن عبد مناف قرشی کی شان بلند کا سارے عرب کو اعتراف تھا انھوں نے یثرب میں سلمیٰ سے نکاح کی درخواست کی تو اس مغرور قبیلہ نے یہ درخواست اس شرط پر قبول کی کہ سلمیٰ کبھی مکہ نہیں جائے گی۔ اس متکبر قبیلہ کا حال اسلام میں یہ تھا کہ ایک روز بلال رضی اللہ عنہ نے مسجد میں ظاہر کیا کہ لوگو! میں غلام بھی ہوں۔ حبشی بھی ہوں۔ بے زر و مال ہوں اور بایں ہمہ نکاح کا خواستگار بھی ہوں۔ کیا کوئی شخص مجھے بیٹی دے سکتا ہے اس پر بیسیوں لوگوں کی درخواست تھی کہ بلالؓ اُن کے یہاں اپنا پیوند منظور کرلیں۔

اسامہ بن زید اہل دنیا کی نگاہ میں غلام ابن غلام تھے مگر اسلام نے ان کی شان کو اس قدر بلند کر دیا تھا کہ زینب بنت حنظلہ ان کی بیوی تھیں یہ زینب اُس بڑے خاندان کی خاتون تھیں کہ شہزادہ امراءالقیس اس کے جد امجد کا مداح شاعر تھا۔ اب اس کی پوتی اسامہؓ کی کفش برداری پر نازاں ہے۔

ایک ہندو مصنف نے اپنی کتاب "دیوالایا" میں اسلامی مساوات کے متعلق جو تذکرہ کیا ہے اس کا مختصر اقتباس ترجمہ کے الفاظ ذیل میں قابل

غور سے :-

" اسلام کی بنیاد دو چیزوں پر ہے یعنی مساوات اور خدائے واحد پر ایمان۔ یہ مساوات کسی اور مذہب میں ملنا دشوار ہے۔ مسجد ہو یا دستر خوان اس اعلیٰ مساوات کا ہر جگہ ثبوت ملتا ہے۔ فریضۂ حج میں بھی ایک عجیب منظر دکھائی دیتا ہے۔ اس عظیم الشان سالانہ اجتماع میں کثیر مجمع ہوا کرتا ہے جو کسی سال بارہ لاکھ سے کم نہیں ہوتا۔ اس میں ہر مسافرت کے لوگ مختلف زبان اور مختلف اقوام کے افراد مکہ معظمہ کی مقدس سرزمین پر سالانہ آتے ہیں جس میں بادشاہ اور رعایا امیر اور فقیر بلا امتیاز مراتب و دولت اور بلا لحاظ اپنی قوت اور مرتبہ کے ننگے پیر سر کھلے ہوئے کمر میں سفید چادر کے ٹکڑے لپیٹے ہوئے بغیر امتیازی صورت میں سلطان ترکی سے لیکر ہندوستان کے قلی تک سب ایک دوسرے میں گھسے ہوئے ایک ہی قسم کی پوشش کے ساتھ ارکان حج ادا کرتے ہیں اور اسی شکل و صورت میں ایک ساتھ واحد و متفق آواز میں برابر اور لگاتار پکارتے ہیں کہ " اے میرے پروردگار میں یہاں حاضر ہوں "

یاد رہے کہ فریضۂ حج میں مردوں کے ساتھ عورتیں بھی ہوتی ہیں اور اُن کو

چہرہ کھلا رکھنے کا حکم ہے نقاب ڈالنے کی ممانعت ہے۔

ایک یورپین فلاسفر کا قول ہے کہ حقوق انسانی سمجھنے کا پہلا دیباچہ مساوات ہے اور مساوات ہی تمام اخلاق حمیدہ کی بنیاد ہے۔

ایک طرف والیان ملک اور نوابوں نے شبستان عشرت میں درجنوں عورتیں دھمل کے نام سے زوجیت میں داخل کیں۔ دوسری جانب امراء و رؤسا نے عورتوں کو مقید کر دیا۔ اس طرح اخوت و مساوات کا استیصال ہوتے ہی اہل مغرب بیدار ہو گئے۔ انھوں نے اپنی قوم میں پردے کا دستور یک قلم منسوخ کر دیا۔ وہ تجربہ کر چکے تھے کہ عرب مستورات کی آزادی و مشارکت سے اہل عرب کو کیا فوائد حاصل ہوئے تھے۔ ان کا ہمیشہ سے یہ اصول و قاعدہ رہا ہے کہ وہ اہل مشرق کو اوہام باطل میں گرفتار رکھیں۔ انھوں نے ہنود کی افسانوی روایات کو ہمیشہ جامۂ حقیقت میں پیش کیا اور ان کی بت پرستی کی تحسین میں رطب اللسان رہے۔ پردے کے معاملہ میں انھوں نے اہل مشرق اور مسلمانوں کی وہ ستائش و آفریں کی کہ باید و شاید۔ مثلاً۔

السیسن نے پردے کی مدح سرائی میں فرمایا:۔

"مجھکو اندیشہ ہے کہ آیا کثیر الآباد ممالک کے غریبوں اور ضرورت مندوں کی خانگی زندگی کا چشمۂ حیات الیا صاف و پاک رہ سکا ہے جیساکہ مشرقی پردے والی اقوام کا۔

اس نتیجہ کے مقابلہ میں جو عورتوں اور مردوں کے متواتر اختلاط

باہمی اور پرجوش تحریک نفسانی سے حاصل ہوا پردہ کو حرم نے
طبقۂ وسطیٰ میں پاکیزہ اخلاق اور ترقی یافتہ خیالات میں
تبدیل کر دیا ہے۔"

آئرلینڈ کا ایک شاعر پردے کی قصیدہ خوانی میں نہایت ذوق سے
یوں گیت گاتا ہے:۔

"کیسی پاک و صاف وہ خوبصورتی ہے جو اکثر دنیا کی نظر
سے مستور رہتی اور اپنے نور سے صرف ایک ہی گھر کو منور
کرتی ہے۔ وہ پھول جو سمندر کی عمیق ترین گہرائی میں
شگفتہ ہوتا ہے سورج کی شعاعوں سے اس قدر جلوہ گر
نہیں ہوتا جس طرح کہ مرد کی متجسس نگاہ سے وہ حسنِ مجسم
مقدس تنہائی میں پنہاں رہتا ہے۔"

نطشے نے فرمایا:۔

"مشرق کی عورتوں کا خیال ہے کہ دنیا سے الگ تھلگ
رہنا اور ہر قسم کی سختی برداشت کرنا شوہر کی محبت کی
علامت ہے۔"

اہل مشرق نے اس تحسین و تعریف کے سامنے سر نیاز خم کر دیا
اور قیود پردہ کو سختی سے سخت تر بنانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی وہ
ہندو جو یہ کہتے تھے کہ ان کے یہاں پردے کی بدعت مسلمانوں کی وجہ
سے ہوئی اب یہ کہنے لگے کہ عورت کے لیے قید مکان امر لازمی ہے چنانچہ

بھائی پرمانند نے فرمایا:۔

"عورت گھر کا پھول ہوتی ہے اس کی مملکت اس کا علاقہ خانگی ہے اس کی زندگی کا سب سے اہم کام یہ ہے کہ وہ قوم کی ماں بنے جس طرح مرد کا میدان عمل دنیا کے بیرونی میں ہوا کرتا ہے اُسی طرح فطرت نے عورت کو اس لئے تخلیق کیا ہے کہ وہ گھر کے اندر رہ کر اپنے کام انجام دے۔"

ہند کے شاعر و مصنف اور افسانہ نویس: آہ بیچاروں کے اعصاب پہ عورت سوار مسلمانوں نے جب یہ طرز و طریق دیکھا تو سب پر سبقت (ذوقاً) حاصل کرنے میں اور بھی چار چاند لگا دیے اور وہ شدت ظاہر کی کہ الامان و الحفیظ۔ فرمانے لگے کہ عورت کو مرد کا تابع فرمان پیدا کیا گیا ہے وہ کسی طرح بیرون مکان نہیں نکل سکتی۔ مزید فرمایا کہ عورت ایسی ناپاک شے ہے کہ اُس کے چھو جانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ پھر حضرت ابو موسیٰ کی ایک روایت بیان فرما دی کہ وہ فرماتے تھے کہ "بہتر ہے کہ ناک مردار کی بدبو سے بھر جائے بجائے اس کے کہ اُس میں کسی عورت کی خوشبو پہنچے۔" یہیں پر اکتفا نہیں ہوتا ہے بلکہ یہ ارکان و فرائض میں داخل کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ایک کتاب ہے "ذکر ابرار" مطبوعہ ۱۳۲۵ھ جس کو جناب مولوی ضیا متوطن پیلی بھیت نے مطبع حنفیہ واقع پٹنہ محلہ اودکٹرہ سے شائع کیا اس میں مسئلہ ذیل قابل ملاحظہ ہے:۔

"کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام جزاہم اللہ العلام سوالات ذیل میں۔

(۳) عام دستور اور رواج اس ملک کا ہے کہ مستورات باہر نکلتی ہیں۔ ڈولی اور پالکی کا نہ دستور ہے نہ جانتے ہیں۔ غرض کہ پردہ قطعی نہیں ہے۔ کسی تقریب یا عیادت یا کسی ضرورت کو پاپیادہ جانا۔ پوشش ان کی بجائے پائجامہ ایک تہ بند مثل غلاف تکیہ کمر سے پیر کے گٹوں تک بدن پر مثل ہندوستانی چھوٹے کپڑے یا دوپٹہ کے استعمال سب میں ایک جبہ کے مثل پہنے ہیں جو نیچا پیر کے ٹخنے ہوتا ہے۔ رہا سر کا پردہ۔ جب گھر سے باہر نکلنا چاہا تو ایک تہ بند مثل بالا تقریبا اندر جسم میں پہن لیا سر اور کمر تک پردہ ہو جاتا ہے مگر چہرے کھلے رکھنے کی عادت ہے بات البتہ بحفاظت سر پردہ میں رہتے ہیں ان کا نکلنا عام وارثوں کی اجازت سے ہے بلکہ خاوند یا وارث ہمراہ ہوتے ہیں۔ یہ طریقہ عام ہے۔ خواہ نواب خواہ غریب۔ ان لوگوں کی امامت کیسی ہے؟"

الجواب

(۳) عورت اگر کسی نامحرم کے سامنے اس طرح آئے کہ اس کے بال یا گلے یا گردن یا پیٹھ یا پیٹ یا کلائی یا پنڈلی

کا کوئی حصہ ظاہر ہو یا لباس ایسا باریک ہو کہ ان چیزوں میں
سے کوئی حصہ اُس میں سے جھلکے تو یہ بالاجماع حرام ہے
اور ایسی وضع و لباس کی عادی عورتیں فاسقات ہیں
اور اُن کے شوہر اگر اس پر راضی ہوں یا حسب مقدرت
بند و بست نہ کریں تو وہ دیوث (وہ شخص جو اپنی زوجہ
دوسرے کو دیدے) ہیں اور ایسوں کو امام بنانا گناہ اور اگر
تمام بدن سر سے پاؤں تک موٹے کپڑوں میں خوب چھپا ہوا
ہے صرف منہ کی ٹکلی کھلی ہے " تو اب فتویٰ اس سے بھی
مخالفت پر ہے اور یہ امر شوہروں کی رضا سے ہو تو اُن کی
امامت سے بھی احتراز انسب ہے۔

حنفیہ میں عورت کا منہ، ہاتھ۔ اور پیر کھلا رہنا اور باقی اعضاء کو کپڑے
سے چھپا کر باہر نکلنا جائز ہے۔ لیکن مذکورہ بالا فتوے نے امام ابو حنیفہؒ
کی فقہ بھی ترمیم کر دی۔ جسٹس امیر علی نے سچ کہا ہے :۔

" حکمران کی غلطیوں نے پردے کو پروان چڑھایا اور غرور
و تقلید نے ملکر اس کو ہم قسم زمین میں بو دیا۔ غیر تعلیم یافتہ
دماغ کو بمقابلہ صفائی قلب و شرافت ذہنی کے دیوار میں
اور حجاب ہی زیادہ موثر حفاظت معلوم ہوا کرتی ہے"
معلوم ایسا ہوتا ہے کہ مساوات کے مسئلہ میں احکام قرآنی پر منطقی نظریے
کو ترجیح دیدی گئی۔

جس کا یہ کہنا ہے کہ :-

"چونکہ صنف نازک عزم و ثبات میں صنف غالب
کی ہمسری نہیں کر سکتی اس لئے قدرتی طور پر عورتوں کو
مردوں کے برابر حقوق و اختیارات نہیں ملنے چاہئے"

دولت کے متعلق نطشے کا بھی یہی کہنا ہے کہ :-

"دولت ہی کی وجہ سے حسین عورتوں کا انتخاب ممکن ہے"

بالآخر نطشے اپنی ندامت کا اظہار اس طرح کرتا ہے :-

"عورتوں کے ساتھ مرد کبھی واجبی سلوک نہیں کر سکتے۔
کامل مرد سے بڑھ کر کامل عورت نوع آدم کے لئے نمونہ
عمل بن سکتی ہے مگر ایسی عورتیں کم یاب ہیں"

زمانہ قدیم پر ایک اور نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تیرہویں
صدی عیسوی تک تاتاریوں میں پردے کا نام بھی نہ تھا۔ خود امیر تیمور
کی بیگم الجائی خاتون آزاد و بے پردہ رہتی تھی۔ تاتاریوں کی عام
عورتیں پردے اور نقاب سے ناواقف تھیں۔ وہ اپنے شوہروں کے ہمراہ
گھوڑوں پر سوار ہو کر سفر کرتیں لڑائیوں میں شریک ہوتیں زیادہ تر کے
لئے جاتیں اپنے بزرگوں کے مفاخر میں حصہ رکھتی تھیں اور ان میں وہی
قوت حیات موجود تھی جو کھلے میدان میں زندگی بسر کرنے والوں کو حاصل
ہوتی ہے۔ امراء عظام کی بیویاں اپنا ساز و سامان نوکر چاکر شوہروں
سے علیحدہ رکھتی تھیں سفر میں ان کے خیمے اور خرگاہ جدا ہوتے تھے۔ تیمور

سلہ پہلی بیوی کے بعد ملکہ سرائے خانم سے نکاح کیا تھا جس وقت تیمور لڑائی کے میدان میں ہوتا اور سرائے خانم ساتھ ہوتی تو سرداران جنگ تعظیم و تکریم کے فرض ادا کرتے تھے۔ جشن و تفریح کی مجلس میں ملکہ کا خاص مقام ہوتا تھا۔

مارکس کا کہنا ہے کہ قوت ہمیشہ کمزور کو دبا کر رہتی ہے۔ پردے اور قید مکان سے اور کوئی غرض و مطلب برآری نہیں ہوتی سوائے اس کے کہ بیگار حاصل کی جائے۔ فی الحقیقت بعض مشرقی صنعتیں صرف اسی طرح ترقی پا سکیں مثلاً قالین بافی بغیر عورتوں کی مکمل بیگار کے بیرون از خیال ہوتی۔

یہ بات بھی مسلّمہ اور ناقابل انکار ہے کہ قید مکان سے بدکار و بد اخلاق عورتوں کی کوئی اصلاح ہو سکی ہے۔ کیونکہ باوجود قید کے بھی بد اخلاق عورتیں کبھی راہ راست پر نہ آئیں۔ پردہ توڑنے پر انہیں بیڑیاں توڑنے کی ضرور نوبت آئی اور عدالتوں میں ان کے مقدمے دیکھے گئے۔ دوسری طرف باوجود قیود پردہ کے بد اخلاق عورتوں نے جو کچھ کیا اس کی مثالیں بھی عدالتوں میں علانیہ تجربہ میں آئیں۔ بعض حرکتیں ایسی دیکھی گئیں جو سوائے پردے کے آزاد رہنے میں شاید ہی ظہور میں آتیں۔

مزید بدعتیں پیدا

اس میں شک نہیں کہ پردے اور قید مکان کی بدعت میں مسلمانوں نے تمام دیگر اقوام پر سبقت حاصل کر لی۔ لیکن اسی ایک بدعت اور عادات کے خاتمہ پر اکتفا نہیں

ہوا۔ اور یہی بدعتوں کو رواج دیا گیا بعض قلیل عمر پا کر فنا ہو گئیں اور
بعض آج بھی موجود ہیں۔ سندھ کے قدیم مسلمانوں میں یہ رواج تھا
کہ ایک مرتبہ بچہ پیدا ہونے کے بعد عورت قابل استعمال نہیں سمجھی جاتی
تھی۔ اسی طرح کپڑا ایک مرتبہ استعمال ہونے کے بعد پھر استعمال نہیں ہو سکتا
تھا۔ اس دستور کا خاتمہ اس طرح ہوا کہ ایک عورت نے ایک چادر عمدہ
طور سے دھو کر شوہر کو حسب ضرورت دیدی جس کو اس نے بہت پسند
کیا اور اس دستور سے باز آیا پھر اس کے دوست احباب بھی اس
تجربہ سے مستفید ہوئے اس کے بعد عورت نے یہ یقین دلایا کہ بچہ پیدا
ہونیکے بعد بھی عورت قابل استعمال رہتی ہے۔ چونکہ عورت کا پہلا دعویٰ
صحیح ثابت ہوا تھا۔ لہذا مرد نے یہ دوسرا تجربہ بھی کیا اور عورت کو بچہ
پیدا ہونے کے بعد صحتیاب ہونے پر علیحدہ نہیں کیا۔ اس کے قول کو
درست پایا اور اس سے فائدہ اٹھایا۔ اس طرح اس رسم بد کی بیخ کنی
ہوئی۔ ایک مثال اس بدعت کی بھی موجود ہے جو آج تک جاری ہے
یعنی یہ کہ مسلمانوں کے ایک فرقہ میں نقاب پوش مرد ہوا کرتے ہیں۔

نقاب پوش مرد

نو سو برس ہوئے کہ علی بن یوسف بن تاشفین
اندلس کا بادشاہ تھا اس کے خاندان میں
ایک مدت سے یہ الٹا دستور چلا آتا تھا کہ مرد منہ پر نقاب ڈالے رہتے
تھے اور عورتیں کھلے منہ پھرتی تھیں اسی لحاظ سے یہ لوگ ملثمین کہلاتے
تھے۔ محمد بن تومرت نے رفتہ رفتہ ان ملثمین کی حکومت کو برباد کر کے

ایک نئی سلطنت قائم کی اور عبدالمومن کو تخت نشین کیا۔ حکومت فروداللہ گئی بلکہ سارا اندلس قبضہ اسلام سے نکل گیا لیکن بدعت نقاب بچ تھی ہنوز جاری ہے۔ وسط صحارا میں توریغ فرقہ کے لوگ پہاڑیوں پر آباد ہیں اس فرقہ کے مرد چہروں پر نقاب ڈالے رہتے ہیں حالانکہ ان کی عورتیں بے پردہ اور بغیر نقاب کے چلتی پھرتی ہیں۔ یہ بات بھی نہیں ہے کہ مرد زنانے ہوتے ہیں بلکہ وہ جفاکش عمدہ شکاری اور نڈر لڑنے والے ہوتے ہیں جنھوں نے فرانسیسیوں کو بڑی مصیبت میں ڈال دیا تھا۔ ان مردوں کی نقاب نیلے کپڑے کی لانبی دھجی سی ہوتی ہے سب سے اچھی نقاب چھ پٹیوں کی ہوتی ہے جو سوڈان میں بنی اور رنگی جاتی ہے ہر ایک پٹی قریب ایک انچ چوڑی اور سب پٹیاں ایک ساتھ سلی ہوتی ہیں۔ نقاب اس طرح بنی جاتی ہے کہ اُس سے آنکھوں پر ٹوپی سا چھجہ بن جاتی ہے منہ اور نتھنے ڈھک جاتے ہیں۔ کوئی حصہ چہرے کا دکھائی نہیں دیتا اسی نقاب میں یہ مرد سوتے اور زندگی بسر کرتے ہیں نقاب کے نیچے کے حصہ کو یہ لوگ اناوک کہتے ہیں جس کو کھانے کے وقت اٹھا دیتے ہیں لیکن ایسے موقع پردہ منہ کے سامنے ہاتھ لگائے رکھتے ہیں اگر نقاب کو از سر نو لگانے کی ضرورت پیش آجائے تو یہاں تک ہوتا ہے کہ یہ لوگ خود اپنے گھر کے مردوں سے چہرہ چھپانے کے لئے جھاڑیوں کے پیچھے جاکر چھپ رہتے ہیں۔ یہ لوگ اُس وقت تک نقاب نہیں ڈالتے جب تک پچیس سال کی پختہ عمر نہ ہو جائے۔

نقاب پوشی کی رسم میں گھر بھر میں خوشی منائی جاتی ہے۔ دعوتیں اور ناچ ہوا کرتے ہیں۔ یہ لوگ جو کچھ بھی بتائیں گے وہ یہ بات ہوگی کہ آدمی صحیح معنوں میں اس وقت تک مرد نہیں ہوتا جب تک وہ نقاب نہ ڈال لے۔ یہ بات کہ تواریغ مردوں نے یہ نقاب پوشی کیوں اختیار کی کبھی سے کسی کو معلوم نہیں ہے۔

مسلمان لڑکیاں محجوب الارث احکام قرآن اور شریعت اسلامیہ کے خلاف ایک بدعت جاریہ ہے کہ ہندوستان کے اکثر صوبجات میں مسلمان لڑکیوں کو وراثت سے محروم رکھا جاتا ہے لڑکیوں نے جب اپنی وراثت کا مطالبہ کیا اور نوبت مقدمہ داری پہنچی تو آخر عدالت پریوی کونسل نے اُن کے حقوق کی پامالی یہ کہہ کر کردی کہ اگرچہ اسلامی شریعت نے ان کو حقوق وراثت عطا کئے ہیں لیکن مسلمانوں نے اُن کو زمانۂ قدیم سے وراثت نہ دینے کا دستور قائم کرلیا ہے۔ اس لئے رواج و دستور کو شریعت پر ترجیح دیتے ہوئے ان کو ترکہ پدری میں کوئی حصہ نہیں دلایا جاسکتا۔ صوبہ مدراس کے اکثر مسلم فرقوں میں یہ رواج ہنوز قائم ہے۔ اسی طرح قانون تعلقہ داران اودھ کی رو سے بھی لڑکیاں حقوق وراثت سے محروم رہتی ہیں۔

دین مہریں کاٹ چھانٹ ایک بدعت یہ بھی جاری ہے کہ اودھ میں مہود دین مہر کی کوئی وقعت نہیں ہوتی۔ مہر کی تعداد جو مابین فریقین متفقہ طور پر طے ہو کر معین ہوتی ہے اس میں

عدالت کو یہ اختیار حاصل رہتا ہے کہ وہ اس تعداد معینہ کو حسب حیثیت شوہر تخفیف و ترمیم کر دے اور معاہدہ کی کوئی پرواہ نہ کرے۔

سدا سہاگن ہنود اکثر و بیشتر زمانہ جاہلیت کے رسوم و روایات پر عامل ہیں۔ چنانچہ مہابھارت کے ڈرامہ میں صرف دروپدی ہی متعدد بھائیوں کی مشترکہ بیوی نہیں تھی۔ اس کی مثال آج بھی کوہ ہمالیہ کی گھاٹیوں میں موجود ہے جہاں ایسی قوم ہنود آباد ہے جن میں کئی بھائیوں اور چچا زاد بھائیوں میں صرف ایک ہی زوجہ مشترکہ ہوتی ہے۔ یہ عورت امور خانگی کی انجام دہی کے علاوہ بیرون مکان چلنے پھرنے میں کامل آزادی رکھتی ہے۔ ایک شوہر مر جائے تو باقی دوسرے شوہروں سے اس کا سہاگ قائم رہتا ہے یعنی وہ تمام عمر کبھی بیوہ نہیں ہو سکتی۔ ہمیشہ سہاگن رہتی ہے۔

لڑکی کو وراثت ہندو قانون کے مطابق کسی عورت یا لڑکی کو جائداد میں کوئی وراثت نہیں پہنچتی ہے لیکن شیلانگ (صوبہ آسام) کے خاصی لوگ ایک ایسے ازدواجی دستور کے پابند ہیں جس کی رُو سے عورتوں کو معاشری نظام میں اعلیٰ درجہ حاصل ہے۔ لڑکی کو ماں کی طرف سے نقد و جائداد میں ~~ملتی~~ ملتی ہے اور خاندان کی سب سے چھوٹی لڑکی کو سب سے زیادہ حصہ دیا جاتا ہے۔ پردے اور قید مکان کی پابندیوں سے یہ قوم بالکل آزاد ہے۔

باب ہفتم

دورِ حاضر

یہ وہ زمانہ ہے کہ دنیائے نسوانی میں بیداری پیدا ہوگئی ہے مغرب کی عورتیں پردے اور قید مکان کی پابندیوں سے آزادی حاصل کرچکی ہیں۔ اب مشرقی عورتیں بھی آزادی کی جدوجہد میں قید و بند توڑ رہی ہیں۔ حامیان پردہ اور مخالفین پردہ کے دو گروہ اپنے جداگانہ دعوے پیش کرتے ہیں۔ ناانصافی ہوگی اگر فریقین کے وجوہ نظر انداز کر دیئے جائیں ضرورت ہے کہ پہلے دونوں کے دلائل پیش نظر رکھے جائیں اس کے بعد عام رجحان پر غور کیا جائے۔

حامیان پردہ پردے کی حمایت کرنا ممالک مشرقی کا قدیم دستور ہے لیکن سلطانوں کی کاوش حیرت انگیز ہے وہ کہتے ہیں کہ وہ۔

"عورت کو اپنے مرد کا نام لے کر پکارنا مکروہ ہے اس میں بے ادبی ہے"

"اگر شوہر عورت کو پہاڑ اٹھانے کا حکم دے تو اس کے لیے بھی تیار ہو جائے"

" اگر مرد کے زخموں کی پیپ اور خون اپنی زبان سے چاٹے
جب بھی حق ادا نہیں ہو سکتا "
" عورت بلا عذر شرعی ہو کے گھر سے کبھی باہر نہیں جا سکتی نہ
کسی غیر محرم کے سامنے ہو سکتی ہے "
" عورت کو مرد کا تابع فرمان پیدا کیا گیا ہے "
" لڑکیوں کو اعلیٰ تعلیم نہ دینا چاہیے صرف گھریلو تعلیم پر اکتفا
کرنا چاہیے اور یہ تعلیم پردے کے ساتھ گھر کے اندر یا مکتبوں
میں کم عمری تک ہونا چاہیے بعدہ بہن کو بھائی یا شوہر بی بی
کی تعلیم دے لیا کرے "
" کھیلوں سے عورتوں کے حسن و صحت میں زوال ہوتا ہے "
" موم کو اگر آگ پر نہ رکھیے گا تو وہ کیوں پگھلنے لگا یا رود
کے نزدیک چنگاریاں نہ ہوں تو وہ کیوں بھڑک اٹھے لیکن
ان میں اگر قرب ہے تو تقاضائے فطری یہی ہے کہ دونوں
صورتوں میں جو آگ کا فعل ہے اس کا ظہور ضرور ہو لہٰذا
مرد و زن کو جب موقع ہی نہ ملے تو کیونکر وہ باتیں پردہ
پرور قوم میں ہوں ناممکن ہیں جو بے پردہ اقوام میں ہیں "
" عورت کا گھر کے باہر چوکھٹ پر کھڑا ہو جانا بھی قابل تعزیر
ہوں لکھتے ہیں کہ ایک دن ایک جوان دوپہر کے وقت
اپنے مکان پر آیا دیکھا کہ اس کی عورت چوکھٹ پر کھڑی ہے

"جوان کو غیرت آئی اور نیزہ بڑھا کر عورت کو مارنا چاہا اُس نے کہا گھر میں جا کر دیکھ تو لو کہ کس چیز نے مجھ کو باہر نکلنے پر مجبور کیا ہے جوان گھر میں گیا اور ایک بڑے سانپ کو دیکھا تب عورت کو معاف کیا"

"عورت مجسم ستر ہے اس لئے اُس کا سب بدن ستر ہے کوئی عضو مستثنیٰ نہیں ہے اور اس وجہ سے کسی شرط پر اس کا باہر نکلنا درست نہیں ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ "زن" کو عورت کہتے ہیں۔ یعنی کہ عورت کا نام ہی اُس کے تمام اعضاء کے ستر ہونے پر دلالت کرتا ہے"

"شوہر کے بھائی یعنی دیور سے تو پردہ لازمی ہے۔ روایت یہ بیان کی گئی ہے کہ ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ آپؐ دیور کے بارے میں کیا فرماتے ہیں آپؐ نے فرمایا دیور تو موت ہے۔ مطلب یہ نکلا کہ قریبی رشتہ داری اور بھی خوف کا باعث ہے"

"عورت کھڑکی سے جھانکے تو اس کی مار پڑنا چاہئے۔ دلیل میں روایت یہ ہے کہ حضرت معاذؓ نے اپنی عورت کو کھڑکی سے جھانکتے دیکھا تو اس کو مارا تھا"

"بقول نواب محسن الملک سر سید احمدؒ اور اُن کے فرزند مسٹر محمود مدت العمر کبھی اس بات کے بھی روادار نہیں

"ہوئے کہ ان کی بہو محمود بیگم کسی بڑے سے بڑے جلیل القدر انگریز کی میم صاحبہ سے بھی مل سکیں۔ یعنی پردہ دار عورتوں کو بے پردہ عورتوں کے بھی سامنے نہ آنا چاہئے۔"

"عورت ایسے تمام فرائض سے سبکدوش کردی گئی ہے جو بیرونی خانہ کے امور سے تعلق رکھتے ہیں۔"

"ہر طریقہ سے عورت کے گھر سے نکلنے کو ناپسند کیا گیا ہے۔"

"مسلمان عورت کفار اور اہل الذمہ کی عورتوں کے سامنے اس سے زیادہ ظاہر نہیں کرسکتی جو اجنبی مردوں کے سامنے ظاہر کرسکتی ہے۔ یعنی ایسی عورتوں سے بھی پردہ کرنا ضروری ہے۔"

"پردہ نشین کی آواز غیر مردوں کے کان تک پہونچے تو عورت نکاح سے خارج ہو جاتی ہے۔"

"سینما اور فوٹوگرافی کے ذریعہ فحش تصویروں کے مظاہرے کا رواج ہو گیا ہے اس لئے لازم ہے کہ دنیا کی تمام عورتیں مکانوں میں قید رکھی جائیں۔"

"عورتیں بد اخلاقی کی تحریروں میں حصہ لینے لگی ہیں اور جذبات کو برانگیختہ کرنے والے پرجوش مضامین لکھتی ہیں۔ لہٰذا فرض ہونا چاہئے کہ اُن کو پردے اور قید مکان کے شکنجوں میں کس دیا جائے۔"

"پردہ عورت کی عفت و ناموس کا مجرب علاج ہے اس سے وہ بد افعالیوں سے محفوظ رہتی ہے"

"عورتوں کا باہر نکلنا موجب فتنہ و فساد ہو سکتا ہے اور کچھ نہیں تو رفع شر کی خاطر ہی ان کو مکان کی چہار دیواری کے اندر محبوس رکھا جائے"

"عورت باہر نکلے اور مردوں سے ملے جلے تو دیدہ دلیر دریدہ دہن اور بیباک ہو جاتی ہے یہ باتیں جوہر نسائیت کے خلاف ہیں"

"عورتوں کی پاک دامنی کی دلیل ہے کہ اس کو آسمان اور آسمان کے فرشتے بھی نہ دیکھ پائیں۔

"ایسے باریک کپڑے پہننا جس سے کوئی حصہ بدن دکھائی دے عورت کے لئے قطعی ممنوع ہے"

"عورت کو تنگ و چست کپڑے استعمال کرنا جس سے اس کی ساخت جسمانی ظاہر ہوتی ہو کسی طرح جائز نہیں"

"عورت ایسی ناپاک شے ہے کہ اس کے چھو جانے سے مرد کا وضو جاتا رہتا ہے"

"بہتر ہے کہ ناک مردار کی بدبو سے بھر جائے بجائے اس کے کہ اس میں کسی غیر عورت کی خوشبو پہنچے"

"یہ کسی طرح روا نہیں کہ کوئی عورت کسی غیر مرد پر نظر ڈالے"

"خوشحال مرد کے لئے لازمی ہے کہ وہ پکا پکایا کھانا یا ایک خادمہ کا خرچہ عورت کو دے تاکہ وہ باہر نہ نکلے"

"اگر مرد غریب ہے تو عورت پر گھر کا کل کام کاج کرنا واجب ہے مرد کے لئے صرف سامان لا دینا ضروری ہے تاکہ عورت باہر نہ نکل سکے"

"عدالت انگریزی کا قانون پردہ نشین قانون الہٰی کے مخالف ہے ایسے قانون پر عمل کرنے والے سخت ظالم اللہ کے دشمن اور غضب الہٰی کے مورد ہیں"

"وہ مرد جن کی اجازت سے اُن کی عورتیں باہر نکلیں دیوث ہیں ایسوں کی امامت جائز نہیں"

"ایسے مردوں کی امامت درست نہیں جنکی عورتیں با نقاب نکلیں مگر منہ کی ٹکیہ کھلی ہو"

"سوسائٹی کی غریب اور نادار عورتوں کے لئے جائز ہے کہ وہ کام کاج کے لئے باہر نکلیں اور امیر عورتوں کی خدمت گذاری کے طور پر سودا سلف لائیں"

"رذیل مسلمان عورتوں مثل نائن - ڈومنی - بھنگن وغیرہ کے لئے پردہ ضروری نہیں ہے - البتہ شریف یعنی امیر عورتیں اُن سے پردہ رکھیں تو اچھا ہے"

"مسلمانوں کا نکاح عیسائی اور یہودی عورتوں سے جائز ہے"

"سلاطین ۔ والیان ملک ۔ تعلقہ دار ۔ امراء و رؤساء عظام کے لیے تعداد ازواج کی کوئی قید نہیں ۔ ان کی اولاد باوجود کثیر الازواج ہونے کے جائز رہے گی"

"ہندو عورتوں سے مغل بادشاہوں نے جو شادیاں کیں وہ جائز تھیں اور اُن عورتوں سے جو اولاد پیدا ہوئی وہ نہ صرف جائز بلکہ مالک تخت و تاج بھی ہوئی ۔

پردے کے مخالف کہتے ہیں کہ زن و شوہر میں برابر کا رشتہ ہوتا ہے نام لینے میں نہ کوئی کراہیت ہے نہ بے ادبی یہ ایک بے بنیاد وسوسہ ہے جس کی کوئی سند نہیں ۔ کسی ناممکن کام کے لیے عورت کا تیار ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ بدعقلی ہے ۔ اس کو بھی عقل سلیم ہوتی ہے لہذا وہ صرف جائز اور قابل عمل کاموں میں شوہر کی ہم رائے اور فرمانبردار ہو سکتی ہے ۔ خون اور پیپ کا چاٹنا قطعی حرام ہے جس سے سوائے گناہ کے کوئی حق شوہری ادا نہیں ہو سکتا ۔ عورت یقیناً گھر سے باہر جا سکتی ہے اور ستر چھپا کر ہر محرم اور غیر محرم کے سامنے ہو سکتی ہے ۔ یہ بہتان ہے کہ عورت کو مرد کا تابع فرمان پیدا کیا گیا ہے ۔ دونوں ایک دوسرے کے رفیق حیات اور غمگسار ہیں عورت کا مرد پر وہی حق ہے جو مرد عورت پر رکھتا ہے ۔ لڑکیوں کی تعلیم لڑکوں کی طرح اسکولوں اور کالجوں میں ہو سکتی ہے اس کی کوئی ممانعت نہیں ہے تعلیم ہی سے حسن عمل اور پاکیزہ اخلاق حاصل ہوتے ہیں اسی لئے حصول تعلیم کے لئے اسلام نے ہمت افزائی کی ہے

یہ صحیح نہیں ہے کہ کھیلوں سے لڑکیوں کے حسن و صحت میں زوال ہوتا ہے بر خلاف اس کے اُن کا حسن اور صحت ترقی پاتی ہے موم اور بارود کی مثال بے محل اور اصول منطق کے خلاف ہے۔ عورت و مرد نہ موم ہیں نہ بارود بلکہ ذی عقل و ذی ہوش انسان ہیں جن کو اچھے بُرے کی تمیز دی گئی ہے۔ عورتوں کو تنہائی اور قید میں بھی وہی مواقع حاصل رہے ہیں جو آزادی اور بے پردگی میں ہوتے ہیں اول الذکر صورت میں اشتعال کی نوبت آجاتی ہے جو باعث مضرت ہوتی ہے اور آخر الذکر میں کوئی استعجابی کیفیت پیدا نہیں ہوتی کہ سب کا ایک حال ہوتے ہوئے خواہشات نفسانی پر قابو حاصل ہو جاتا ہے۔ جب عورت مسلمہ طور پر باہر نکل سکتی ہے تو چوکھٹ پر ہر ضرورت کے وقت آسکتی ہے روایت متذکرہ غیر مستند ہے اور مسلمانوں کے لئے قابل اعتنا نہیں ہو سکتی۔ قرآن و حدیث میں زن، کو عورت نہیں کہتے۔ اناث یا نساء، کہتے ہیں۔ لفظ عورت کا اطلاق مرد نے اختراع کیا ہے اب اس کو بُرے اور ناپاک معنوں میں استعمال کرنا خود مرد کی کثافت طبع کی دلیل ہے۔ شوہر کے بھائی یعنی دیور سے پردہ ناممکن بتایا گیا ہے حدیث کا مفہوم صاف ہے کہ دیور موت ہے جو بغیر پیش آئے نہیں رہ سکتی یعنی دیور کا سامنے آنا اور اس سے پردہ نہ ہونا ایسا ہے جیسے کہ موت کا آنا برحق ہے۔ رسول اللہؐ نے حضرت عائشہؓ کو بالائے دیوار سے تماشہ دکھایا تھا عورت اگر کھڑکی سے جھانکے تو کون سا گناہ ہے

البتہ کسی ارادہ فاسد سے جھانکنا داخل گناہ ہے۔ ازواج مطہرات اور نبی ؐ کی بیٹیاں کفار کی عورتوں کے سامنے ہوتی تھیں ان سے گفتگو کرتی تھیں اور وہ عورتیں سب کی سب زمانۂ جاہلیت کی طرح بے پردہ وآزاد تھیں۔ محمود بیگم کی مثال محض چاپلوسی تکبر اور رنخوت سکھاتی ہے جو کسی مسلمان عورت کے لئے جائز نہیں۔ عورت کو بیرون خانہ کے امور سے ہرگز سبکدوش نہیں کیا گیا اور نہ ہی عورت کے گھر سے نکلنے کو ناپسند کیا گیا ہے ان دونوں باتوں کی احکام قرآن اور احادیث نبوی سے تکذیب ہوتی ہے۔ آنحضرت ؐ کی ازواج مطہرات اور آپ ؐ کی صاحبزادیاں ہمیشہ باہر نکلتی رہیں۔ کفار اور اہل الذمہ کی عورتوں کے سامنے مسلمان عورتیں اسی طرح آسکتی ہیں جس طرح مسلمان عورتوں کے سامنے اُن سے مردوں کی طرح ستر چھپانے کی کچھ ممانعت نہیں ہے۔ محمود بیگم کی مثال کے ثبوت میں یہ فتویٰ محض ایجاد بندہ سے منسوب سمجھنا چاہیے۔ غیر مرد کے کان میں کسی مسلمان منکوحہ کی آواز پہنچنے سے نکاح ہرگز ہرگز فسخ نہیں ہوتا۔ یا تو یہ جہالت وخام خیالی ہے ورنہ صریح کذب وافترا ہے۔ سینما۔ فوٹو گرافی۔ اور فحش واخلاق سوز تصویروں کے مظاہرے مرد کی ایجاد اور اسی کی مشق عام ہے۔ مرد کے گناہوں کی سزا عورت کو دینا کہاں کی منطق اور کون سا انصاف ہے۔ مضمون نگاری پردے اور قید میں رہ کر بھی ہو سکتی ہے۔ مضامین سے اگر مرد مشتعل و برانگیختہ ہو جانے کے عادی ہیں تو ایسے مردوں کو یا تو مضمون نہ پڑھنا

چاہیئے یا خود پردے میں بیٹھ جانا چاہیئے۔ عفت و عصمت ہرگز پردے سے حاصل نہیں ہوتی۔ پردے میں رہ کر ہزاروں واقعات ایسے ظہور پذیر ہو چکے ہیں جن پر بے پردہ کو بھی شرم آتی ہے۔ عفت و عصمت کا مدار نیت اور پاکیزہ اخلاق پر ہوتا ہے رہا فتنہ و فساد کا اندیشہ تو جب عام طور پر عورتیں آزاد ہوں تو اس کا احتمال بہت ہی کم ہو جائیگا ایک کو دوسرے سے اندیشہ لگا رہے گا۔ اس قسم کے فتنہ و فساد باوجود پردے کے بھی رونما ہوتے رہتے ہیں اس کے یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ امکان فتنہ و فساد کی خاطر جنس اناث کو قید دوام میں مبتلا کر دیا جائے۔ دیدہ دلیری دریدہ دہنی اور بے باکی پردے میں رہ کر بھی آجاتی ہے لیکن تعلیم اور آزادی ان برائیوں کو دور کر دیتی ہے خوش بیانی اور خوش اخلاقی ان کی جگہ لے لیتی ہے۔

پاک دامنی فرشتوں کے دیکھنے یا نہ دیکھنے سے نہیں ہوتی بلکہ اعمال و نیت پر منحصر ہوتی ہے۔ بدکار عورت کو خواہ فرشتے بھی نہ دیکھیں لیکن وہ بدکار ہی رہے گی۔ عورت کے جو اعضاء قرآن نے ستر قرار دیئے ہیں وہی مستور رہنا چاہیئے باقی خواہ کھلے رہیں یا باریک کپڑے سے ڈھکے رہیں ایک ہی بات ہے۔ تنگ و چست کپڑے عورت کے لئے چنداں ضروری نہیں ہیں لیکن اس کی ممانعت بھی نہیں ہے۔ ورزش یا قواعد یا کھیل کے موافق پر لڑکیوں اور عورتوں کو ایسے کپڑے پہننا ناگزیر ہوتا ہے۔ معرکہ جنگ میں خواتین اسلام نے پائیچے چڑھائے ہوئے زخمیوں کو

پانی پہونچایا تھا۔ یہ بھی افترا پردازی ہے کہ عورت کے محض چھیڑ جانے
سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ مرد اور عورت مسجد میں نماز باجماعت ادا
کر سکتے ہیں۔ ایسے میں اگر عورتوں کی خوشبو مردوں کو پہونچے تو وہ بمنزلہ
مُردار کی بُو کے ہرگز نہیں ہو سکتی۔ عام مطالب کی رُو سے یہ مسئلہ بھی غلط
اور افترا ہے لیکن اگر اس سے مراد کسی فعل بد کی رغبت کی طرف ہے تو اس
مسئلہ میں اس سے بھی سوا کہا جا سکتا ہے۔ عورت کا کسی مرد پر نیک نیتی سے
نظر ڈالنا نہ کوئی عیب ہے نہ ناجائز۔ بدنیتی سے دیکھنا پردے اور بے پردگی
دونوں حالتوں میں بُرا ہے۔ حفظ ناموس کے معاملہ میں خوشحال اور مفلوک الحال
کی شق بھی عجیب ہے۔ اس میں امیر و غریب یکساں ہیں۔ جو خط تقسیم اس خاص
مسئلہ میں کھینچا گیا ہے اس سے مساوات کا خاتمہ کرنا مقصود ہے بدیں وجہ محض
بدعت و اختراع ہے۔ قانون پردہ نشین جو انگریزوں نے وضع کیا وہ
عین انصاف و حق پر مبنی ہے جو لوگ بے حیا ہیں کہ پردہ نشین عورتوں
کو دھوکا اور فریب دیتے رہیں وہی اس قانون کی مخالفت کریں گے۔
رسول اللہ نے ازواج مطہرات کو حسب ضرورت مکان سے باہر نکلنے
کی عام اجازت دی تھی۔ امہات المومنین تمام عمر باہر نکلتی رہیں۔ لہذا
وہ مسلمان مرد جن کی عورتیں ستر پوشی کے ساتھ ان کی اجازت سے
باہر نکلیں ان کو دیوث کہنا گناہ ہے۔ عام قاعدہ ہے کہ جب کچھ نہ
بن پڑے تو انسان سب و شتم پر اتر آتا ہے منہ کی ٹکیہ کھلی ہوتے ہوئے
مسلمان عورتیں شرعاً باہر نکل سکتی ہیں۔ کم از کم حنفیہ کا یہی مسئلہ ہے

ایسی عورتوں کے مرد کسی طرح امامت سے ممنوع نہیں کیے جا سکتے۔ غریب اور ذلیل مسلمان عورتوں کا باہر نکلنا جائز ہے تو امراء کی عورتوں کا بدرجہ اولیٰ جائز ہونا چاہیے۔ غرباء سے اسلام شروع ہوا اور غرباء ہی پر ختم ہوگا۔ امراء معدودے چند اور غرباء کی کثرت ہے۔ جمہوریت اسلامیہ کا فیصلہ ہمیشہ اکثریت کے مطابق ہوتا ہے۔ اس لئے بھی امراء کی پردہ نشینی خلاف شریعت ہے۔ مسلمانوں کی عیسائی اور یہودی عورتیں باہر نکلتی ہیں جس کی مثال ترکی اور مصر وغیرہ میں موجود ہے پھر مسلمان عورتوں نے کیا قصور کیا کہ وہ عیسائی اور یہودیوں سے بھی کمتر متصور کی جائیں۔ کسی مسلمان بادشاہ یا والیٔ ملک کو بھی جائز نہیں کہ وہ چار سے زائد بیویاں نکاح میں رکھ سکے۔ ایسے سلاطین و امراء جو گذر گئے یا اب موجود ہوں وہ اللہ کے حکم صریح سے منحرف ہیں۔ اس میں بھی کلام ہے کہ ایسی صورت میں اُن کی اولادیں جائز کہی جائیں۔ ہندو عورت اگر اسلام لے آئی تھی تو اُس کی اولاد جائز اور مالک تخت و تاج بھی ہو سکتی تھی۔

مخالفین پردہ پردے کے مخالف لوگ اور اعتراضات بھی کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں :-

"مرد اور عورت دونوں ایک جنس اور ایک ہی خدا کے بندے ہیں۔ مرد کیوں آزادی میں خلل انداز ہو کر عورت کو مقید رکھے اور اُن نعمتوں سے مستفید نہ ہونے دے جن سے وہ خود فائدہ اٹھاتا ہے۔ مرد کو کوئی فضیلت عورت پر نہیں۔

اس کا ظلم ہے جو عورت پر خود مختارانہ حکومت کرتا ہے "

" پردہ مانع تعلیم ہے اور تعلیم مثل مردوں کے عورتوں کے لئے ضروری ہے۔ بچوں کی تعلیم و تربیت پر ماں کی جہالت کا بہت بڑا اثر پڑتا ہے انتظام خانہ داری میں خوش اسلوبی نہیں پیدا ہوتی۔ ایک تعلیم یافتہ شوہر جاہل بی بی سے خوش نہیں رہتا جو خانگی بدمزگی کا باعث ہوتا ہے "

" بغیر باہر چلے پھرے تازہ ہوا حاصل نہیں ہوتی نہ ورزش ہوتی ہے اس لئے پردہ نشین مستورات کی صحت خراب اور قویٰ کمزور ہوتے ہیں اکثر علیل رہتی ہیں اور کمزور اولاد پیدا ہوتی ہے جس سے ایک نحیف و بیمار قوم بنتی ہے "

" یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ آزادی سے عورتوں کے اخلاق خراب ہوں گے خود رسم پردہ کے ساتھ بھی یہ شکایت موجود رہتی ہے۔ تعلیم خود محافظ اخلاق ہو جائے گی "

" پردے کی وجہ سے نکاح دیکھ بھال کر نہیں ہو سکتا گویا یہ اہم فریضہ آنکھ بند کر کے ادا ہوتا ہے جس پر فریقین کی تمام زندگی کے رنج و خوشی کا انحصار ہوتا ہے "

" پردہ کوئی مذہبی چیز نہیں ہے۔ قرآن شریف میں پردے کا کوئی حکم نہیں ہے۔ نہ اسلامی ممالک میں اس کا رواج تھا۔ مسلمانوں نے دوسری قوموں سے لیا ہے "

"قرونِ اولیٰ میں مستورات برابر لڑائیوں میں شریک اور گھوڑ دوڑ اور کھیلوں تماشوں میں حصہ لیتی تھیں اور تعلیم حضرت رابعہ بصریؒ کی طرح ہوتی تھی"

"عورتوں کا اس طرح پردے میں رکھا جانا کلیتاً عقائد اسلامی کے خلاف ہے آنحضرتؐ کے زمانہ بابرکت میں اور پشتہا پشت بعد تک عورتیں میدان جنگ میں افواج کے ساتھ جایا کرتی تھیں مردوں کو ہمت دلاتی تھیں۔ جوش دلانے والے گیت گاتی تھیں اور مجروحین کی تیمارداری کرتی تھیں۔"

"عورتوں کو سختی کے ساتھ پردے میں رکھنا اکثر مشرقی اقوام کے تنزل اور پستی کا سبب ہے۔"

"باوجود خلقی کمزوریوں کے عورتیں کسی فرض سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔ روزہ۔ نماز۔ حج۔ زکوٰۃ۔ صدقہ۔ بیع و شرا۔ لین دین۔ گواہی وغیرہ میں مرد کی طرح ذمہ دار ہیں۔ پردہ اُن کو فرائض و اعمال کی ادائیگی میں مانع آتا ہے۔"

"عورتوں کا وراثت میں حصہ ہوتا ہے۔ اُن کو مثل مردوں کے کمائی کرنے کا حق دیا گیا ہے۔ ان کو حکومت یا انتظام و انصرام جائداد سے محروم نہیں کیا گیا ہے پردہ ان کو ان کاموں کی انجام دہی سے معذور و مجبور رکھتا ہے۔"

"پردہ نشین قانوناً فاترالعقل اور نابالغ کے زمرے میں شمار کی جاتی ہے۔ اسلامی شریعت میں اُس کی ولایت کا کوئی اہتمام نہیں کیا گیا۔ برخلاف اس کے انگریزوں نے اُس کی اِس کمزوری سے فائدہ اٹھانے والوں کے خلاف قانون وضع کیا۔"

"پردہ نشینی اور قید مکان کے سبب عورت مستوجب فریب و دغا رہتی ہے اگر یہ قید و پردہ نشینی شرعاً واجب ہوتی تو عورت کو فریب و دغا سے محفوظ رکھنے کے لئے بھی شارع کے احکام ہونا لازمی تھا۔ ایسے احکام کا نہ ہونا دلیل اس کے آزاد رکھے جانے کی ہے۔"

"باپ کے بجائے بیٹی کا حج کرنا۔ مادر متوفی کے بجائے بیٹی کے روزے رکھنا اور صدقہ دینا جائز قرار دیا گیا ہے اس طرح بھی اُس کے فرائض مردوں سے کم نہیں ہوتے۔"

"نماز اور حج میں عورت کا مُنہ چھپانا جائز نہیں۔"

"پردے کے معنی صاف و صریح طور پر نصف قوم کو مقید کر دینے کے ہیں۔"

"رسم پردہ سے عورتوں کا ادراک گھٹ جاتا ہے اور قوائے احساس مُردہ ہو جاتے ہیں۔"

"عورت کوئی راز نہیں ہے جس کو افشا نہ کیا جائے۔"

"جن و ملک تہیں کہ عورت کو سوائے عامل مخصوص اور کوئی دیکھ نہ سکے"

"کمزور دماغ والوں کو اخلاق حمیدہ اور اوصاف پاکیزہ کے بجائے پردے اور قید مکان کی غیر معقول تعلیم دینا ہی مناسب معلوم ہوتا ہے"

"مارکسیس کا قول ہے کہ پردے کی غرض و غایت صرف اسی قدر رہی ہے کہ عورتوں سے بیگار لی جائے"

"برقعہ اور نقاب کے استعمال سے عورت کی سماعت اور بصارت پر مضر اثر ہوتا ہے"

"جن بچوں کو عورتیں نقاب اور برقعہ کے اندر رکھنے پر مجبور رہتی ہیں ان کو خراب ہوا پہونچتی ہے۔ اور دھوپ اور روشنی سے محروم رہتے ہیں اس لئے ایسے بچے علیل وضعیف ہو جاتے ہیں"

"پردہ عورتوں کو ملک کی معاشرتی اور سیاسی زندگی میں حصہ لینے سے باز رکھتا ہے"

"مشرق میں اوہام پرستی کا ہمیشہ چرچا رہا ہے۔ جھاڑ پھونک ٹونے ٹوٹکے کی طرح پردہ بھی اوہام باطلہ میں داخل ہے"

"دنیا کا ہمیشہ دستور رہا ہے کہ کمزوروں پر قیود عائد کر کے ان کو تابع فرمان رکھا جائے یہ ہی سلوک عورت سے

کیا گیا۔ مغرب نے اس غلامی کی زنجیر کو توڑ ڈالا مشرقی عورت کا پردہ اس کی غلامی کا ہنوز فسانۂ غم ہے۔"

"مشرقی عورتوں کی زندگی فرمانبرداری اور غلامی میں گذری بوڑھی عورتوں نے اپنی اولاد اناث کو یہی تعلیم دی لہٰذا نسل بعد نسل کورانہ اطاعت نے اُن کی قوت فہم ضایع کردی اور وہ اپنی ذمہ داریوں کو مردوں کے سپرد کرکے مطمئن ہو گئیں۔"

"پردے کی رسم نے مشرقی عورت کو ایک پژمردہ تصویر اور مرد کا عکس زرد کردیا وہ کسی معنی میں آزاد خیال فرد انسان نہیں رہی۔"

"مشرقی تمدن محض مرد تک محدود ہے عورت کی نقل و حرکت صرف باورچی خانہ تک ہے فی الحقیقت وہ تمدن خام ہے جس میں مرد اور عورت برابر کے شریک نہ ہوں۔"

"جس طرح بیٹیوں۔ بیویوں۔ بہنوں اور ماؤں کو بعض اقوام میں حقوق وراثت سے محروم رکھا جاتا ہے اور ان کو جائز حقوق نہیں دیئے جاتے اسی طرح پردے کی پابندی ان کے حقوق جائز پر صریح دست اندازی ہے۔"

"لڑکیوں کی شادی کے لئے زیادہ سے زیادہ جہیز کی ضمانت ہونا اور ہنود میں کثیر رقم دہانید کے بغیر شادی نہ ہونا عورتوں

کی سخت ذلت و رسوائی ہے۔ پردہ ہی ان بدعنوانیوں کی جڑ ہے"

"پردہ صنعت و حرفت سے عورت کو باز رکھتا ہے فوجی تعلیم بحری اور ہوائی جہازوں کی تعلیم بھی اس کو حاصل نہیں ہو سکتی"

"مرد ہمیشہ سے خودغرض رہا اس لئے اس میں رشک و حسد بھی پیدا ہو گیا اگر عورتوں کی منظم و متفقہ قوت کام میں لائی جائے تو کل دنیا دوسری بہتر شکل میں تبدیل ہو جائے"

"عورتوں کی بے بسی سے یہاں تک فائدہ اٹھایا جاتا ہے کہ ہندو ان کو مندروں اور دیگر مقامات پرستش کے لئے بھینٹ چڑھا دیتے ہیں"

"تاوقتیکہ عورتیں شجاع اور طاقتور نہ ہوں مرد ہرگز طاقتور اور شجاع نہیں ہو سکتے راجپوت کے بہادر ہونے کی یہ ہی دلیل ہے کہ ان کی عورتیں مردوں سے زیادہ بہادر ہوتی ہیں"

"دنیا کا مستقبل اور انسانی ارتقا لازمی طور پر دنیا کے نسوانی کی ترقی سے وابستہ ہے"

"تعلیم نسوانی کی توسیع دنیا کی اور بالخصوص مشرق کی اولین ضرورت ہے"

"لڑکیوں کی تعلیم لڑکوں کے برابر ہونا نہایت ضروری ہے اور جب تک یہ بات حاصل نہ ہو اس وقت تک بہتر ہے کہ لڑکیوں کو مدرسہ میں داخل کرنا زیادہ اہم قرار دیا جائے اور لڑکوں کے داخلہ

میں کمی کر دی جائے"

"مشرقی عورتوں کے جہالت بند توڑ دیے جائیں اور پردے
وقید مکان کی صعوبتوں سے اُن کو نجات بخشی جائے"

ممالک اسلامی عرب کی بدوی عورتیں ہمیشہ آزاد و بے پردہ رہیں۔ شہری عورتیں نقاب کے بجائے برقعہ استعمال کرتی تھیں لیکن برابر باہر نکلتی اور سودا سلف لاتی رہیں اب ان میں تحریک آزادی شروع ہو گئی ہے اور بے پردہ نکلنے لگی ہیں۔ عورتوں نے اپنی جماعتیں بھی قائم کی ہیں۔ فلسطین میں زیادہ آزادی حاصل ہو چکی ہے وہاں عورتیں سیاسیات میں حصہ لیتی ہیں۔ مصر و عراق و شام و ایران میں بھی یہی کیفیت ہے۔ افغانستان میں آزادی کی لہر دوڑ گئی ہے۔ لڑکیاں ولایت غیر کو تعلیم حاصل کرنے جاتی ہیں اور پردے کی باقاعدہ مخالفت کی جاتی ہے۔ یہ ممالک سلسلہ بہ سلسلہ یا تو یورپ سے ملحق یا اس سے قریب ترین اسلامی ملک ہیں وہاں عرصہ سے آزاد خیالی پیدا ہو چکی تھی۔ افریقہ کی شمالی مسلم آبادی میں عورتیں کامل آزادی رکھتی ہیں۔ انڈونیشیا میں بھی آزادی کا دور دورہ ہے۔

چین مسلمانان چین کا طریقہ تعلیم غیر مسلم اسکولوں کی طرح ہوتا ہے تعلیم مخلوط ہوا کرتی ہے۔ لڑکیاں لڑکوں کے ساتھ دوش بدوش بیٹھتی پڑھتی ہیں۔ معلمین میں مرد اور عورتیں دونوں ہوتی ہیں۔ عورتوں میں پردے اور قید مکان کا دستور نہیں ہے۔ شادی بیاہ میں عورتوں کا خاص حصہ ہوتا ہے۔ جنازے کو مزدور اٹھاتے ہیں۔ رشتہ دار قبر تک ماتم

کے آگے چلتے ہیں۔ تابوت کے پیچھے باقی جلوس والے ہوتے ہیں۔ جلوس کے پیچھے عورتوں کی جماعت ہوتی ہے جو نوحہ کرتی ہوئی چار سو قدم تک جا کر واپس ہو جاتی ہیں۔ عورتیں بالعموم رحمدل ہوتی ہیں۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے لڑکیاں کالج میں داخل ہوتی ہیں لیکن مذہبی تعلیم کے لئے زنانہ مدرسہ ہوتا ہے جس میں مسلمان عورتیں معلمہ ہوتی ہیں۔

ترکی ترکی عورت کو اہل یورپ کی طرح کامل آزادی حاصل ہے سوسائٹی کے ہر شعبہ میں اس کی شرکت ہوتی ہے۔ علمی تعلیم کے علاوہ فوجی تربیت بھی حاصل کرتی ہے۔ لفٹننٹ حبیبہ ترکی کی وہ ہوا باز خاتون ہیں۔ جنھوں نے دنیا بھر کی سب عورتوں میں ہوائی جہاز کی تعلیم میں سبقت حاصل کی وہ دنیا کی تمام عورتوں میں تنہا اور سب سے پہلے اڑنے والی خاتون ہیں۔ بلقانی ریاستوں میں انھوں نے ہوائی سفر کئے۔ ہوا باز عورتوں کا ایک دستہ فوج بھی ترکی میں قائم ہوا۔ ساکت اڑان اور چھتری کے ذریعہ کودنے کی مشق ان عورتوں کے متعدد دیگر کارناموں میں داخل ہے۔ ان عورتوں کو بحری فوج کے ساتھ ہوائی پرواز کے ذریعہ اشتراک عمل کی تعلیم بھی حاصل ہے۔

روس دنیا کی دوسری جنگ عظیم سے قبل روس میں مسلمانوں کی آبادی منجملہ سولہ کروڑ کے چار کروڑ تھی زار کے عہد میں اُن کی حالت نہایت سقیم رہتی تھی۔ ظلم و ستم کا نشانہ بنے رہتے تھے۔ موجودہ دور سیاسی میں ان کی حالت بہتر ہو گئی۔ تعلیم و تربیت سے محروم رکھنے کا

قاعدہ منسوخ کیا گیا۔ وسط ایشیا کا کیتیا (رقاصہ)۔ کریمیا۔ باشکیر اور تاتار میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ آذربائیجان۔ ترکمانستان اور دریائے وولگا کے حصہ زیریں کے بیشتر شہروں میں ان کی کثرت ہے۔ تعداد میں سنی بہت زیادہ ہیں لیکن شیعہ اور اسماعیلیہ فرقے بھی موجود ہیں۔ مسلم آبادی کے کچھ لوگ بعض مذہبی رسم و رواج کو ترک کرنے سے بہ شدت انکار کرتے رہے ہیں۔ لیکن حکومت بربنائے صحت و سیاست ان کے استیصال کی فکر میں رہی۔ اکثر مسلمان اس کوشش میں رہے کہ عورتوں کی قید تنہائی برقرار رہے حالانکہ یہ رسم محض ایجاد مشرق تھی جس کا کوئی تعلق اسلامی شریعت سے نہ تھا۔ لہٰذا سرکاری طور پر عورتوں کو مقید رکھنے کا دستور ممنوع قرار دیا گیا۔ ازبکستان اور تاجکستان میں بیشتر عورتیں چچوان اور پرنجا استعمال کرتی ہیں۔ چچوان گھوڑے کے بالوں کی بنی ہوئی جالی ہوتی تھی جس سے عورت کا سر اور سینہ ڈھک جاتا تھا۔ پرنجا ایک قسم کا برقعہ بہ شکل لبادہ ہوتا تھا جس سے عورت کا سر، گردن اور شانے چھپے رہتے تھے اس کو پشت کی طرف آستینوں سے باندھ دیا جاتا تھا۔ یہ دونوں لباس صحت کے لیے انتہائی مضر تھے۔ عورت کو ٹھیک دکھائی نہیں دیتا تھا اور نہ اچھی طرح سنائی دیتا تھا۔ چچوان سے اُن کی بصارت پر اثر پڑتا تھا اور پرنجے کا سر پر متواتر دباؤ رہنے کی وجہ سے اکثر دمہ کی بیماری ہو جاتی تھی۔ جو بچے چچوان اور پرنجا میں پرورش پاتے تھے ان کو نہایت مضرت پہنچتی تھی۔ دھوپ نصیب نہیں ہوتی تھی۔ غلیظ ہوا اور انتہائی گرمی

کی وجہ سے علیل رہتے تھے۔ اس کے علاوہ ترکمانیہ میں عورتیں پشتاق استعمال
کرتی تھیں یہ ایسی نقاب ہوتی تھی جس سے سانس لینے والی ہوا غلیظ رہتی
تھی اور منہ بالکل ڈھک جاتا تھا۔ شادی شدہ عورت کو برالق پہننا پڑتی
تھی۔ یہ خاص قسم کی کشتی نما ٹوپی ہوتی تھی جس کا وزن چھ پاؤنڈ سے آٹھ
پاؤنڈ تک ہوتا تھا۔ اس کے استعمال سے ریڑھ کی ہڈی پر مضر اثر پڑتا تھا اسی
طرح کا ایک اور وزنی لباس فرنجی استعمال کیا جاتا تھا۔ ان رسومات کی وجہ سے
مسلمانوں میں انحطاط پیدا ہو گیا۔ چچوان ۔ پرنجا ۔ پشتاق اور برالق نے ایسے
خاندانوں کو مورد زوال کر دیا جہاں ان کا استعمال ہوتا تھا۔ عورتیں ملک کی
معاشری اور سیاسی زندگی میں حصہ لینے سے محروم رہتی تھیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ
ازبکستان میں ان لڑکیوں کی تعداد جنہوں نے ابتدائی مدرسوں کے آخری امتحان
دیے وہ بمقابلہ لڑکوں کے بہت ہی کم تھی۔ پھر یہ بھی ہوتا تھا کہ جب لڑکی
تیرہ یا چودہ برس کی ہو جاتی تو اس کے والدین زبردستی مدرسہ سے اٹھا لیے
جاتے تھے اور گھر کے اندر انتہائی تنہائی میں ڈال دیتے تھے۔ مزید برآں
چچوان اور پرنجا پہننا شروع کر دیتے تھے۔ کچھ عرصہ کے بعد ملا لوگوں کے
خلاف ایک تحریک کا آغاز ہوا اور ہزاروں عورتوں نے منظر عام پر اپنے
نقاب پھینک دیئے اور نذر آتش کر دیئے۔ ایک ملا نے عورتوں کے لئے
ایسے رواج مقرر کئے جن کی وجہ سے وہ سیاسی جلسوں میں جانے سے
محروم ہو جاتی تھیں اور سوویٹ روس کا دستور اساسی نہ پڑھ سکیں۔ اسی
طرح حسین نامی ایک ملا اور اسکی بیوی نے یہ اعلان کیا کہ ان کو الہام ہوا

ہے کہ اگر کوئی لڑکی سوشلسٹ اسکول کو گئی تو وہ عذاب ابدی میں مبتلا کی جائے گی۔ بہرحال ان بدعتوں سے اب روس کی مسلم خواتین کو نجات حاصل ہوگئی ہے اور وہ شاہراہِ آزادی پر گامزن ہیں۔

یورپ کے مسلمان

یورپ کا شاید ہی کوئی ایسا ملک ہو جہاں مسلمان نہ رہتے ہوں۔ البانیہ میں مسلمان حکمران رہے۔ یوگوسلاویہ، بلغاریہ اور رومانیہ میں مسلمانوں کی خاصی تعداد ہے۔ آسٹریا، ہنگری اور اطالیہ وغیرہ میں مسلم آبادی ہے۔ ان سب ممالک میں مسلمان عورتیں عیسائی اور یہودی عورتوں کی طرح آزاد رہتی ہیں۔ عیسائیوں، یہودیوں اور مسلمانوں میں باہم شادیاں ہوتی ہیں۔ البانیہ کے مسلمان بادشاہ نے ایک عیسائی لڑکی سے شادی کی۔ البتہ بعض معمر عورتیں برقعہ کا استعمال کرتی ہیں۔

ہندوستان

انگریزی راج نے ہندوستانی عورتوں کی آنکھیں کھولیں اور تعلیم سے ان کو کچھ سبق حاصل ہوئے۔ تحریک آزادی کے ساتھ عورتیں بھی بیدار ہوئیں اور اپنی حالت کا جائزہ لیا۔ اس کام میں ہندو عورتوں نے سبقت کی۔ جس طرح مسلمان انگریزی تعلیم سے محترز رہے اور ہندوؤں سے پیچھے ہو گئے اسی طرح ہندو عورتیں پہلے بیدار ہوئیں اور مسلم خواتین پیچھے رہیں۔ علمی مشاغل اور تعلیمی میدانوں میں پہلے ہندو لڑکی رونما ہوئی۔ ایک زمانہ کے بعد مسلمان لڑکیوں میں بھی ہیجان پیدا ہوا اور تعلیم کی طرف متوجہ ہوئیں۔ ان کی راہ میں طعن و طنز اور سب و شتم

کی بھرمار کی گئی۔ یہ ہی وجہ ہے کہ وہ دنیا کی تمام عورتوں میں زبوں حال متصور کی جاتی ہیں۔ ان کی کوشش جاری ہے۔ اور دور انقلابی ان کو اپنی متمدن جنس میں شامل کر کے رہیگا۔ ہندوستانی عورتوں کی کہانی دردناک اور قابل افسوس ہے۔

ایک ذی علم ہندو عورت نے اپنی بہنوں کی حالت اس طرح بیان کی ہے:۔

"زمانہ ہائے قدیم سے تاریخ انسانی میں عورتوں کی غلامی ایک فسانۂ غم رہا ہے۔ دنیا کے ہر ملک نے کمزور کو مخالفت عام کے ذریعہ تابع فرمان رکھا ہے۔ مغربی مستورات نے بالآخر اپنی رسیاں توڑ ڈالیں۔ لیکن ہم مشرقی مستورات آج تک مختلف قسم کے شکنجوں میں جکڑی ہوئی ہیں اور ہماری زندگیاں زیادہ حد تک انھیں قیود و پابندیوں میں بسر ہو رہی ہیں"

"اپنے مکان کی چہار دیواری کے اندر بیرونی دنیا سے قطعی لاعلمی کی زندگی میں پرورش پاتے ہوئے ہندوستانی لڑکی اپنے باپ کی مملوکہ متصور ہو کر بیاہ میں دے دی جاتی ہے۔ اس کے بعد وہ شوہر کی ملکیت ہو جاتی ہے اور اس کی تمام زندگی ذلیل اطاعت گذاری میں بسر ہوتی ہے۔ بدقسمتی سے اگر بیوہ ہو جائے تو اپنے بیٹوں کی فرمانبرداری میں اس کو سر تسلیم خم کرنا پڑتا ہے۔ مذہب قومیت اور جماعت نے کچھ قاعدے مقرر کر دیئے ہیں جن کی

پابندی کرائی جاتی ہے کہ عورت محفوظ رہے گی اور اپنے شوہر کے خاندان کی خوشی اور فلاح کو قائم رکھے گی۔ اگر وہ اس معینہ راستے سے انحراف کرے تو بے دھرم ہوکر برادری سے خارج کردی جاتی ہے۔"

"عام اس سے کہ یہ فرائض مردوں نے مقرر کئے بوڑھی عورتوں نے ان کو سختی سے اجبار کیا انھوں نے اپنی زندگیاں محکومی اور اطاعت میں گذاری تھیں لہذا اپنی لڑکیوں کو ایسی آزادی نہیں دے سکتی تھیں جو خود ان کو نصیب نہیں ہو سکی تھی چنانچہ خلائق کے عام دستور کے مطابق بوڑھی عورتیں خاندانی اور جماعتی نظام کو سنبھالتی رہیں۔ نسل در نسل کی اس کورانہ اطاعت نے عورتوں پر اپنے اثرات کا نشان قائم کردیا۔ اس کی قوت فہم ضائع ہوگئی اور وہ اسی میں خوش ہوگئی کہ اپنی ذمہ داری دوسروں کے سپرد کردے۔"

"ایسے ماحول میں نشو ونما پاکر اور جیسا کہ اس کے لئے ارادہ کیا گیا تھا ہندوستانی عورت رفتہ رفتہ اپنے آقا کی تقدیر پر زد ہوگئی۔ وہ آزاد خیالی کی فرد نہیں رہی۔ بلکہ اپنی زندگی میں اسی نسبت سے اضافہ کرسکتی تھی جس طرح اس کا آقا چاہے۔"

"لیکن دنیا جادہ پیما ہے۔ گذشتہ نسل کی عورت کے بجائے اب ایک مختلف نسل جگہ حاصل کر رہی ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ

موجودہ عورت سرکش ہے۔ مجھکو تعجب ہے کہ آیا یہ بات صحیح
کہی ہے۔ اگر یہ سچ ہے تو عورت کے لئے عمدہ وجوہ ہیں کہ وہ
قدرتی نتیجہ کے بطور اپنی نسل درنسل کے استبداد کا جارحانہ مقابلہ
کرے۔ آزادی کا پہلا ذائقہ نشہ آور ہے۔ اور انسانی تاریخ
میں ہندوستانی عورت کے لئے یہ پہلا موقع ہے کہ وہ اس "نشہ
کی فرحتوں کا تجربہ کر رہی ہے۔ اگر کچھ دیر کے لئے اس کا توازن
جاتا بھی رہے تو یہ محض وقتی معاملہ ہوگا کیونکہ وہ اپنے توازن کو
پھر حاصل کر لے گی اور اس مضبوطی سے اپنے قدم زمین پر
جمالے گی کہ ایسے کبھی نہیں جمے تھے۔

"تاریخ کی موجودہ منزل پر تمدن ہنوز مردانہ ہے۔ اکثر ملکوں
میں عورتوں سے باورچی خانہ کی جگہ اس لئے ترک کرائی گئی ہے کہ
وہ جماعت کی ایک آراستہ فرد ہو جائے لیکن وہ ہمیشہ کے لئے
محض آراستگی کی مملکت میں پس پشت نہیں ڈالی جا سکتی۔ وہ تمدن
کے لئے اتنی ہی ضروری ہے جتنا کہ مرد۔ نہ صرف اُس کو مرد کے
حصول معاش کے اجارے میں بلکہ مرد کے اجارۂ تمدن میں بھی
نبرد آزما ہونا چاہئے۔ فی الحقیقت ایسا کوئی تمدن ہو ہی نہیں
سکتا جس میں مرد اور عورت برابر کے شریک نہ ہوں"

" اگر ہم مستورات صحیح معنوں میں معمار قوم ہونا چاہیں تو
ہم کو اپنے دماغ اوہام و تعصب سے آزاد کرنا لازمی ہے۔

ہم کو مردوں کے ساتھ ساتھ آگے بڑھنا ضروری ہے۔ ہم
کو چاہیے کہ اتحاد، تعاون اور اعتماد کے ساتھ زندگی کے
ہر شعبہ میں برابری کے ساتھ اپنی تاریخ بنائیں۔ صرف اسی طرح
ہم اتحاد اور ترقی حاصل کر سکیں گے اور اپنے آپ کو معمار قوم
کہے جانے کے مستحق ہوں گے۔

ایک صوبہ کی حکومت کا مطالبہ

ہندو عورتوں کے ایک جلسہ عام میں کہا گیا:۔

" سالہا سال تک مرد آزادی کے لئے لڑتے رہے اور
ناکامیاب ہوئے۔ مرد گول میز کانفرنس میں گئے اور بجائے
حصول آزادی کے انھوں نے مذہبی سوالات پیدا کر دیئے۔
مردوں نے ہمیشہ انتہائی خود غرضی چاہی ہے جس کی وجہ سے رشک
و حسد پیدا ہو گیا۔ اگر عورتوں کی حکومت منظم ہو کر کام میں لائی
جائے تو کل دنیا دوسری شکل میں تبدیل ہو جائے گی۔"

" مردوں میں ایسی شدید ناچاقیاں ہیں جن کی وجہ سے ملک کو
سوائے تکلیف و پریشانی کے اور کچھ حاصل نہیں ہوا۔ چونکہ
ہندوستانی عورتوں کو غلام رکھا گیا اور پردوں کے اندر مقید
کیا گیا اس لئے وہ وہ کام نہیں کر سکیں جو دنیا میں اُن کی اور
بہنوں نے کئے ہیں۔

" عورتوں نے یہ اعلان بھی کیا کہ اگر ایک صوبہ اُن کے حوالہ

کر دیا جائے تو وہ مردوں سے بہتر حکومت کر کے دکھا دیں گی۔"

سپاہی پیشے کا مطالبہ

مدراس کی ہندو عورتوں کے جلسہ میں یہ کہا گیا کہ:-

"اس کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ عورتوں کو سپاہیوں میں کیوں نہ بھرتی کیا جائے اور ملکہ کی فوجی پولیس میں ان کو مردوں کے برابر کیوں نہ جگہ دی جائے۔ زمانہ کا عام رجحان اکثر ممالک کو مجبور کر رہا ہے کہ وہ اس طرف قدم اٹھائیں کوئی خاص اعتراض بھی ایسا نظر نہیں آتا کہ اس تجویز کو کیوں نہ موثر بنایا جائے"

"چنانچہ جلسہ نے یہ قرارداد بالاتفاق منظور کی کہ صوبہ مدراس میں عورتوں کو سپاہیوں میں بھرتی کیا جائے اور منظم طریقہ سے ترقی دی جائے۔"

مسائل ازدواجی اور وراثت

ہندو عورتوں کے ایک جلسہ عام میں یہ مطالبات کئے گئے:-

"شادی اور وراثت کے معاملہ میں عورتوں اور مردوں کو مساوی حقوق حاصل ہونا چاہئے۔ ایسے قانون کی ضرورت ہے کہ مرد صرف ایک عورت سے شادی کرے۔ اور ایک سے زائد عورتیں رکھنے کا دستور منسوخ کیا جائے۔"

"ہندو عورت کو یہ حق قانوناً دیا جائے کہ وہ خلع کر سکے"

"ہندو عورتوں کو یہ بھی حق عطا کیا جائے کہ وہ مختلف ذاتوں میں شادیاں کر سکیں۔"

"ایک قرارداد کے ذریعہ حکومتوں اور ایوان ہائے قانون سازیہ عورتوں نے یہ زور بھی دیا کہ وہ فوراً ایسا قانون بنائیں جس کی رُو سے ہندوؤں کے مندروں اور دیگر مقامات مقدس پر لڑکیوں اور عورتوں کو وقف کرنے یا بھینٹ چڑھانے کا دستور ممنوع قرار دیا جائے۔"

طاقتور عورت

بھارت کے ایک وزیر مال نے اپنی تقریر میں کہا۔

"اگر مجھکو اختیار ہوتا تو میں لڑکوں کے مدرسے بند کر کے ان میں لڑکیوں کو داخل کر دیتا تاوقتیکہ عورتیں طاقتور نہ ہوں مرد ہرگز طاقتور نہیں ہو سکتے۔ راجپوتانہ اسی وجہ سے بہادر ہوچلے ہیں کہ راجپوت عورتیں راجپوت مردوں سے زیادہ بہادر ہوتی ہیں۔ تعلیم یافتہ عورتوں کو چاہئیے کہ مواضعات میں آباد ہو جائیں اور وہاں عورتوں کی ترقی میں کوشش کریں۔"

"جھانسی کی مہارانی اعظم لکشمی بائی کا نام اور یادگار ان ایام کی یاد دلاتی ہے جو انیسویں صدی کا آخری نصف تھا۔ ملک کی حالت بلاشبہ متزلزل تھی۔ بایں ہمہ مدافعت کا جوش

زندہ تھا اور عورتوں کی شجاعت مستقل ہو کر مکمل اطاعت اور فرمانبرداری میں لازمی طور پہ تبدیل نہیں ہو گئی تھی یہ رانی بلا لحاظ تاریخ تاریخ میں درخشاں ہو گئی اور اپنے بعد سوائے غیرفانی شہرت و ناموری کے اور کچھ نہیں چھوڑا۔ اس کی یہ مثال آئندہ نسلوں کی زندگیوں کو مزید قربانیوں کا سبق دیتی رہے گی۔"

ترقی عورتوں پر منحصر ہے

دہلی مستورات کی لیگ کے جلسہ میں ایک ہندو خاتون نے کہا:-

"اب ان قانون ساز کی جماعت میں منتخب اور شاہی مجلس میں اپنے آپ کو ایک نئے ماحول میں پاتی ہوں۔ ہندوستان کا مستقبل ہندوستانی عورتوں سے لازمی طور پر وابستہ ہے اور ان کی کامیابی اس جرأت و لیاقت پر منحصر ہے گی جس سے عورتیں معاشری پیچیدگیوں کا مقابلہ کر سکیں عورتوں کی ترقی اور حفظ حقوق کے لئے قانون وضع ہونا چاہئے۔ عورتیں اُن مردوں کی مشکور ہونگی جو اُن کے مسائل کی تائید کریں گے۔ ہندوستانی عورتوں کا یہ کام بھی ہے کہ وہ کانگریس کی پارٹی پر زور ڈالیں کہ وہ ایسا قانون بنائے جس سے ہندوستانی عورتوں کو فائدہ حاصل ہو۔"

تاریخ تحقیق جماعت ہریجن کے ایک جلسہ میں یہ فیصلہ کیا گیا :-

" لڑکوں اور لڑکیوں کی شادی اٹھارہ اور چودہ سال کی عمر سے پہلے نہیں کی جائے گی - اور ہریجن عورتیں گھاس بیچنے کے لئے بازاروں کو نہیں بھیجی جائیں گی - مردوں کو آریہ سماج میں داخل ہو جانا چاہیئے وہاں اُن کو جنیو ملیں گے اور وہ برہمن ہو سکیں گے "

لڑکیوں کی تعلیم

گذشتہ ہفتے ہندو عورتوں کی جماعت تعلیمی کی رپورٹ لڑکیوں کی ابتدائی تعلیم کے متعلق یہ تھی :-

" اس کمیٹی کی یہ رائے ہے کہ ابتدائی تعلیم میں لڑکیوں کا تناسب بہت زیادہ بڑھا دیا جائے کیونکہ وہ تمام کوششیں جو تعلیم کی اشاعت کے لئے کی جائیں سب بے کار رہیں گی تاوقتیکہ دیہاتی علاقوں میں لڑکیوں کی تعلیم میں نمایاں ترقی نہ ہو "

" کمیٹی نے یہ بھی تجویز پیش کی کہ جب تک لڑکیوں کا تناسب لڑکوں کے قریب قریب برابر نہ ہو جائے لڑکوں کی تعلیمی ترقی کی آئندہ تجاویز ملتوی رکھکر لڑکیوں کی ابتدائی تعلیم کے اضافہ میں تمام کوششیں صرف کی جائیں - جہاں کہیں لڑکوں اور لڑکیوں کی تعلیم کے لئے روپیہ کی کمی ہو تو سرکاری روپیہ لڑکیوں

کی تعلیم پر ترجیح کیا جائے۔"

"مشترکہ تعلیم کے متعلق کمیٹی نے یہ ظاہر کیا کہ اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ لڑکوں کی تعلیم کو ترجیح دی جاتی ہے بلکہ لڑکیوں کے لیے مدرسوں کی کمی ہے۔ اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ عمارات اور سامان میں بچت ہوتی ہے۔ لہذا جملہ دیہاتی علاقوں میں ابتدائی تعلیم مشترکہ ہونا چاہیئے۔ لیکن اگر تعداد کثیر ہو جائے تو جداگانہ مدرسے قائم کر دیئے جائیں۔ پسماندہ علاقوں میں مشترکہ تعلیم کے مدارس میں صرف عورتیں معلم مقرر کی جائیں"

"کمیٹی نے مزید سفارش کی کہ لڑکیوں کے ابتدائی مدارس میں صرف عورتیں معلم مقرر کی جائیں۔ لڑکوں کے مدرسوں میں بچوں کی تعلیم بھی عورتوں کے سپرد ہونا چاہیے۔ مشترکہ مدارس یا لڑکوں کے مدرسوں میں کم از کم دو عورتیں معلم رکھی جائیں۔ بعض دیہاتی رقبوں میں مرکزی مدارس اس طرح قائم کئے جاویں کہ معلم عورتوں کے لئے مکانات بنوا دیئے جاویں اور قریب کے مواضعات سے لڑکیوں کے لانے اور لے جانے کی سہولتیں بہم پہنچائی جائیں۔ خاص کوشش یہ کرنی چاہیے کہ دیہاتی لڑکیوں کو تعلیم کی تربیت دی جائے تاکہ وہ اپنے مواضعات میں واپس جا کر تعلیم دیا کریں۔"

"دیہاتی علاقوں میں معلم عورتوں کی تربیت کے لئے مرکزی

مدارس اور مکانات مہیا کئے جائیں جہاں ان کو تعلیم دینا سکھایا جائے اور ایسی عورتوں کو وظیفہ بھی دیا جائے۔"

"زیادہ سے زیادہ چالیس طالب علم فی معلم کے حساب سے داخل ہونا چاہئے اور سال میں دو مرتبہ سے زیادہ موقعوں پر داخلہ نہ کیا جائے اور پانچ سال سے کم عمر کا بچہ مدرسہ میں داخل نہ کیا جائے۔"

"جبریہ تعلیم کے متعلق کمیٹی نے یہ ظاہر کیا کہ اس مسئلہ میں عسرت مفلسی سد راہ ہے۔ بڑی تعداد ایسے بچوں کی ہے جو اس وجہ سے مدرسے نہیں جا سکتے کہ وہ اپنی حیات اور وجود خاندان کے لئے کچھ پیدا کرنے لگتے ہیں۔ کچھ حصہ آبادی کا ایسا ہے جو جبر سے بیرون ہے۔ ان کو مدارس میں داخل کرنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ نہ صرف بچوں کو کھانا کپڑا دینا ہوگا بلکہ ان کے والدین کے لئے وظیفہ بھی مقرر کرنا پڑے گا۔

"تاوقتیکہ تعلیم میں لڑکیاں لڑکوں کے برابر نہ ہو جائیں تو بسا ضروری ہے کہ کسی حد تک جبر استعمال کیا جائے۔ طریقہ جبر کا یہ ہونا چاہیے کہ نہ صرف داخلہ پر بلکہ روزانہ حاضری پر زور دیا جائے کسی تجویز جبر یہ لڑکیوں کو ہرگز نظر انداز نہ کیا جائے کیونکہ اس پر غور کر لیا گیا ہے کہ لڑکیوں کا مدارس میں داخل کیا جانا لڑکوں کے داخل کئے جانے سے کہیں زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔"

بارتبہ مسلم خاتون کا بیان

ایک معزز، ذی علم اور بارتبہ مسلم خاتون نے یہ کہا کہ:۔

" گزشتہ صدی کے دوران میں عورتوں کی حالت قطعی طور پر تبدیل ہو گئی ہے۔ ایک طرز جدید نے انسانی مساوات کا اعتراف کر لیا ہے اور مساوات کو خلقی اختلاف کے مقابلہ میں زیادہ اہمیت دی ہے۔ مغربی یورپ کے چند ممالک نیز امریکہ اور روس میں عورتوں کی ایک ایسی نسل وجود میں آگئی ہے جن کو قدیم "مردانہ درجہ" اور "زنانہ درجہ" کی تفریق سے قطعی لاعلمی حاصل ہو چکی ہے "۔

" انگلستان نے اپنی پرانی چال کے مطابق سب سے پہلے انتخاب میں صرف ایک عورت کو پارلیامنٹ کے لئے منتخب کئے جانے کی اجازت دی۔ عورت کا انتخاب عمل میں آیا لیکن اُس نے غیر موزونیت کی بناء پر پارلیامنٹ میں بیٹھنے سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد سے پارلیامنٹ میں عورتوں نے جو کام کئے وہ قابل تحسین ہیں "۔

" نہ تبدیل ہونے والے مشرق پر اس سرعت سے تبدیلیاں واقع ہو رہی ہیں جو اہل مغرب کے خیال و گمان سے بہر دوں ہیں کل براعظم ایشیا میں عورت کے مدارج کی نسبت سخت انقلاب واقع ہو رہا ہے۔ یہ سب کچھ تحریک حریت جنگ دنیا کے

نتائج اور سوویٹ روس کی پالیسی کی کامیابی کے اثرات ہیں۔
جہاں قدیم رکاوٹیں دور کر کے عورتوں کی مکمل برابری کے
اصول پر عمل کیا جا رہا ہے۔"

"خود ہندوستان نے بھی تسلیم کر لیا ہے کہ ہندوستانی مرد
اب اُن خیالات قدیم سے بہت دور گریز کر گئے ہیں جو یہ کہا کرتے
تھے کہ "عورت کو تعلیم دینا ایسا ہے گویا بندر کے ہاتھ میں
چھری تھما دی" اب صاف نظر آ رہا ہے کہ کٹر پابندیوں اور
رکاوٹوں کے دن جا رہے ہیں۔"

"نئے دستور کے مطابق ہندوستان کے صوبجاتی ایوان
ہائے قانون ساز کے پہلے انتخاب کی یہ خصوصیت تھی کہ عورتیں
نہ صرف اپنی معینہ نشستوں کے انتخاب کے لئے کھڑی ہوئیں
بلکہ عام نشستوں کے انتخاب میں مردوں کا بھی مقابلہ کیا۔ سب
صوبوں میں عورتوں نے اپنا حق رائے دہندگی نہایت وسعت
سے استعمال کیا۔ ان انتخابات نے ہندوستانی عورتوں کی تحریک
پر بہت گہرا اثر کیا جو برابر ترقی کرتا رہے گا۔ یہ بات بھی قابل
لحاظ ہے کہ ہندوستان میں جہاں دستوری حکومت سب
سے آخر میں نصیب ہوئی ایوان ہائے قانون ساز میں عورتوں
کی تعداد سوائے امریکہ کے سب سے زیادہ ہے حالانکہ یہی
وہ ملک تھا جو عورتوں کے معاملے میں سب سے پست خیال

کیا جاتا تھا۔ انتخابات نے یہ بھی ثابت کر دیا کہ ان عورتوں کی تعداد جنھوں نے ہندوستان میں حق رائے دہندگی استعمال کیا برطانوی انتخابات کے مقابلہ میں نسبتاً کہیں زیادہ تھی۔"

" اب ہندوستانی مستورات وزارت۔ نائب صدارت اسپیکرس۔ پارلیامنٹری سکریٹری۔ گورنری۔ اور سفارت جیسے جلیل القدر عہدوں پر ممتاز ہوتی ہیں۔ ہندوستانی عورتوں کی یہ ترقی ایوان ہائے قانون ساز کے میدان اور ملک کے ارتقار کے لئے بہت بڑی چیز ہے ہندوستان جیسے وسیع ملک میں جہاں مختلف اقوام و مذاہب اور جہاں مختلف تمدن اور زبانیں موجود ہیں اگر کئی عورتیں ایک ہی ایوان میں ہوتیں تو کہیں زیادہ کارآمد ثابت ہوتیں اور مستقبل کے لئے کچھ حاصل بھی کر سکتیں۔ سیاست میں عورتوں کا عملی اقدام یہ معنی رکھتا ہے کہ بلا لحاظ جنس عورت کی مشقت اور اس کی اجرت مرد کے مساوی ہونا چاہئے۔ ضرورت ہے کہ زچگی کے لئے مناسب قانون وضع کیا جائے۔ کم سنی کی شادی ممنوع کی جائے۔ غیر اخلاقی تجارت مسدود کی جائے۔ بیوہ کے حقوق عورتوں کی وراثت اور لڑکیوں کی تعلیم جیسے مسائل پر خاص توجہ سے کام لیا جائے۔ ہم کو اپنا کام اپنے ملک اور اپنی جنس کی خاطر کرنا فرض ہے۔"

مسلمان عورتوں کے مطالبات

مسلمان عورتوں نے ایک جلسہ عام میں یہ قرارداد بالاتفاق منظور کی :۔

" اسی مجلس میں یہ بھی قرار پایا کہ بیٹیوں۔ بیویوں۔ بہنوں اور ماؤں کو محض رواج کی بنا پر ان کے جائز حق وراثت سے محروم رکھنا مسلمان عورتوں کے حقوق پر دیدہ و دانستہ دست اندازی کرنا ہے۔ ایوان قانونی کے مسلم ممبران کو جتایا جاتا ہے کہ وہ اس بات کی بہترین کوشش کریں کہ مسلمانوں کی کوئی جماعت یا فرقہ مجاز نہ ہو سکے کہ وہ اپنی عورتوں کو ان کے حصہ وراثت سے کسی طرح بھی محروم کر سکے۔"

" اس رواج کے خلاف جو مسلمانوں کی شادیوں کے موقع پر جہیز دیا اور طلب کیا جاتا ہے۔ اس جلسہ میں پرزور احتجاج کیا گیا۔ اور جملہ بہی خواہان اسلام پہ زور دیا گیا کہ وہ اس تباہ کن دستور سے باز آئیں اور جماعت قانون ساز اس کے متعلق قدم اٹھائے۔"

" اس اجلاس نے مسلمانوں کی شادیوں میں فضول خرچیوں کے رجحان کی بابت اظہار تاسف کیا اور یہ تجویز کیا کہ تخفیف اخراجات کے لیے قدم اٹھائے جائیں کہ وہ کم سے کم ہوا کریں تاکہ قوم مقروض ہونے سے محفوظ رہے۔

اس جلسہ نے ان تمام والدین سے جو لیسے اخراجات کریں یہ استدعا کی کہ وہ دولھا دولہن کے لیئے معقول انتظام کرنے کے بعد نمود و نمائش میں اپنی دولت ضائع نہ کیا کریں۔"

" اسی جلسہ میں یہ قرارداد بالاتفاق منظور کی گئی کہ مسلمان عورتوں میں جو پردے کا رواج ہے اور جس کا اسلام نے ہرگز حکم نہیں دیا ہے وہ ان کی صحت کے لیئے نقصان رساں ہے اور ان کی معمولی اور عام نقل و حرکت میں مانع آتا ہے لہذا یہ دستور مسترد کر دیا جائے البتہ وہ ستر پوشی جس کے متعلق اسلام حکم دیتا ہے قائم رکھی جائے"

خاتون پاکستان کا بیان

ایک معزز خاتون پاکستان نے یہ ارشاد کیا :-

" پاکستانی عورتوں کے وہ حقوق جو مذہب اسلام نے صدیوں پہلے عطا کئے تھے۔ آج اُن کے مُلک میں از سر نو نشو و نما پا رہے ہیں۔ برطانوی دولت مشترکہ کی لیگ کو جو کلبتاً عورتوں کے لیئے بنی ہے خاتون موصوف نے بتایا کہ پاکستانی عورتوں نے جاہلیت کے بند قوم کے آڑے وقت پہ توڑ ڈالے اور اب وہ پاکستانی حکومت کی بہتری اور ترقی کے لیئے روز افزوں سرگرم خدمت رہیں گی۔ انھوں نے کہا کہ پنجاب نے عورتوں کے کام میں

رکاوٹ نہیں ڈالی۔ جب لاکھوں پناہ گزین پاکستان میں
وارد آئے تو ہزار ہا عورتیں اُن کی امداد اور پناہ دہی
کے لیے باہر نکل آئیں۔"

"اس معاملہ کی اہمیت نے پاکستانی عورتوں کو احساس
حقیقت سے آشنا کر دیا۔ اور قومی ضرورت میں وہ اپنا
پورا حصہ لینے کے لیے پیش پیش ہو گئیں۔ پاکستانی مستورات
کی حب الوطنی بے غرض خدمت اور پناہ گزینوں کی عالی
ہمتی تھی جس کی وجہ سے حکومت نے اس دشوار زمانہ کو
سنبھال لیا۔ وہ عالی ہمتی جو اُس وقت ہر کس و ناکس میں
موجود تھی اس سے توقع ہے کہ پاکستان دنیا کی بڑی طاقتوں
میں شمار کیا جائے گا۔ پاکستانی عورتوں نے اپنا قومی دستہ
فوج بھی بنا لیا ہے۔ اب پاکستانی پارلیامنٹ میں عورتیں
پہنچ گئی ہیں اور بین الاقوامی مجالس میں بھی اُن کی
نمائندگی ہو گئی ہے۔ پاکستانی عورتوں کی یہ کمترین خدمت
تھی جو وہ بابائے ملت قائد اعظم کے لیے انجام دے سکیں
جو ہمیشہ اس بات پر زور دیتے رہے کہ سیاسی اور معاشی
جنگ آزادی کے لیے جس بنا پر یہ حکومت قائم ہوئی
عورتوں کو کیا کیا اہم خدمات انجام دینی ہونگی۔"

خواتین اسماعیلیہ مسلمانوں میں فرقہ اسماعیلیہ قدیم زمانہ سے چلا آتا ہے

اس کے موجودہ سرگروہ ہز ہائینس آغا خاں ہیں۔ عورتوں کی ترقی اور بہبودی کے لئے آغا خان کی تدابیر معقولیت پر مبنی ہیں اور نبی اکرمؐ کی تعلیم ان کے واسطے پیش منظر ہے۔ اُن کا دعویٰ ہے کہ رسول اللہؐ نے عورتوں اور مردوں کے مابین تمام جائز آزادی اور جائز مساوات و ترقی کے لئے ہمت افزائی فرمائی۔ نبی اکرمؐ کی تعلیم پاک کے مطابق اعمال اخلاقی تعلیمات اور اللہ کی نمازوں کی ذمہ داری مردوں اور عورتوں کے لئے بالکل یکساں اور برابر ہے۔

فرقہ اسماعیلیہ میں عورتیں اقتصادی طور پر مردوں کی دست نگر نہیں ہوتیں۔ مختلف قرابت داروں کی جائداد میں مناسب حصہ بطور ورا ثت ان کو ملتا ہے۔ عورت کی جائداد شوہر کی ملکیت نہیں ہوتی اپنی جماعت ... مرد کے ساتھ برابر کی شریک ہوتی ہے اور ہر لحاظ سے وہ مرد کے ... اخلاقی اور روحانی برابری رکھتی ہے۔

آغا خاں کے بقول عورت کا پردہ اور علیحدگی محض مشرقی رسوم ہیں جو اسلام میں داخل ہو گئے اُن کا کوئی تعلق تعلیم اسلامی سے نہیں ہے حالانکہ یہ رسوم اُس جماعتی طرز کا جزو ہو گئے جن کو مسلمانوں نے اپنے ہمسایہ ممالک ایران، بزنطیم اور مصر سے حاصل کیا۔ اسماعیلیہ عورتیں نہیں جانتیں کہ پردہ اور تنہائی کیا چیز ہوتی ہے۔ وہ مردوں کے جماعتی کاموں اور جلسوں میں شریک ہوتی ہیں۔ وہ مردوں کے ساتھ جماعت خانوں میں نمازیں بالکل اسی طرح ادا کرتی ہیں جس طرح نبی اکرمؐ کے

زمانہ میں و نیز حضورؐ کے بعد ایک زمانہ تک اُن کے جانشینوں کے عہد میں ادا ہوا کرتی تھیں۔

آغا خاں کا عقیدہ ہے کہ اپنے مریدوں میں تعلیم کی ہمت افزائی اور مردوں و عورتوں میں مساوات قائم کرنے میں انھوں نے اپنے مورثِ اعلیٰ کے پیغام کی تعمیل کی ہے۔ ایسے زمانہ میں جب کہ دیگر فرقوں کی مسلم خواتین پردے اور تنہائی کو پاکدامنی اور کار ثواب سمجھتی ہیں جب کہ ان کا مرکزِ عمل گھر کا چولہا ہے اور اُن کے مکانات کی چہار دیواری ہی اُن کا مفاد ہے۔ اسماعیلیہ مستورات مدرسوں اور کالجوں اور علمی درسگاہوں کے ہر شعبہ میں تعلیم حاصل کرتی ہیں۔ اُن کو فرسٹ ایڈ۔ نرسنگ۔ کھانے پکانے اور دیگر امورِ خانگی کی ضروری باتوں کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اُن کے اپنے کلب۔ سوسائٹیاں۔ کتب خانے اور جماعتیں ہوتی ہیں جہاں سے دو کروڑ اسماعیلیوں کے بڑے حصہ کو علم و ہنر کی واضح روشنی پہنچتی ہے۔ نوجوانوں میں گرل گائڈ کی تحریک بھی جاری ہے۔ ایسے مقامات پر جہاں اُن کی تعداد اجازت دیتی ہے انھوں نے اپنے فوجی دستے بھی قائم کر لئے ہیں۔ وہ خانگی معاملات اور تقریبات میں حصہ لیتی ہیں جلسوں کی صدارت کرتی ہیں۔ اکثر عورتیں ڈاکٹری پیشہ کرتی ہیں اور اکثر مدرسوں اور کالجوں میں معلمی کے فرائض انجام دیتی ہیں۔

مغرب یا مشرق مغربی عورت پردے سے آزاد ہو کر ترقی کی منزلیں طے کر رہی ہے۔ وہ زندگی کے ہر شعبہ میں مرد کے

دوش بدوش چلنے میں کوشاں ہے۔ اگر مردوں کی جماعت نے قطب شمالی اور قطب جنوبی کی جستجو میں جانیں گنوا کر معلومات حاصل کیں تو عورت نے بھی اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر ریگستان صحارا اور عرب کے ربع الخالی کے اسرار معلوم ہی کر لئے۔ مسٹر روزیٹا فوربس وہ جانباز و دلیر انگریزی عورت گزری ہے جو نخلستان کفارہ کے اسرار معلوم کرنے میں کامیاب ہوئی۔ نخلستاں کفارہ کے سفر میں اس عورت کو کئی کئی دن و رات ایسے گذرے جن میں کھانا اور سونا نصیب نہیں ہوا۔ سات دن متواتر پانی میسر نہیں ہوا۔ اس کو جاسوسوں نے گھیرا اور دیسی لوگوں نے اس پر تیر برسائے طوفان گرد و باد کا مقابلہ کرنا پڑا۔ اس کا رہبر غدار ہو کر باغی ہو گیا جس کی وجہ سے اس کو جان کے لالے پڑ گئے۔ غارتگروں کے حملہ سے بال بال بچی۔ ان تمام خطرات کا مقابلہ کر کے اس نے نخلستان کفارہ کے اسرار معلوم ہی کر لئے اور یہ بات اپنی قوم اور ملک پر ثابت کر دی کہ جہاں مرد کامیاب نہ ہو سکیں وہاں ہو سکتا ہے کہ عورت کامیابی حاصل کر لے۔

گرٹروڈ بیل بھی ایک تجربہ کار سیاح عورت ثابت ہوئی ہے اس نے عرب کے ریگستان ربع الخالی میں جو معلومات حاصل کیں وہ انگریزوں کے لئے اول جنگ دنیا میں بے حد کار آمد ہوئیں۔

فریا اسٹارک وہ عورت تھی جس نے شمالی ایران کے غیر تحقیق شدہ علاقوں میں سفر کئے اور قابل فخر معلومات کا ذخیرہ فراہم کیا۔ اس عورت نے ربع الخالی اور جنوبی عرب کے ساحلی علاقہ حضر موت میں تحقیقاتیں کیں۔ یہاں اس نے متعدد آثارات کا پتہ لگایا۔

پہاڑ پر چڑھنے والی سب سے پہلی عورت میڈم اینجوائیل تھی وہ ۱۸۲۸ء میں مانٹ بلانک پر پندرہ ہزار سات سو بیاسی فیٹ چڑھی تھی۔ سب سے چھوٹی عمر والی پہاڑ پر چڑھنے والی نے جو کمال کیا وہ مس پمیلا ولکنسن تھی جو گیارہ سال کی عمر میں پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئی تھی۔ مسز بی ورکمین نے کراکورم (قراقرم) کی مہمات میں ۱۹۱۱-۱۲ء میں حصہ لیا اور نون کون کی چوٹی پر بائیس ہزار تین سو فیٹ چڑھی۔

مغربی عورتیں ایسی مشہور و معروف گذری ہیں جنہوں نے جیل خانوں کی اصلاح میں زندگی وقف کردی اور بالآخر شاندار کامیابی حاصل کی۔

صنعت و حرفت کے کاموں میں مغربی عورت مردوں سے پیچھے رہ جانے والی نہیں دستکاری اس کا فطری حصہ ہے۔ علم طبیعات و علم کیمیا میں مغربی عورت نے خاص نام پیدا کیا اور وہ علم کے ہر شعبہ میں اپنی فضیلت برقرار رکھے ہے۔ ڈاکٹری اور معلمی اس کا خاص پیشہ ہے۔ تصنیف و تالیف کی مالک ہے رسائل و اخباری مضامین میں مردوں کی شریک کار ہے۔ خدمات جنگ میں بھی حصہ دار ہے۔

سیاسیات میں مغربی عورت نے نمائندگی حاصل کرلی ہے وہ مقامی اور مرکزی حکومتوں میں پہونچ گئی ہے دفاتر سرکاری سے لیکر اعلیٰ ملازمتوں تک خدمات انجام دیتی ہے۔ عملاً اُس نے مردوں کے برابر حقوق حاصل کرلئے ہیں۔ تاہم اس کو احساس ہے کہ بہت سی صورتوں میں مردوں نے اپنی اجارہ داری قائم رکھی ہے۔ ان خامیوں کو پورا کرنے کے لئے مغربی

عورت سکون و ہوشمندی سے آگے بڑھ رہی ہے۔

ازدواجی مسائل میں مغرب کی عورت خاص حقوق رکھتی ہے اس کو انتخاب شوہر کا پورا اختیار حاصل ہوتا ہے جہیز یا مال و دولت اس کی شادی میں سد راہ نہیں ہو سکتے۔

گھریلو زندگی میں مغربی عورت اپنے شوہر اور بچوں کی تسکین و ترقی کا ذریعہ ہوتی ہے وہ شوہر کی بہترین انیس و رفیق ہوتی ہے۔ بچوں کی تربیت اس کا اہم فرض ہوتا ہے ان کی صفائی اور صحت جسمانی کو مدنظر رکھتے ہوئے وہ اپنے بچوں کو ضروری باتوں سے واقف اور آگاہ کرتی رہتی ہے۔ اوقات معینہ پر بچوں کو ہمراہ لے کر باہر نکلتی ہے۔ تازہ ہوا اور روشنی پہونچانے کے علاوہ بچوں کو ابتدائی جغرافی تعلیم بھی دیتی جاتی ہے۔

مشرقی عورتیں ابھی پردے اور قید مکان سے نجات نہیں حاصل کر سکی ہیں۔ ان میں تعلیم و تربیت کا فقدان ہے۔ اُن کی ترقی صرف چند شہری عورتوں تک محدود ہے۔ زیادہ آبادی مواضعات میں ہے جو قطعی جاہل رہتی ہیں۔ قید و پردے سے آزاد ہو کر بھی ان کو دنیا کے بیرونی کی کچھ خبر نہیں ہوتی۔

ہندوستانی اور پاکستانی عورت کی زندگی سب سے زیادہ محکومی اور غلامی میں بسر ہوتی ہے۔ ہندوستان کی شہری عورتوں نے ترقی کی ہے اور تعلیم یافتہ طبقہ تعلیم نسواں کا حامی ہوا ہے ہندوستانی عورت کو پاکستانی

عورت پر اس وجہ سے سبقت حاصل ہو گئی کہ اول الذکر نے حصول تعلیم میں
پیش قدمی کی اور مسلمان عورتوں کو اس سے ممنوع رکھا گیا۔ ہندو قوم میں
عورت کا درجہ سب سے زیادہ کم رہا ہے۔ لیکن اب ہندو عورت کی بیداری
اور ترقی حیرت انگیز ہے۔ اس نے گورنری اور سفارت جیسے اہم عہدوں کو
کامیابی کے ساتھ نبھایا ہے وہ ایوان ہائے قانون ساز میں داخل ہوئی ہے۔
اس نے فوج اور پولیس میں نمائندگی حاصل کرلی ہے۔ ہوائی جہاز رانی کی تعلیم
حاصل کرنے کے لئے وہ اپنے آپ کو پیش کر چکی ہے۔ مختلف فوجی خدمات
کیلئے اس کا ولولہ قابل رشک اور اصلاحی کاموں میں اس کی پیش کش قابل تحسین
ہے۔ سیاسیات میں مردوں کے دوش بدوش چل رہی ہے۔ اگرچہ ہندوستانی
عورت ہر شعبہ میں ترقی کرتی نظر آئے گی لیکن اس کی بیشتر تعداد ہنوز پردے
اور قید مکان کی مشکلات میں الجھی ہوئی ہے کثیر آبادی دیہاتی عورتوں کی ہے
جو بالکل جاہل ہیں اس لئے ان کی ترقی ان کے واجبی حصہ سے انتہائی کم ہے
ہندوستان میں ابھی ایسے ہندو موجود ہیں جو عورتوں کی تعلیم اور آزادی
کے مخالف ہیں وہ قدامت پرستی کے دلدادہ ہیں۔ عورت کو حسب دستور
وراثت سے محروم رکھنا چاہتے ہیں بیوہ کی دوسری شادی کے ہرگز قائل
نہیں ہوتے ان کا نظریہ ہے کہ عورت کو پردے اور قید مکان کا پابند رہنا
چاہیئے حد یہ ہے کہ وہ رسم ستی کو از سر نو جاری کرنے کی ستائش کرتے ہیں عورتوں
میں زمانہ قدیم کی طرح کمتری اور برتری کے درجے قائم کئے ہوئے ہیں اور ان
پر شدت کے ساتھ عمل چاہتے ہیں یہ لوگ مہا سبھائی کہے جاتے ہیں۔ ان کے

برعکس وہ لوگ ہیں جو ہندو عورت کو جائز حقوق دیئے جانے کے حامی ہیں ان کی کوشش ہے کہ عورت پردے اور قید مکان سے آزاد کردی جائے اور مردوں کی طرح اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی مجاز ہو۔

ہندوستانی عورتوں کی مختلف ذاتوں میں باہم دگر مناکحت کبھی نہیں ہو سکتی۔ رواج یہ ہے کہ لڑکی کی طرف سے اُسی ذات کے لڑکے کے والدین کو پیغام پہونچایا جاتا ہے۔ لڑکے کے والدین یا دلی حیثیت سے زیادہ نقد رقم طلب کرتے ہیں۔ جب رقم طے ہو جائے تو بیاہ کی نوبت آتی ہے۔ تعلیم یافتہ ہندو لڑکیوں نے اپنے شوہر خود انتخاب کرنے میں کامیابی حاصل کی۔ اکثر ایک ذات والے کی شادی دوسرے ذات والے سے ہو گئی۔ معاملہ اسمبلی میں زیر بحث آگیا اور لڑکیوں کی اس جرأت و دلیری کو ختم کرانے کا مطالبہ کیا گیا بات یہ کہہ کر ٹل گئی کہ لڑکیوں کا یہ فعل قابل تحسین متصور ہونا چاہیے کہ انھوں نے اپنے والدین کو دہانید کی رقم اور جہیز کی گرانباری سے بچا لیا۔ اب تعلیم یافتہ ہندو لڑکی نہ صرف انتخاب شوہر کے لئے آزاد ہے بلکہ وہ ذات و برادری کے قیود سے بھی رہائی حاصل کر رہی ہے۔

مسلمان مستورات کا عالم یہ ہے کہ ایک طرف ان کو حصول تعلیم سے روکا جاتا ہے اور دوسری جانب اُن کو پردے اور قید مکان میں رہنے کی تاکید کی جاتی ہے۔ دیہاتی عورتوں کا وہی حال ہے جو ہندو عورتوں کا ہے۔ وہاں نہ پردہ ہے نہ تعلیم۔ حصول پاکستان کی جد و جہد اور تقسیم کی قتل و غارتگری نے اُن میں ایک نئی روح پیدا کردی۔ اب شہری مسلمان مستورات کی حالت تبدیل ہو چکی ہے۔ وہ راہِ ترقی پہ چل نکلی ہیں۔

اور اپنے حقوق و فرائض کی طرف متوجہ ہیں۔ وہ نرسنگ اور گرل گائیڈس کی تحریک میں داخل ہوئی ہیں۔ سرکاری ملازمتوں اور سیاست کے میدان میں ان کی نمائندگی تاحال کوئی وقعت نہیں رکھتی شادی بیاہ کے معاملہ میں اُن کو وہ آزادی حاصل نہیں ہے جو اب ہندو لڑکی کو حاصل ہو چکی ہے۔ بہرحال اُن کا ماحول زندگی بدل چکا ہے۔ اسلامی حکومت میں اُن کو مذہبی تعلیم کی سہولتیں بھی حاصل ہیں۔ مخصوص تربیت کے لئے وہ ممالک غیر کو جانے لگی ہیں۔ ڈاکٹری اور معلمی میں بھی اُن کو کچھ حصہ ملا ہے۔ مختلف رکاوٹوں کا مقابلہ کرتے ہوئے۔ راہ ترقی پر چلنا اور اپنی بہنوں کو سدھارنا اُن کے لئے آسان کام نہیں ہے۔ سب سے اہم اور ضروری فرض یہ ہے کہ وہ دیہاتی بہنوں کی تعلیم و اصلاح کی طرف مائل ہو جائیں اس کام میں نہ صرف اُن کو مشکلات سے سابقہ ہو گا بلکہ حکومت اور عوام کی اعانت و ہمدردی کی محتاج رہیں گی

باب ہشتم

مستقبل

مسلمہ طور پر عالم کائنات کو فنا ہے اور دنیا کو بھی قیامت کا سامنا کرنا ہے جب تک یہ کرۂ ارض جیتا جاگتا ہے اس کا اور اس کی موجودات کا کچھ نہ کچھ مستقبل بھی ہوگا۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے۔ عام حالات کے پیش نظر انسان پھر بھی مستقبل کا اندازہ لگاتا ہے جب تک دنیا کا سیارہ اپنی عمر کو ختم نہ کر دے اس وقت تک نطشے کا قول صحیح ہوگا کہ :-

"افراد انسانی فانی ہیں مگر انسان غیر فانی ہے افراد کی زندگی کو فنا ہے مگر حیات انسانی کو فنا نہیں"

حکومت مشترکہ

دنیا میں انسان کی ہستی سب سے زیادہ عظیم الشان ہے وہ نہ صرف اشرف المخلوقات بلکہ ایسا شاندار جوہر ہے جس کو تمام اشیاء پر ملکیت و قبضہ حاصل ہے مورخین کا قول ہے کہ بیسں صدی یا اس سے بھی زیادہ عرصہ سے دنیا کے بڑے بڑے مذاہب اس جدوجہد میں مصروف رہے ہیں کہ انسان کی ایک جماعت یا برادری قائم ہو جائے لیکن نسلی عداوتوں۔ قومی [illegible]

اعتباریوں۔ نفرت اور بغض نے ان کو حصول مقصد سے اب تک کامیابی کے ساتھ روکے رکھا ہے۔ وہ وسعت خیال اور وہ پُر فیض جذبات جن سے ہر آدمی کُل بنی نوع انسان کا خادم بن جائے آج تک میسر نہیں ہوئے۔ کوئی آدمی اپنے علم سے آگے نہیں بڑھ سکتا کوئی خیال مروجہ زمانہ کے خیال سے بیرون نہیں پہونچ سکتا اس لیے ناممکن ہے کہ اس بات کا اندازہ کیا جا سکے یا پیشین گوئی کی جائے کہ انسان کی کتنی نسلوں کو ابھی جنگ و بربادی۔ بدامنی اور مشکلات میں بسر کرنا ہیں تاہم بدیر یا بالآخر انسان کے خیالات میں قوت آئے گی اور ممکن ہے کہ جلد آجائے۔ پھر اُس عظیم الشان امن وامان کا آغاز ہوگا جس کی طرف تاریخ اشارہ کر رہی ہے۔ یعنی دل کی چین دنیا کی چین اور اس طرح ایک تباہ کار اور بے ارادہ زندگی کا انجام بخیر ہوگا۔ سال بہ سال یہ بات واضح اور واضح تر ہوتی جاتی ہے کہ بیشتر حالات اور اکثر معاملات میں انسان کی ایک قوم بن رہی ہے۔ متعدی امراض۔ کثرت آبادی اور ہجرت جیسے مسائل عام ہوگئے ہیں جن کا تعلق کُل دنیا سے مشترک ہے اس صورت حال میں کوئی تعجب نہیں کہ کُل دنیا میں ایک مشترکہ حکومت قائم ہوجائے۔

واجبی سلوک مرد نے اب تک جو سلوک عورت کے ساتھ کیے ہیں وہ ایسے ہیں جو قدیم کتر دل کے ساتھ کرتے ہیں اسلام نے مرد اور عورت کو برابر کے حقوق عطا فرمائے

اور دونوں کو یکساں اختیار عمل تفویض کیا۔ ایک زمانہ تک اس کی تعمیل ہوتی رہی اور مغرب و مشرق تک مسلمان چھا گئے ۔ بالآخر نطشے کا قول صادق آیا کہ :۔ "عورتوں کے ساتھ مرد کبھی واجبی سلوک نہیں کر سکتے" مسلمانوں نے بھی اپنی عورتوں کو فتنہ و فساد کے حیلے یا شک و شبہ کی بنیاد پر قید کر دیا جس کا لازمی نتیجہ ایک نحیف اور بیمار قوم کی صورت میں نکلا اور مسلمانوں کے مقبوضات یکے بعد دیگرے نذر اعدا ہو گئے ۔ اسلام کا حکم تھا کہ مرد کو عورت پر وہی حق حاصل ہے جو عورت کو مرد پر حاصل ہے۔ اس حکم کی تعمیل ہوتی رہی اور مسلمانوں کی فلاح ہوئی۔ پھر نطشے ہی کا قول سبقت لے گیا کہ :۔

"چونکہ صنف نازک عزم و ثبات میں صنف غالب کی
ہمسری نہیں کر سکتی" اس لئے قدرتی طور پر عورتوں کو
مردوں کے برابر حقوق و اختیارات نہیں ملنے چاہئیں"

اسلام نے راسخ اور صریح اختیارات لڑکی کو انتخاب شوہر کے لئے عطا کئے ایک عرصہ تک ان اختیارات کو مانا گیا اور ان پر عمل ہوتا رہا یکایک یہ صورت حال بھی بدل گئی اور والدین کو اختیار ہو گیا کہ جس طرح اور جس شخص کے ساتھ چاہیں لڑکی کو بیاہ دیں۔ ایجاب و قبول محض ایک تماشا و فریب رہ گیا۔ زمانۂ جاہلیت کی طرح لڑکیاں عملاً فروخت ہونے لگیں۔ مال و دولت پر ان کی قربانی ہوتی رہی جس کا فائدہ اکثر والدین یا ولی ... زوجین میں محبت و اخلاص کے بجائے حاکم و محکوم کا رشتہ قائم

جنس محبت شوہر اور بی بی میں نایاب ہوگئی اور شادیاں محض اتفاقی چیز ہو کر رہ گئیں۔ ظاہر ہے کہ جب شوہر اور بی بی میں رشتۂ الفت کے بجائے رشتۂ حکومت و غلامی قائم ہو جائے تو اولاد بھی تاثرات سے خالی نہیں رہ سکتی اور ماں کا اثر اولاد میں زیادہ سرایت کرتا ہے۔ چنانچہ اخوت اسلامی جو مسلمانوں میں ہونا لازمی تھی زائل ہو گئی اور وہ کمتری اور برتری کے زعم باطل میں پھنس گئے۔ اسلام نے عورتوں کی تعلیم پر زور دیا تھا۔ چنانچہ ایک زمانہ تھا کہ عورتیں نامور عالم اور فقیہہ ہوتی رہیں۔ گردش زمانہ نے اُن کو اس سے بھی محروم کر دیا۔ علاوہ قید کے وہ تعلیم سے بھی ممنوع کر دی گئیں۔ ماں کی جہالت کا جو قدرتی اور لازمی اثر ہونا چاہیے تھا وہ ہوا اور لڑکوں کو بھی تعلیم سے نفرت ہو گئی۔ اس طرح جہالت کا نام مسلمان قوم سے منسوب ہو گیا۔

مقاصد نکاح

اسلام میں نکاح کا مقصد نہایت بلند اور پاک ارادوں سے متعلق ہوتا تھا زن و شو کا سچی محبت اور اخلاص کے ساتھ زندگی بسر کرنا اور خدا کی دی ہوئی اولاد کو خدا ہی کی چیز یقین کرنا ان کا مستحکم اعتقاد تھا مسلمان عورتوں کا بے خوف و ہراس اپنی اولاد کو اسلامی خدمات کے لئے میدان جنگ کو بھیجدینا ایک ایسا روز مرہ تھا جس کا وہم و گمان بھی موجودہ زمانہ کی عورت کو نہیں آسکتا۔ فی الحقیقت وہ عورتیں خود مجاہد تھیں اور اُن کی ایک ایک اولاد مجاہد تھی اور اسلام اُن سے یہ بھی توقع رکھتا تھا۔ یہ ہی وجہ تھی کہ اسلام

نے مرد اور عورت کی خانگی زندگی کے ہر کام کو ثواب آخرت سے نوازا ہے۔ والدین کا حصول معاش کے لئے سعی کرنا حسب معمول ایک قدرتی عمل متصور کیا جاتا ہے لیکن اسلام جائز روزی حاصل کرنے کی ہر سعی کا والدین کو اجر و ثواب بخشتا ہے۔ بچہ کو دودھ پلانا اور پرورش کرنا ماں کا فطری جذبہ ہوتا ہے لیکن اسلام اس خدمت کے لئے بھی ماں کو اجر و ثواب کی بشارت دیتا ہے۔ مختصر یہ کہ مسلمان میاں بی بی کے خانگی دستورالعمل میں درگاہ ایزدی سے قدم قدم کا ثواب عطا ہوتا ہے۔ وجہ ظاہر ہے کہ مسلمان میاں بی بی اور اُن کی اولاد راہ حق میں خدا اور اس کے رسول کی مرضی پر ہمیشہ کے لئے وقف ہو چکے ہیں۔ مسلمان اللہ کی فوج ہیں۔ فوجی نظام میں افسانوی محبت کا گزر نہیں وہاں نفسانیت یا جذبات نفسانی سے کوئی سروکار نہیں۔ مرد کا مقصد یہ ہی ہوگا کہ آیا اس کی منکوحہ نکوکار اور شریک حیات رہ کر اسلامی رفاقت اور معیار کے مطابق اس کے ساتھ نباہ کر سکے گی یا نہیں۔ اور عزم و ثبات میں اس کی ہمسر ہوگی یا نہیں۔ اسی طرح عورت بھی مرد کو حسن عمل اور شجاعت کی کسوٹی پر جانچ کر اذن نکاح کے لئے تیار ہوگی۔ وہاں نہ حسن کا گزر ہے نہ عشق کا کہ یہ دونوں چیزیں اعمال و نیت سے خود بخود حاصل ہو جاتی ہیں۔ دوسری بات جو فریقین معلوم کریں گے وہ شرافت ہوگی۔ لیکن اس سے مراد شرافت نسبی نہیں بلکہ شرافت اعمال ہوا کرتی ہے۔ اسلامی تمدن مسخ ہوا تو پہلی چیز شبستان عشرت کی محفلوں میں رونما ہوئی جہاں عورتیں نفس پرستی کا آلہ کار بنائی گئیں۔

پھر عشق و حسن کی من گھڑت کہانیاں سر بازار بکنے لگیں۔ اب وہ دور آ گیا کہ مقصد نکاح کی جگہ تصویر وں اور اظہار جذباتی و نفسیاتی نے لے لی چنانچہ نطشے کا قول اس موضوع پر خالی از دلچسپی نہیں ہے۔ وہ کہتا ہے۔

"آج کل شادی کا دار و مدار زیادہ تر اتفاق پر ہے متمدن اور ترقی یافتہ لوگوں نے مناکحت کی بنیاد "اتفاق" پر قائم کر کے اپنی عقلیں کند کر دی ہیں آج کل شادی کے معنی یہ ہیں کہ سوسائٹی کی طرف سے دو افراد انسانی کو عیش کرنے اور خواہشات نفسانی کو پورا کرنے کی اجازت دی جائے اور بس۔ اگرچہ اس کے لئے جو طریقہ اختیار کیا جاتا ہے اس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ معاشری نظم و نسق مقصود ہے"

نطشے کے سامنے آزاد مرد اور آزاد عورت کی تصویر ہے جو اپنی مرضی اور منشاء کے مطابق تعلقات زن و شو کے لئے تیار ہوتے ہیں۔ نطشے نکتہ چینی کرتے ہوئے اسلامی اصول کے قریب آ جاتا ہے۔ لکھتا ہے کہ:

"آجکل کی شادی میں الفت و محبت کا نام بھی نہیں پایا جاتا۔ اگلے زمانہ کے شرفا کا نکاح سے یہ مقصود تھا کہ برسر اقتدار اشخاص کی جماعت نسلاً بعد نسل باقی رہے انسان کو اس وقت تک شادی نہیں کرنی چاہیئے جب تک اس کو یقین نہ ہو کہ میں تندرست ہوں شریف النسب ہوں۔

اور اولاد کا مستحق ہوں"۔
اسلام کا مقصد بھی یہی تھا کہ مسلمانوں کی زندگی ایک فوجی سپاہی کی طرح ہو جو نسلاً بعد نسلٍ ترقی کرتا رہے اور شرافت نسبی سے مراد ہمیشہ شرافت اعمال تھی۔ نٹشے مزید اظہار خیال میں اسلامی اصول سے اور زیادہ قریب ہو جاتا ہے۔ کہتا ہے کہ :-

"تم شادی کرکے اپنے آپ سے ایک نئی ہستی کی بنیاد ڈالو گے اس کام کے لئے اوّل اول تمہیں اپنے جسم و روح کو درست کرنا چاہیے کیونکہ تمہاری ذاتی خصوصیات متعدد نسلوں تک منتقل ہوتی رہیں گی۔ اگر تم نے ایسا کیا تو تمہاری شادی مسعود و محمود ہوگی۔ میرے نزدیک نکاح کے معنی یہ ہیں کہ زن و شو اپنے سے بہتر اور قوی تر اولاد پیدا کرنے کا عزم مصمم کریں"۔

موجودہ زمانہ کے وقتی جذبات اور غیر مستحکم عشقیہ خیالات کے مطابق جو شادیاں ہوتی ہیں ان میں سچی محبت کا نام کبھی نہیں ہوتا۔ نفس پرستی کی شادیوں کا انجام خراب ہی ہوتا ہے۔ اس کے متعلق نٹشے لکھتا ہے کہ :-

"شادی کے وقت لوگوں کو اپنے گریبان میں منہ ڈال کر یہ غور کرنا چاہیے کہ آیا ہم میں رفاقت اور دوستی کا مادہ ہے بھی یا نہیں۔ کیونکہ شادی آخر کیا

شئے ہے؟ شادی نام ہے الفت و محبت کا۔ پس ہر امیدوار
نکاح کو اپنے نفس سے یہ سوال کرنا چاہیئے کہ کیا فلاں عورت
کے ساتھ میں اپنا وقت مرتے دم تک خوشی سے گزار دوں گا؟
اس کے علاوہ اور تمام شرائط و قیود ہیچ ہیں۔ نکاح کی بنیاد
رفاقت پر قائم ہوا کرتی ہے۔"

ایک اور صورت حال جو انسان کو پریشانی اور بد اعمال میں ڈال سکتی تھی وہ
تھی کہ اگر کسی ملک میں یا کسی وقت عورتوں کی تعداد مردوں سے زائد ہو جائے تو کیا انتظام ہونا
چاہیئے اسلام نے ایک نہایت معقول بندوبست یہ کر دیا کہ مسلمان مرد کو چار
عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت دے دی۔ اس طرح مسلمانوں کو
بدکاریوں کا شکار رہنے سے محفوظ کر دیا گیا۔ یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ کسی
ملک و قوم میں عورتوں کی تعداد کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو مگر چوگنی سے آگے نہیں
بڑھ سکتی چنانچہ مسلمانوں کا یہ مسئلہ بھی ایک معجزہ سے کم نہیں۔ اب تک نطشے
کے اقوال اسلامی اصول سے قریب ہوتے رہے لیکن اس مسئلہ میں وہ
اور اس کا ہم خیال جی میرڈتھ دونوں گمراہ ہو گئے۔ ان کو اس مشکل کا علاج
سوائے وقتی اور آزمائشی شادیوں کے اور کچھ نہ معلوم ہو سکا۔ میرڈتھ
نے یہ تجویز پیش کر دی کہ:-

"شروع میں وقتی اور آزمائشی نکاح ہونا چاہیئے اگر زن و
شو کے اختلاف مزاج کے باوجود ان کے تعلقات کو زبردستی
باقی رکھا گیا تو پھر دونوں کی مٹی پلید ہو جائے گی اور دونوں

ایک دوسرے کو نفرت اور انتقام کی نگاہ سے دیکھیں گے میاں بی بی کے رشتہ کو بہ جبر باقی رکھنے سے کہیں بہتر ہے کہ اُسے توڑ دیا جائے وقتی اور آزمائشی نکاح سے یہ فائدہ ہوگا کہ طرفین کو ایک دوسرے کے مزاج سے واقفیت ہو جائے گی اور یہ معلوم ہو جائے گا کہ آیا وہ مستقل نکاح کے مستحق ہیں یا نہیں۔"

میرڈتھ نے جو بات فروگذاشت کر دی تھی نٹشے نے اس کو اس طرح نباہا ہے:-

وقتی اور آزمائشی نکاح کو رواج دینا چاہیئے تاکہ زناکاری کا انسداد ہو سکے یا اس کی خرابیوں کی اصلاح ہو سکے ایسی حالت میں اولاد کے حقوق کا پہلے سے خیال کر لینا چاہیئے۔"

نٹشے نے وقتی نکاح سے جو اولاد پیدا ہو اس کا خیال کرنا ضروری قرار دیا لیکن دونوں نے اس بات پر کوئی توجہ نہیں کی کہ وہ جس طرح زناکاری کا انسداد چاہتے ہیں اس سے دراصل —— زناکاری کو فروغ ہو جائیگا۔ بالفاظ دیگر وقتی اور آزمائشی نکاح سے زناکاری کا دروازہ کھل جائیگا اور عیاش طبع لوگ متواتر ایسے نکاح کرتے رہیں گے۔ عورتوں کی زندگی اس سلسلے اور بھی برباد ہو جائے گی کہ نٹشے کے خیال و عقیدے میں عورت کسی دین مہر کی مستحق نہیں ہو سکتی۔ ہر چند کہ اہل مغرب زنا کو بُرا کہتے ہیں

لیکن ان کی ذہنیت اس کو عیب نہیں سمجھتی۔ خود نٹشے جو "زنا" کا انسداد چاہتا ہے "داشتہ" کے رواج کو کوئی گناہ متصور نہیں کرتا۔ کہتا ہے کہ:۔

"مستقبل میں شادی صرف روحانی رفاقت کی خاطر ہونی چاہیے،
جس کی غرض و غایت یہ ہو کہ ایک ایسی نسل کی بنیاد پڑے
جو موجودہ نسل سے بہتر ہو۔"

یہاں تک اس کا نظریہ اصلاحی نقطہ نظر سے قریب ہے لیکن جب وہ یہ کہتا ہے کہ:۔

"جو لوگ ہوس پرستی کو کسی اعلیٰ مقصد کے حصول کا ذریعہ
سمجھتے ہیں ان کو "داشتہ" پر اکتفا کرنا چاہیے۔"

تو وہ یقیناً زناکاری کی ترغیب دیتا ہے کیونکہ دانستہ خواہ نادانستہ وہ "داشتہ" اور "کسبی" میں تمیز نہیں کرتا دونوں یکساں طور پر عصمت فروش اور مقاصد نکاح سے بے تعلق ہوتی ہیں۔

آگے چل کر مقاصد نکاح کے متعلق نٹشے کچھ اور تجاویز
پیش کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ:۔

"(۱) کنواروں کو ایک عرصہ تک فوجی خدمات انجام
دینا چاہیے۔"

(۲) نکاح سے قبل مرد و عورت دونوں کی صحت جسمانی
کے متعلق ڈاکٹر کی سند ہونی چاہیے۔

"(۳) جن لوگوں کی اولاد ذکور زیادہ ہو اُن کو دوسروں کے بہ نسبت حقوق و اختیارات زیادہ ملنا چاہیئے"

"(۴) وقتی اور آزمائشی نکاح کا رواج ہونا چاہیئے"

"(۵) نکاح سے قبل برسر اقتدار اشخاص اور پیشوایان دین کی منظوری لینی چاہیئے"

"(۶) کمزوروں اور اپاہجوں کو اولاد پیدا کرنے کا موقع نہ دینا چاہیئے"

پہلی اور دوسری شرط چنداں قابل اعتراض نہیں اگرچہ اسلام ان پابندیوں کا ہرگز قائل نہیں لیکن تیسری شرط زمانۂ جاہلیت کی یاد دلا دیتی ہے جب کہ لڑکا پیدا ہونے کی خوشی ہوتی تھی اور لڑکی کو زندہ درگور کر دیا جاتا تھا۔ اسلام لڑکے اور لڑکی میں کوئی فرق نہیں کرتا دونوں کو حقوق عطا کرتا ہے۔ لڑکی ہو یا لڑکا دونوں کو خدا کی دین سمجھتا ہے۔ ایسے امر اتفاقی پہ حقوق و اختیارات کی زیادتی کسی طرح قرین عقل و انصاف نہیں ہو سکتی۔ نطشے غالباً بے خبر تھا کہ کبھی عورت بھی مرد کی ہمسری حاصل کر سکے گی اور کسی کام میں مردوں سے پیچھے نہیں رہے گی۔ پانچویں شرط فضول اور ناقابل عمل معلوم ہوتی ہے۔ البتہ چھٹی تجویز کے متعلق مغرب میں غیر معمولی غور و خوض ہو رہا ہے۔ ہٹلر نے اس تجویز کو جرمنی میں عملی جامہ پہنا کر اہم تبدیلی واقع کر دی تھی۔ امریکہ کی اکثر ریاستوں میں اس کو قانونی شکل دیدی گئی ہے۔ اس موضوع پہ

نطشے اپنا نظریہ یہ پیش کرتا ہے :-

"دائم المرض اور نحیف و نزار لوگوں کے لیے بچہ کا ہونا جرم ہے۔ انسان کے ناکارہ ہونے کی ایک زبردست شناخت یہ ہے کہ وہ اپنے جذبات کو قابو میں نہیں رکھ سکتا اور معمولی سی خواہش پر اپنے تئیں قربان کر دیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں پیشوایان دین اور ارباب حل و عقد کچھ نہیں کر سکتے۔ یہ کام ڈاکٹروں کا ہے۔ ڈاکٹروں کے ذمہ متعدد فرائض ہیں جن میں سب سے زیادہ اہم فرض یہ ہی ہے۔ چونکہ جماعت افراد کی حیات کی ذمہ دار ہے اس لئے اس کا فرض ہے کہ وہ ناقص زندگی کا پہلے ہی سے خاتمہ کر دے۔ ناقص زندگی کا خراب اثر جماعت پر بھی پڑتا ہے اس لئے یہ ضروری ہے کہ وہ ایسی زندگی کو عالم وجود میں آنے سے باز رکھے۔ غرضیکہ حسب و نسب کا خیال کئے بغیر کمزوروں اور ناکاروں کے توالد و تناسل کا سلسلہ بجبر و اکراہ منقطع کر دینا چاہیئے۔"

نطشے اسی پر اکتفا نہیں کرتا وہ نبی حضرت موسیٰ کی تبلیغ پر اپنے غم و غصہ کا اس طرح اظہار کرتا ہے :-

"حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی امت کو حکم دیا تھا کہ تم کسی کو قتل نہ کرنا، اس حکم سے کہیں زیادہ ضروری یہ حکم تھا کہ ناکاروں کو اولاد پیدا کرنے کا موقع نہ دینا۔ دنیائے انسانیت میں تندرست و مریض دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ مریضوں اور ناکاروں کا خاتمہ جس طرح ممکن ہو کر دینا چاہیے ورنہ آخر میں سب کو تباہ و برباد ہونا پڑے گا مریضوں کو تن درستوں کے برابر حقوق بخشنا اور کمزوروں پر رحم کرنا اخلاق کے چہرے پر ایک بدنما داغ ہے۔"

نطشے نے دائم المرض - نحیف و زار - ناقص و ناکارہ جیسے الفاظ استعمال کیے ہیں مگر اس نے ان مبہم الفاظ کی کوئی وضاحت یا تنقیح نہیں کی - وہ ڈاکٹروں کو اختیار دیتا ہے کہ ایسے لوگوں کا خاتمہ کر دیں لیکن وہ اس امر واقعہ سے چشم پوشی اختیار کرتا ہے کہ ڈاکٹروں کی کاوش و سعی نے ثابت کر دیا ہے کہ دنیا میں دائم المریض نحیف و ناقص اور ناکارہ کے کامیاب علاج دستیاب ہو رہے ہیں اور روز بروز جدید تحقیقات کی رو سے ان کا قطعی قلع قمع ہو جانا ممکن ہو گیا ہے - نطشے کے نزدیک دائم المرض و ناکارہ کو صحت یاب و تندرست بنانے کے بجائے ان کا خاتمہ کر دینا چاہیے گویا وہ فن طبابت کی ترقی کو روک دینا چاہتا

ہے اور ڈاکٹروں کو بجائے مزید تحقیق و تلاش کے ایک سہل
راستہ ان کو ختم کر دینے کا بتاتا ہے۔ نٹشے کا یہ نظریہ اس لئے
بھی غلط ہے کہ اسلام نے کمزوروں کے ساتھ مراعات کی ہیں۔ ان
کو ان کے لائق خدمات سپرد کی ہیں اور اولاد سے ممنوع نہیں کیا
ہے۔ نٹشے کے بقول ہر عمر رسیدہ اور ضعیف شخص قابل گردن زدنی
ہونا چاہیئے اور یہ ہی رائے ہٹلر اور اس کی نازی جماعت کی تھی
جس کے لئے قانون بنتے ہی بنتے رہ گیا اس قسم کی مردم کشی
کسی طرح مردم خوری سے کم نہیں۔ اطباء اور ماہرینِ فن کا فرض
ہے کہ وہ ناقص اور دائم المرض زندگی کو کارآمد بنانے کی کوشش
کریں نہ کہ اس کا خاتمہ کر دیں۔ اسلام نے کمزوروں کو شرکت
جہاد سے معاف کیا ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ مالی و دیگر امداد کا
پابند کر دیا ہے اور ملک کے اندرونی اور خانگی نظام امن وامان
میں اُن کی خدمات مقرر کی ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انسانی
زندگی کسی نوعیت میں ناقص و ناکارہ نہیں ہوتی اور ہر کارے
و ہر مردے کے مطابق ہمیشہ کام میں لائی جا سکتی ہے۔

بہر حال دیکھنا یہ ہے کہ آئندہ مقاصد نکاح کیا ہوں گے؟ عورت
اپنی کشمکش حیات کی منزلیں طے کر رہی ہے وہ آزادی اور کامل
آزادی کی تلاش میں رہ نورد ہے۔ اس کو نفسانی اور عشقیہ
جذبات افسانوی کو کھیلنا ہے اور موجودہ زمانہ کے ایسے

سب افسانے اور کہانیاں سپردِ طاقِ نسیاں کرتا ہیں جو اس کے لئے محض وقتی استقلال کا کام دیتی رہیں۔ اُس کی مجاہدانہ فطرت یقیناً بازگشت کرے گی اور وہ ملک و قوم کے لئے قوی اور دلیر فوج مہیا کرنے میں کامیاب ہو گی۔ آج وہ نقلی تصویروں اور جعلی حکایات کے کام میں لائی جارہی ہے لیکن اس کے مقابل نکاح اس درجہ بلند و بالا ہونے والے ہیں کہ وہ حقیقی مجاہد کا مرتبہ حاصل کرے گی اور ملک و قوم کی روح رواں مانی جائے گی

دشواریاں

اس میں شک نہیں کہ مشرقی عورت اور بالخصوص پاکستانی یا اسلامی عورت ہدفِ ملامت بن گئی ہے وہ گھر سے باہر نکلے تو گناہ۔ برقعہ ترک کرے تو گنہگار۔ چہرہ یا ہاتھ پیر کھل جائیں تو عذاب۔ اسکولوں اور کالجوں میں تعلیم حاصل کرے تو موردِ عتاب۔ تقریر کرے تو دریدہ دہن۔ مرہم پٹی کا کام سیکھے تو بے باک۔ فوجی تعلیم حاصل کرے تو بے حیا۔ سیاسیات میں حصہ لے تو بے شرم۔ سرکاری ملازمت یا عہدے قبول کرے تو نافرمان۔ غرض یہ کہ دنیا میں کچھ بھی انقلاب ہو جائے اور روئے زمین کی سب ہی عورتیں بے نقاب ہو کر اپنی پلٹن کیوں نہ بنالیں لیکن مشرقی عورت پردہ نشینی اور قیدِ مکان سے جنبش نہیں کر سکتی۔ قدامت پرستوں کا دعویٰ ہے کہ اگر قرآن و شریعت سے بھی پردہ نشینی ثابت

نہ ہو تب بھی اخلاقی فرض ہے کہ عورت مکان کی چار دیواری کے اندر مقید و پردہ نشین رہے۔ اگر باہر نکلنے پر مجبور ہو تو بھی پردہ تو کسی حالت میں ترک نہیں کیا جا سکتا۔ بعض بزرگوار دنیا کی آئندہ روش کا مطالعہ کرنے کے باوجود عجیب فریب خیال میں مبتلا پائے جاتے ہیں۔ اُن کے نزدیک مستقبل کا خاکہ یہ ہے کہ دُنیا کی تمام عورتیں پردہ اور قید مکان کی عادی کر دی جائیں گی تب کہیں دنیا ارتقار کی منزل آخر پر پہنچے گی۔ مغرب نے مشرق کو ہمیشہ مغالطہ دیا ہے اور آج بھی وہ کسی قدامت پرستی کی ہمت افزائی میں دریغ نہیں کرتا۔ لیکن یہ وہم و گمان کہ مغرب خود بھی پس پائی اختیار کرے گا نہ صرف مضحکہ خیز بلکہ "این خیال است و محال است و جنون" کا مصداق ہے۔ مغربی مستورات آزاد ہو چکی ہیں۔ اب دنیا میں کوئی قوت ایسی نہیں جو ان کو پردہ نشین و محبوس کر سکے۔ ان کی ترقی یوماً فیوماً بام عروج کو پہنچ رہی ہے۔ مشرق کو اپنی خامیوں کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ وہ وقت بھی پیش نظر رکھنا چاہیے جب مشرقی مردوں کو مغربی عورتوں کے مقابلہ میں لڑ کر مرد و عورت کی جنگ کا نتیجہ دنیا کے سامنے پیش کرنا ہو گا۔ دنیا میں عورتیں جوق جوق فوجی

تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔ کوئی فوجی نظام تعلیم ایسا نہیں جس
عورتیں حصہ نہ لے رہی ہوں۔ کیا اہل مشرق مغربی عورتوں
سے ٹکرلے کر اپنی آنکھیں کھولیں گے؟ ایسا ہوا تو وقت
نکل چکا ہوگا اور اہل مشرق کی نصف آبادی اپاہج اور موجود
ہوتے ہوئے اُن کے کسی کام نہ آسکے گی۔ اب مسلمان عورت
نے حصول آزادی کے لیے اپنا راستہ خود اختیار کیا۔
پاکستانی خواتین نے قوم کے آڑے وقت میں پردے کے بند
توڑ کر جو خدمات انجام دیں وہ تاریخی حیثیت سے فروگذاشت
نہیں کی جاسکتیں وہ بے لوث خدمات جو انھوں نے بناہ حال
مہاجرین کے لیے انجام دیں۔ اور جس جرأت و جانفشانی
خطرات و مشکلات کا مقابلہ کیا اُن کی تاریخ کا آغاز و ابتدا
تھی۔ اُن کو علم ہے کہ تمام ممالک کی عورتیں حتیٰ کہ سخت ترین
قدامت پرستوں کی مستورات سرحد کے دوسری جانب فوجی
نظام میں حصہ لے رہی ہیں اور اپنی فوجیں بنا رہی ہیں وہ اس
ماحول کو نظر انداز نہیں کر سکتیں مرد کتنا ہی اس کے راستہ میں
روکاوٹیں ڈالیں لیکن پاکستانی خاتون ہر سنگ راہ سے مقابلہ
کرتی ہوئی پیش قدمی جاری رکھے گی۔ اس کو اپنے ملک
قوم کی بقا و فلاح کا کامل احساس ہو چکا ہے اب کوئی طاقت
اس کو فرض شناسی سے باز نہیں رکھ سکتی۔ اس کی اولوالعزمی

واستقلال اس کے مستقبل کی ضمانت ہے۔ وہ وقت دور نہیں کہ اس کی عصمت و عفت قابل رشک ہوگی اور دنیا کی بہترین قوموں میں اس کا شمار ہوگا۔

انجام بخیر

اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ مرد کو بہ لحاظ ساخت و قوائے جسمانی عورت پر کچھ فضیلت حاصل ہے۔ اسلام بھی مرد کو اس فضیلت سے محروم نہیں کرتا۔ پر خلوص و نکوکار عورتیں اپنے شوہروں کو مطیع و فرمانبردار ہوتی ہیں۔ مسلمان عورتوں کو بھی یہی حکم دیا گیا ہے۔ غور کیا جائے تو ابتدائے آفرینش سے مرد و عورت ایک دوسرے کے شریک حال رہے ہیں۔ امن و جنگ میں عورت مرد کی ہم دوش رہی۔ موجودہ تمدن یا کوئی تمدن بھی عورت کے تعاون بغیر حاصل نہیں ہوسکتا تھا۔ زمانہ سلف سے لے کر آج تک عورت کو کسی جسمانی مشقت سے بھی انکار نہیں ہوا۔ وہ کھیتی باڑی کے کام کرتی ہے اور محنت و مزدوری بھی کرتی ہے۔ ریلوں اور کانوں میں مشقت کرتی ہے پھاوڑا اور رکشی چلاتی ہے۔ اینٹیں اور پتھر ڈھوتی ہے۔ شاید ہی کوئی ایسا کام جسمانی محنت کا ہو جو عورت نہ کرتی ہو۔ علاوہ اس کے کچھ ایسے کام بھی اس کے سپرد ہیں جن سے مرد کو سروکار نہیں ہوتا۔ خانہ داری اور ہانڈی چولھے کا کام

تنہا اسی کا فرض متصور کیا گیا ہے۔ گھر کی صفائی اور سینا پرونا اسی کے سپرد رہتا ہے۔ اولاد کا جننا اور پالنا اس کی فطرت میں داخل سمجھا گیا ہے۔ وہ مرد سے زیادہ رحم دل نیک نفس اور وفا شعار بھی ہوتی ہے۔ ماں باپ کی خدمت گذار شوہر کی جاں نثار اور اولاد سے بے پناہ محبت کرنے والی اور صعوبت و تکلیف کی مرد سے کہیں زیادہ قوت برداشت کی حامل عورت ہی ہوتی ہے۔

سب سے پہلے اہل مغرب نے عورت کے حقوق آزادی پر دست اندازی کی اور اس کو قید مکان میں ڈالا جس کی تقلید دیگر ممالک میں کی گئی۔ قرآن کریم نے قید مکان کو سزائے سخت تجویز کیا اور رسول اکرم ؐ نے عورت کے حقوق آزادی بحال رکھے۔ ایک زمانہ تک ان احکام شریعت پر عمل ہوتا رہا تا آنکہ سلاطین اسلامی نے عورتوں کو ذریعہ ہوس رانی بنا لیا اور بطور حفظ ماتقدم ان کو قید مکان میں محبوس کر دیا۔ تاہم یہ بدعت معدودے چند امراء و روٴسا شہری تک محدود رہی غربا اور مواضعات کی کثیر آبادی تک نہیں پہنچ سکی۔ جب یہی طور پر اسی بدعت کو عصمت و عفت جیسے اہم معاملہ سے متعلق ہوتے ہوئے

تمام مسلمانوں پر اطلاق ہونا چاہیے تھا لیکن عدم مقبولیت کی بنا پر اس کا دائرہ نام نہاد شرفاء سے آگے نہ بڑھ سکا۔

مشرق کی جد وجہد ثمر آور ہوئی۔ اس کو غلامی سے نجات ملی۔ پاکستان مسلمانوں کی جانکاہی کا نتیجہ اور ان کی حقیقی آزادی کا سرچشمہ ہے۔ یہاں وہ قوم نشو ونما پائے گی جس کا نصب العین اسلامی اور انسانی بہبودی اور ترقی ہوگا۔ تعصبات و توہمات کا یہاں گذر نہیں ہوگا۔ موجودہ شعور آزادی میں جو خامیاں ہیں ان کو دور کرنے میں مسلمان خواتین کا زبردست ہاتھ ہوگا وہ اسلام کی معمار ہوں گی اور اسلام کو ان پر فخر ہوگا۔ وہ سلف صالحین کا نمونہ پیش کریں گی اور دنیا محو حیرت ہوگی کہ تاریخ اس طرح دہرائی جاتی ہے۔

وہ کل کے غم و عیش پہ کچھ حق نہیں رکھتا
جو آج خود افروز و جگر سوز نہیں ہے
وہ قوم نہیں لائق ہنگامۂ فردا
جس قوم کی تقدیر میں امروز نہیں ہے

(اقبال)

مطبوعہ

کلیم پریس لارنس روڈ

کراچی

سے چھپوا کر

سید شفیق احمد ہاشمی متصل لوری بلڈنگ

پٹیل پاڑہ - کراچی ۵